شیعہ مذہب

المعروف

تحفہ جعفریہ

مُحقق اِسلام شیخ الحدیث علاّمہ

مُحمّد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نُوریہ حسینیہ ۰ جامعہ رسُولیہ شیرازیہ

بلال گنج ۰ لاھور ۰ پاکستان فون 7227228

Marfat.com

۷۸۶

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان ابا بکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر مجھ سے بمنزلہ کان اور عمر بمنزلہ آنکھ اور عثمان بمنزلہ دل کے ہیں۔
(عیون اخبار الرضا ص ۲۴۴ ج ۱)

تحفہ جعفریہ

جلد چہارم

باب اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اہلِ تشیع کے بقیہ مطاعن

باب دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اہلِ تشیع کے بقیہ مطاعن

باب سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اہلِ تشیع کے بقیہ مطاعن

تالیف:۔ مناظر اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی مدظلہ

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج امیر روڈ لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب ——— تحفہ جعفریہ (جلد چہارم)

مصنف ——— محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ **محمد علی** نقشبندی علیہ الرحمہ

بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت ——— راجہ محمد صدیق کیلیانوالہ شریف گوجرانوالہ

ہدیہ ———

نوٹ

کتاب ہذا تحفہ جعفریہ میں ہم نے ہر موضوع پر اپنے دعوئی کا اثبات واستدلال صرف اور صرف کتب شیعہ سے ہی کیا ہے جن چند مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے وہاں کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرۂ امتیاز ہے۔

مکتبہ نوریہ حسینیہ

جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ

امیر روڈ بلال گنج لاہور فون: 7227228

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدارِ ناموس اصحابِ رسول محبِّ اولادِ بتول پیرِ طریقت، راہبرِ شریعت حضرت قبلہ پیر سیّد محمّد باقر علی شاہ صاحب زیبِ سجادہ کیلیانوالہ شریف کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرّف نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد

محمّد علی عفا اللہ عنہ

Marfat.com

فہرست مضامین تحفہ جعفریہ

جلد چہارم

۱	**باب اوّل** سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کیے گئے بقیہ شیعہ مطاعن	۲۳
۲	**طعن چہارم** ابوبکر صدیق رضؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت میں اپنا ساتھی نہیں بنایا تھا بلکہ وہ خود ہی راستے میں (کسی مقصد کو) ساتھ ہو لیے تھے۔	۲۴
۳	جواب اوّل۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راستہ کیوں بتلایا۔	۲۶
۴	جواب دوم۔ ہجرت مدینہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے ہوئی۔	۳۰
۵	جواب سوم۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت میں ابوبکر رضؓ کو ساتھ لے جانے کا حکم فرمایا۔	۳۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶	جواب چہارم : جناب صدیق رضؓ کو محبت رسول کی پاداش میں قید کیا گیا اور مارا گیا مگر آپ ہر حال میں ان کے لیے قربانیاں کرتے رہے	۴۳
	طعن پنجم	۵۱
۷	ہجرت کی رات ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ دو سو درہم کی اونٹنی نو سو درہم پر فروخت کر کے موقعہ پرستی دکھائی۔	
۸	جواب اوّل : اس روایت کا راوی شیعہ ہے	۵۲
۹	جواب دوم : زیادہ قیمت نبی نے خود دی ابوبکر صدیق نے مانگی نہیں	۵۵
۱۰	جواب سوم : قیمت اس لیے عطا کی تاکہ عبادت ہجرت اپنے مال سے ہو	۵۶
۱۱	جواب چہارم : نبی کے اصرار پر صدیقؓ نے اصل قیمت وصول کی	۶۰
۱۲	**باب دوم** سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر کیے گئے بقیہ شیعہ مطاعن	۶۵
۱۳	**طعن سوم** صلح حدیبیہ کے موقع پر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت کی نبوت میں شدید شک واقع ہوا تھا۔	۶۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۶۷	جواب اوّل: یہ روایت بالمعنیٰ ہے۔	۱۴
۶۸	روایت بالمعنیٰ اور خطائے اجتہادی کی وضاحت۔	۱۵
۷۳	جواب دوم: صلح حدیبیہ کا واقعہ	۱۶
۷۷	شیعہ تاریخ میں عمر فاروق کی غیرت ایمانی	۱۷
۷۸	شیعہ تاریخ میں عمر فاروق کا مقام توبہ	۱۸
۷۹	شیعہ تاریخ کے مطابق غیرت ایمانی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم رسول سے انکار کرنا۔	۱۹
۸۰	غیرت ایمانی کی وجہ سے حدیبیہ کے مقام پر تمام صحابہ کی حکم عدولی رسالت۔	۲۰
۸۵	لمحہ فکریہ:	۲۱
۸۶	جواب سوم: حدیبیہ میں ہی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اعلان جنت۔	۲۲
۸۸	جواب چہارم: عمر فاروق کی توبہ اور نیک عملی کی شان حضرت علی کا کردار عمر فاروق رضی پر رشک	۲۳
۹۱	جواب پنجم: شک دور ہو جانے پر طعن نہیں رہتا۔	۲۴
۹۵	**طعن چہارم** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے شکم پر دروازہ گرا کر اُن کا حمل ضائع کر دیا۔ (معاذ اللہ)	۲۵

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۹۷	جواب اوّل: یہ طعن جس کتاب الملل سے لیا گیا ہے وہ ایک اسماعیلی شیعہ کی تصنیف ہے۔	۲۶
۱۰۲	کتاب معالج النبوت کا مقام اور اس کے حوالے کی حقیقت۔	۲۷
۱۰۵	جواب دوم: الملل میں ایک شیطان صفت آدمی ابراہیم بن سیار نظام کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے تاریخی واقعہ نہیں	۲۸
۱۰۸	ابراہیم بن سیار شیطان تھا۔ فتوای نعمت اللہ جزائری شیعی۔	۲۹
۱۰۹	ابراہیم نظام شیعہ عقائد کا حامل تھا۔ بقول شیعہ کتب۔	۳۰
۱۱۳	**باب سوم** شیعوں کی طرف سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیے گئے مزید مطاعن۔	۳۱
۱۱۴	**طعن دوم** جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثوم کی موت کے بعد ان کے مردہ جسم سے جماع کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی۔	۳۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۳	جواب اوّل: ام کلثوم کی وفات کی رات عثمان غنی رضؓ نے اپنی لونڈی سے جماع کیا تھا۔ کتب اہل سنت کی تصریحات اور شیعوں کی خیانت کا اظہار۔	۱۱۷
۳۴	شیعہ کتب سے اہل سنت کے موقف کی تائید۔	۱۲۶
۳۵	جواب دوم۔ اصل واقعہ	۱۲۸
۳۶	سیدہ ام کلثوم کی وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم عثمان غنی سے راضی تھے۔ شیعہ کتب	۱۳۰
۳۷	چیلنج: پچاس ہزار روپے کا انعام	۱۳۳
	طعن سوم	
۳۸	عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قتل کیا	۱۳۵
۳۹	جواب: ریاض النضرہ کی اصل عبارت اور خیانت کا انکشاف	۱۳۶
۴۰	مذکورہ طعن پیدا کرنے والا یونس بن خباب شیعہ تھا۔	۱۳۸
۴۱	بددیانتی اور دھوکہ دہی کی انتہا	۱۴۰
۴۲	حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا لقب ذوالنورین شیعہ کتب سے۔	۱۴۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۳	**طعن چہارم** عثمان غنی رضؓ نے ابوذر غفاری رضؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو بلا وجہ جلاوطن کر دیا۔	۱۴۴
۴۴	**جواب**: حضرت ابوذر رضؓ کی شام کو روانگی کی اصلیت	۱۴۵
۴۵	عثمان غنی رضؓ سے حضرت ابوذر رضؓ کی مخالفت کا پس منظر	۱۴۶
۴۶	تاریخی حقائق سے ثابت ہونے والے تین امور	۱۵۱
۴۷	**امر اول**: ابوذر غفاری رضؓ تارک الدنیا تھے۔	۱۵۱
۴۸	**امر دوم**: آپ سارا مال راہ خدا میں بانٹ دینا فرض سمجھتے تھے۔ اور اس کی مخالفت کرنے والوں پر ڈنڈا چلا دیتے تھے۔	۱۵۱
۴۹	**امر سوم**: اسی لیے انہیں شام بھیجا گیا پھر خود بلوایا گیا۔ اور بعد میں انہوں نے از خود ربذہ میں جا بسنے کی التجا کی جو قبول ہوگئی۔	۱۵۲
۵۰	شیعہ کتب سے امر اول کی تائید۔	۱۵۳
۵۱	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فقر ابوذر غفاری کا مژدۂ جانفزا	۱۵۵
۵۲	امر دوم کی تائید شیعہ کتب سے	۱۵۶
۵۳	سارا مال راہ خدا میں خرچ کر دینا ابوذر غفاری کے نزدیک فرض تھا۔	۱۵۶
۵۴	بحار الانوار کی عبارتیں۔	۱۵۶
۵۵	اس کی مخالفت کرنے والے کو آپ ڈنڈوں سے مار دیتے تھے	۱۶۴
۵۶	بحار الانوار کی عبارت	۱۶۴
۵۷	آیت والذین یکنزون کی تفسیر شیعہ کتب سے۔	۱۶۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۸	امر سوم کی تائید	۱۷۴
۵۹	حضرت ابوذر رض کا شام کو منتقل ہونا اپنے درویشانہ مسلک کی وجہ سے تھا	۱۷۴
۶۰	حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کے حق امامت کی تبلیغ اس کا سبب نہ تھی۔ شیعہ کتب	
۶۱	خلیفہ وقت عثمان غنی کا حضرت ابوذر رض سے تا دم آخر حسن سلوک کتب اہل سنت میں	۱۸۴
۶۲	حضرت ابوذر رض اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے مابین حسن سلوک کتب شیعہ سے	۱۸۸
۶۳	عثمان غنی کے مخالفین مردودِ بارگاہِ خدا ہیں۔ فرمان ابوذر رض	۱۹۳
۶۴	حضرت ابوذر رض کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ان کی اولاد سے حسن سلوک	۱۹۵
	طعن پنجم	۱۹۹
۶۵	عثمان غنی رض نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کیا ان کا قرآن جلا دیا۔ اور انہیں زدوکوب کیا۔	۱۹۹
۶۶	جواب :	۲۰۱
۶۶	اس واقعہ کا اصل پس منظر اور شیعہ کتب سے ان کی تائید	۲۰۱

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۰۶	کئی سالوں سے وظیفہ حضرت ابن مسعود رض کو اکٹھا دے دیا گیا تھا۔	۶۷
۲۰۶	تاریخ یعقوبی کی عبارت	
۲۰۷	کیا حضرت ابن مسعود رض خلافت عثمانی کے منکر تھے	۶۸
۲۱۰	عبد اللہ بن مسعود رض نے حضرت عثمان کے خلاف بغاوت سے انکار کر دیا۔	۶۹
۲۱۵	**طعن ششم**	
۲۱۵	حضرت عثمان غنی نے جلیل القدر صحابہ کرام کو معزول کر کے اپنے عزیزو اقارب کو عہدوں سے نوازا۔	۷۰
	جواب	۷۱
۲۱۵	حضرت عثمان غنی کی شہادت کے وقت عمال (گورنروں) کی فہرست از کامل بن کثیر و ناسخ التواریخ۔	۷۲
۲۲۵	**طعن ہفتم**	۷۳
۲۲۵	حضرت عثمان رض نے جن عامل صحابہ کو معزول کیا ان کی جگہ اپنے نا اہل رشتہ داروں کو مقرر کیا۔	

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۴	جواب اوّل	۲۲۶
۷۵	مذکورہ طعن کا قواعدِ حکمرانی اور شرعی قانون سے کوئی تعلق نہیں۔لہذا بے بنیاد ہے۔	۲۲۶
۷۶	حضرت علی نے کے عامل بھی بدکردار تھے۔آپ نے انہیں ڈانٹ پلائی	۲۳۰
۷۷	پھر بھی حضرت علی پر کوئی اعتراض نہیں۔	
۷۸	خط اول : حضرت علی کی طرف سے اپنے بدکردار گورنروں کے نام ،	۲۳۰
۷۹	خط دوم :	۲۳۵
۸۰	خط سوم :	۲۳۶
۸۱	لمحہ فکریہ	۲۳۹
۸۲	اگر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ غیب دان تھے۔ تو آپ نے بدکردار عامل کیوں منتخب کیے۔	۲۳۹
۸۳	حضرت علی کے ایک خاص عامل زیاد بن سمیہ کی رنگین داستان ،	۲۴۱
۸۴	زیاد بن سمیہ کی امام حسن کی شان میں گستاخی شیعہ کتب سے	۲۴۳
۸۵	امیر معاویہ کا زیاد بن سمیہ کی طرف خط	۲۴۷
۸۶	جواب اوّل کا خلاصہ ،	۲۵۰
۸۷	جواب دوم :	۲۵۲
۸۸	خلافت عثمانی میں معزول کردہ عمال کے عزل کا مختصر تذکرہ	۲۵۲
۸۹	حالاتِ کوفہ۔	۲۵۲
۹۰	حضرت مغیرہ بن شعبہ کی معزولی اور دوبارہ بحالی	۲۵۳
۹۱	کیا اہل تشیع حضرت مغیرہ کو جلیل القدر صحابی مانتے ہیں۔	۲۵۵

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۲	سعد بن ابی وقاص رض کی معزولی کے اسباب	۲۵۶
۹۳	ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص کی معزولی کے اسباب	۲۶۰
۹۴	حالات بصرہ	۲۶۲
۹۵	حضرت ابوموسیٰ اشعری رض کی معزولی کے اسباب	۲۶۲
۹۶	حالات مصر	۲۶۵
۹۷	حضرت عمرو بن العاص رض کی معزولی کے اسباب	۲۶۵
۹۸	**جواب سوم:**	۲۷۱
۹۹	دور عثمانی میں اموی عمال کی اہلیت اور کارکردگی۔	۲۷۱
۱۰۰	دور عثمانی کے اموی عامل اول گورنر کوفہ ولید بن عقبہ کی سیرت و کردار	۲۷۲
۱۰۱	ولید بن عقبہ کے محامد	۲۷۲
۱۰۲	ولید بن عقبہ کی فتوحات شیعہ کتب سے	۲۷۳
۱۰۳	دور عثمانی کے اموی عامل دوم گورنر بصرہ	۲۸۱
۱۰۴	حضرت عبداللہ بن عامر کی سیرت و کارکردگی	۲۸۱
۱۰۵	عبداللہ بن عامر رض کی فتوحات	۲۸۵
۱۰۶	دور عثمانی کے اموی عامل سوم گورنر مصر عبداللہ بن ابی سرح رض کی سیرت و	۲۹۷
۱۰۷	کارکردگی	
۱۰۸	گورنر مصر عبداللہ بن ابی سرح کی فتوحات	۲۹۷
۱۰۹	فتح افریقہ	۳۰۵
۱۱۰	دور عثمانی کے اموی عامل چہارم گورنر کوفہ	۳۲۰
	حضرت سعید کی زیر قیادت اکابر صحابہ کے علاوہ حسنین کریمین بھی شریک جنگ ہوئے	۳۲۰

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۱	حضرت سعید کی زیر قیادت اکابر صحابہ کے علاوہ حسنین کریمین بھی شریک جنگ ہوئے	۳۲۸
۱۱۲	صاحب ناسخ التواریخ کی حضرت سعید صحابی رسول کے خلاف ہرزہ سرائی اور گستاخی	۳۳۲
۱۱۳	صاحب ناسخ التواریخ مرزا محمد تقی شیعہ کی ہرزہ سرائی کی تحقیقانہ تردید۔	۳۳۳
۱۱۴	امر اول کا بطلان۔ کیا اموی عامل سعید کی سرپرستی میں حسنین کا جہاد کسی تاریخ میں نہیں ؟	۳۳۴
۱۱۵	کیا حضرت سعید رض فاسق اور کافر تھے۔	۳۳۷
۱۱۶	حضرت امام حسن رض کی نماز جنازہ انہی حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔	۳۳۷
۱۱۷	دور عثمانی کے اموی عامل پنجم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی	۳۴۲
۱۱۸	سیرت و کردار شیعہ کتب سے۔	۳۴۲
۱۱۹	امیر معاویہ کی اہلیتِ حکومت کی دلیل ۱ آپ کا انداز جہانبانی کتب شیعہ سے	
۱۲۰	امیر معاویہ کی اہلیت حکومت کی دلیل ۲	۳۵۰
۱۲۱	شان معاویہ رض میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۳۵۰
۱۲۲	حضرت امیر معاویہ رض نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تبرکات اپنے ساتھ قبر میں لے گئے	۳۵۵
۱۲۳	نگاہ رسول میں علی و معاویہ رضی اللہ عنہما۔	۳۵۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۴	حضرت امیر معاویہ کے جنتی ہونے کی سند	۳۵۷
۱۲۵	امیر معاویہ کی اہلیت حکومت پر دلیل ۳	۳۶۳
۱۲۶	اہل بیت سے آپ کا حسن سلوک	۳۶۳
۱۲۷	امام حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضؓ کے عطا کردہ نذرانہ سے اپنا قرض چکایا کرتے تھے۔	۳۶۵
۱۲۸	امیر معاویہ رضؓ نے یزید کو امام حسین رضؓ سے اچھا سلوک کرنے کی وصیّت کی۔	۳۶۶
۱۲۹	امیر معاویہ رضؓ کی اہلیتِ حکومت پر دلیل ۴	۳۶۹
۱۳۰	آپ کی فتوحات کا تذکرہ	۳۶۹
۱۳۱	دور فاروقی کی فتوحات۔ فتح قیساریہ	۳۶۹
۱۳۲	بلادِ عسقلان کی فتح	۳۷۱
۱۳۳	امیر معاویہ رضؓ کے دل میں فتح قبرص کی تڑپ	۳۷۳
۱۳۴	دور عثمانی میں امیر معاویہ رضؓ کی فتوحات	۳۷۵
۱۳۵	فتح قبرص	۳۷۵
۱۳۶	اسلام میں سمندر پار لڑائیوں کی امیر معاویہ رضؓ کے ہاتھ سے ہوئی ہے۔	۳۷۵
۱۳۷	فتح قبرص کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی	۳۸۱
۱۳۸	ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ	۳۸۵
۱۳۹	امیر معاویہ رضؓ کی اپنے دور میں فتوحات	۳۸۷
۱۴۰	۳۳ھ میں رومی فتوحات ناسخ التواریخ سے	۳۸۷
۱۴۱	۴۷ھ میں بلاد ترکستان کی فتوحات	۳۸۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴۲	بخارا و سمرقند کی فتوحات	۳۸۸
۱۴۳	امیر معاویہ رضہ کی اہلیتِ حکومت پر دلیل ۵	۳۹۲
۱۴۴	حسنین کریمین رضہ نے آپ کی بیعت کرکے آپ کی اہلیت و استحقاق کو ثابت کر دیا ہے۔	۳۹۲
۱۴۵	شیعوں نے امام حسین کو امیر معاویہ کی بیعت توڑ دینے پر بہت اکسایا۔	۳۹۴
	طعن ہشتم	۴۰۰
۱۴۶	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کو عامل بنایا جس کا فاسق ہونا نص قطعی سے ثابت ہے یعنی ولید بن عقبہ	
۱۴۷	جواب:	۴۰۲
۱۴۸	آیت میں ولید کو فاسق نہیں کہا گیا۔	۴۰۲
۱۴۹	آیت مذکورہ میں فاسق کس کو کہا گیا۔	۴۰۴
۱۵۰	**طعن نہم** حضرت عثمان غنی کے دور کے گورنر شرابی تھے۔	۴۱۰
۱۵۱	جواب اول۔ کسی کے شراب پینے میں حضرت عثمان کا قصور	۴۱۲

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴١٣	جواب دوم۔ ولید بن عقبہ کی معزولی کا سبب شراب نوشی نہیں الزام تراشی تھی	١۵٢
۴٢۴	ولید بن عقبہ کے مذکورہ حالات کا خلاصہ	١۵٣
۴٢۴	کیا کسی قریبی رشتہ دار کو اعلیٰ منصب دینا ہی اقرباء پروری ہے؟	١۵۴
۴٢۵	حضرت علی نے بھی اپنے رشتہ داروں کو عہدے دیئے تھے۔ طوسی شیعہ کا بیان۔	١۵۵
۴٢٧	میرے صحابہ کو برا کہنے والا کافر ہے۔ اس کی سزا کوڑے ہیں۔ ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم در کتب شیعہ	١۵٦
۴٢٨	**طعن دہم** حضرت عثمان رضنے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عطیات دیئے جس کی وجہ لوگ آپ کے مخالف ہو گئے۔	١۵٧
	جواب:	١۵٨
۴٣٠	ہر حکمران اپنی صواب دید کے مطابق عطیات دیتا چلا آیا ہے۔ (شیعہ کتب)	١۵٩
۴٣٢	حضرت امیر معاویہ نے قریشی جوانوں کے خصوصی وظائف مقرر کیے تھے۔	١٦٠
۴٣۴	حضرت عثمان نے حسنین کریمین کو عظیم تحفہ دیا۔	١٦١
۴٣۵	حضرت امام حسین کو امیر معاویہ نے بیش بہا تحائف دیئے۔	١٦٢

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۳۸	جواب دوم :۔	۱۶۳
۴۳۸	حضرت عثمان نے لوگوں کے بے جا شکوہ پر دیے ہوئے عطیات واپس لے لیے۔	۱۶۴
۴۴۵	جواب سوم :۔	۱۶۵
۴۴۵	اس طعن والی روایات ضعیف ہیں	۱۶۶
۴۴۶	واقدی کذاب و وضاع	۱۶۷
۴۴۷	ابومخنف لوط بن یحییٰ شیعہ ہے	۱۶۸
۴۴۸	کیا واقعی افریقہ کے خمس کا پانچواں حصہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے اپنے لیے رکھ لیا تھا۔	۱۶۹
۴۵۰	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۱۷۰
۴۵۵	**طعن یازدہم** حضرت عثمان اپنے بدکردار عاملوں کی وجہ سے قتل کیے گئے۔	۱۷۱
۴۵۷	جواب اول :	۱۷۲
۴۵۷	حضرت عثمان غنی کی شہادت کا ذمہ دار مروان نہیں شیعہ مذہب کا بانی ابن سبا یہودی ہے	۱۷۳
۴۶۳	حضرت عثمان غنی اور ان کے عمال کے خلاف سبائی تحریک اور اس کا انسداد۔	۱۷۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۷۵	سبائیوں نے جلیل القدر صحابہ کرام کے نام سے جعلی خطوط لکھ کر لوگوں کو حضرت عثمان غنی کے قتل پر ابھارا۔	۴۷۰
۱۷۶	حضرت عثمان غنی کی شہادت کا سبب ابن سبا کا جعلی خط تھا نہ کہ مروان کی تحریر	۴۷۴
۱۷۷	عبداللہ بن سبا کے نقلی خطوط پر شہادتیں۔	۴۸۱
۱۷۸	جواب دوم:	۴۸۶
۱۷۹	قصور مروان کا اور شہید حضرت عثمان غنی کر دیئے گئے۔ یہ کیوں	۴۸۶
۱۸۰	جواب سوم:	۴۹۰
۱۸۱	مروان اگر بدکردار تھا تو حسنین کریمین نے اس کی اقتداء میں نمازیں کیوں ادا فرمائیں۔	۴۹۰
۱۸۲	امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کی مروان سے رشتہ داری اس کے صحیح مسلمان ہونے کی شہادت ہے۔	۴۹۴
۱۸۳	اگر مروان ملعون تھا تو اس کے بیٹے سے امام زین العابدین رضؓ عطیات کیوں قبول کرتے رہے؟	۵۰۰
	طعن دوازدہم	
۱۸۴	حضرت عثمان غنی کی نعش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہنے کے بعد کوڑا کرکٹ میں کیوں دفن کی گئی۔	۵۰۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸۵	جواب :	۵۰۷
۱۸۶	مذکورہ طعن سے پانچ امور ثابت ہوتے ہیں۔	۵۰۷
۱۸۷	امر اول کا جواب :	۵۰۸
۱۸۸	نہ صحابہ کرام عثمان غنی کے قتل پر خوش تھے۔ نہ شریکِ قتل تھے۔	۵۰۸
۱۸۹	امر دوم کا جواب :	۵۱۰
۱۹۰	امام حسین رضی اللہ عنہ کی نعش بھی تو بے گور و کفن پڑی رہی تھی۔	۵۱۰
۱۹۱	حضرت عثمان کی نعش کا تین دن پڑے رہنا بالکل غلط ہے۔	۵۱۱
۱۹۲	امر سوم کا جواب :	۵۱۲
۱۹۳	حضرت عثمان کو بلا جنازہ دفن کیا جانا بہتان عظیم ہے۔	۵۱۲
۱۹۴	امر چہارم کا جواب	۵۱۶
۱۹۵	کوڑے کرکٹ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تدفین سفید جھوٹ ہے۔	۵۱۶
۱۹۶	امر پنجم کا جواب :	۵۲۰
۱۹۷	بلوا کے دنوں میں صحابہ کرام نے عثمان غنی پر ہر طرح سے ایثار کیا۔	۵۲۰
۱۹۸	جلیل القدر صحابہ نے اپنے فرزندان کرام کو حضرت عثمان کی حفاظت پر مامور کیا	۵۲۱
۱۹۹	اکابر صحابہ نے باغیوں سے لڑنے کی اجازت مانگی اور حضرت عثمان نے انکار کر دیا۔	۵۲۵
۲۰۰	شہادت عثمان غنی کے وقت حضرت علی رضؓ کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی۔	۵۳۱

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۳۳	قتل عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی براءت اور قاتلوں کے لیے بد دعا۔	۲۰۱
۵۳۶	کیا شہادت پانا ناحق ہونے کی دلیل ہے۔	۲۰۲
۵۳۸	حضرت عثمان رض کے قاتلوں کا انجام	۲۰۳
۵۴۱	پیر طریقت راہبر شریعت حضرت قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کا بیان	۲۰۴
	ایک ضروری وضاحت	۲۰۵

Marfat.com

باب اوّل

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اہل تشیع کے

بقیہ مطاعن

Marfat.com

طعن چہارم

ابوبکر کو ہجرت مدینہ کے وقت حضورؐ نے ساتھ نہیں لیا تھا۔ بلکہ وہ خود راستہ میں شریک ہوئے

ہجرت کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے کوئی مشورہ نہیں لیا۔ اور نہ ہی ان کے گھر آپ تشریف لے گئے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر خلافت

تحقیق مقام یہی ہے کہ حضرت ابوبکر راستہ میں آکر شریک سفر ہوئے۔ حضرت عائشہ اور اسماءؓ کی وہ روایات جن میں پایا جاتا ہے کہ حضور حضرت ابوبکر کے گھر گئے۔ وہاں سے خوض ابوبکر کے راستہ سے دونوں بصلاح ومشورہ ایک ساتھ نکلے خلافِ قرآن و حدیث ہے۔ کیونکہ اوّلاً تو سردارانِ قریش کا جو خفیہ اجلاس دار الندوہ میں ہوا تھا۔ وہ مورخہ ۲۷ صفر ۱۳ نبوی روز پنجشنبہ،

Marfat.com

۱۲ ستمبر ۶۲۲ء کو ہوا تھا۔ اور اسی رات حضرت کے قتل کی تدبیر ٹھہری۔

دیکھو رحمۃ للعالمین ص۸۱ جلد اول اور تاریخ ص۲۰ جلد۲ میں صاف تصریح ہے۔ جبرئیلؑ نے بعد مشورہ آکر فرمایا۔ لَا تَبِتِ اللَّيْلَةَ عَلٰى فِرَاشِكَ ۔ آج کی رات اپنے بستر پر نہ سو۔ اور یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ اسی دن بوقت شام وہ حضور کے دروازہ پر جمع ہونا شروع ہو گئے اور بالاتفاق یہ تمام تاریخوں میں ذکر ہے کہ جب حضور رات کے وقت ہجرت کے لیے نکلے ہیں تو آپ نے گھر سے سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے کفار کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے نکلے ہیں اور سیدھے غار کو گئے۔ اور تفسیر ابن کثیر ص۱۷۱ پر موجود ہے کہ:

فَكَانَ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَا كَانُوْا اَجْمَعُوْا لَهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ فَاَذِنَ اللّٰهُ لِنَبِيِّهٖ عِنْدَ ذٰلِكَ بِالْهِجْرَةِ ۔

کہ جس روز اجتماع کفار ہوا۔ اسی دن آیت ہجرت اتری اور اسی دن اذن ہجرت ہوا۔ لہٰذا قبل اطلاع اور قبل اذن صلاح اور مشورے کیسے؟ سیدھی بات ہے کہ مشرکین مشورہ کر کے ابھی منتشر ہوتے ہی تھے کہ جبرئیل آیا۔ کہ آج بستر پر نہ سونا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خلیفہ کے سپرد امانتیں کرنے لگے۔ اور اپنا جانشین بنا کر چلے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو افراتفری میں معلوم ہوا۔ کہ آپ چلے گئے ہیں۔ آپ بھی پیچھے جا کر شریک سفر ہو گئے۔ مکمل سفر کا انتظام بعد میں ہوا۔

(تفسیر خلافت تصنیف مولوی اسماعیل شیعی
ص۱۴۵-۱۴۶ مطبوعہ فیصل آباد)

تہذیب المتین

اس کتاب میں یہاں تک موجود ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو۔

Marfat.com

(ابوبکر صدیق) راستہ میں سے خود پکڑ لیا اور ساتھ لے لیا کیونکہ خطرہ تھا کہ وہ کوئی فتنہ کھڑا نہ کر دیں۔

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین
جلد اوّل صہ ۴۹)

جواب اوّل۔

اہل تشیع کے اس طعن کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ان بدنصیبوں کو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال سے کس درجہ حسد و بغض ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر ہجرت کرنا ایسا عظیم اور واضح واقعہ ہے۔ جس کو شیعہ سُنّی دونوں کی معتبر کتب نے ذکر کیا ہے۔ لیکن اہل تشیع کو قلق اور اضطراب اس امر کا ہے کہ تمام صحابہ کرام میں سے بوقتِ ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت ابوبکر صدیق کو نصیب کیوں ہوئی۔ اس سفر میں اہل بیت میں سے کوئی ایک فرد بھی آپ کے ساتھ نہ تھا اور یہ بھی ان کو برا لگتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو ایسے سفر میں اپنے ساتھ کیوں لیا؟

مگر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مامور من اللہ تھے۔ آپ نے یہ سب کچھ اللہ رب العزت کے حکم سے کیا۔ اس طرح خداوند قدوس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قسمت میں یہ سعادت لکھ دی تھی لیکن ان منہ کالوں ورسینہ جلوں کو ابوبکر صدیق کی فضیلت اور ان کی منقبت سے پیٹ میں سُول اٹھتا ہے اور مختلف حیلوں اور مکروں کو کام میں لا کر اس بات کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات کو کسی نہ کسی طریقہ سے داغدار کیا جاوے۔ کبھی یہ حیلہ تراشتے ہیں کہ ابوبکر صدیق اس لیے حضور کے ساتھ ہو لیے تھے۔ تاکہ آپ کی جاسوسی کرتے اور کفار کو اس سے آگاہ کرتے۔ یعنی راستہ میں کھڑے تھے کہ کفار کے لیے جاسوسی کرتے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدشہ کے پیش نظر انھیں ساتھ لے لیا کہ کہیں یہ فتنہ نہ کھڑا کر دیں۔ یہ حیلہ و مکر ان کی معتبر کتاب تہذیب المتین جلد اول صہ ۴۹

Marfat.com

مطبوعہ یوسفی دہلی میں درج ہے اور کبھی یہ مکر گھڑا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب ہجرت حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے بستر پہ آرام کرنے اور امانتیں ان کے مالکوں کو ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور خود سفر ہجرت پر تنہا ہی روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ابو بکر صدیق جناب علی المرتضیٰ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں راستہ سے ہجرت کر گئے ہیں۔ یہ سن کر ابو بکر صدیق بھی اسی راستہ پہ آپ کے پیچھے چل پڑے اور غار ثور میں آپ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے دغیرہ وغیرہ

ان دونوں مکر و فریب کی پلندہ عبارات کو ذرا غور سے ملاحظہ کیا جائے تو عجیب غریب انکشافات سامنے آئیں گے۔ ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (بقول معترض) جاسوس تھے اور ان کی جاسوسی سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو خطرہ تھا تو ایسے جاسوس اور ذاتی دشمن کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا راستہ کیوں بتایا تھا؟

بحار الانوار۔

فَجَآءَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَآئِمٌ وَاَبُوْبَكْرٍ يَحْسَبُ اَنَّهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ فَقَالَ اَيْنَ نَبِيُّ اللّٰهِ فَقَالَ عَلِيٌّ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ قَدِ انْطَلَقَ نَحْوَ بِئْرِ مَيْمُوْنٍ فَادْرِكْهُ قَالَ فَانْطَلَقَ اَبُوْبَكْرٍ فَدَخَلَ مَعَهُ الْغَارَ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ ص۴۸ باب الہجرۃ و مبادیہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

پاس آئے حضرت علی اس وقت سو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ (جب حضرت علی بیدار ہوئے) تو ابو بکر صدیق نے انہیں پوچھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ جواب دیا۔ آپ میمون کنوئیں کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر ابوبکر صدیق اسی راستہ چل پڑے۔ اور غارِ ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

دوسری بات اس مکر و فریب میں یہ بھی ہے کہ اس سے الٹی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت ثابت ہوئی۔ وہ یوں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کفّار جب جانی دشمن تھے اور ہر قیمت پر آپ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ ایسے آڑے وقت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمات اور پورے سفر میں معیت انکی جاں نثاری کی عظیم مثال ہے۔ اگر جاسوس ہوتے تو راستہ میں کسی وقت اور کسی مقام پر اپنا کام کر دکھاتے۔ لیکن اس کی بجائے انھوں نے غلامانہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہر پریشانی خندہ پیشانی سے قبول کی۔

اسی سفرِ ہجرت میں (بحوالہ البدایۃ والنہایۃ جلد ۳ صد ۱۷۹ مطبوعہ طبع قدیم) مذکور ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سفرِ ہجرت کے وقت اپنے گھر کا تقریباً تمام سامان فروخت کر دیا۔ اور اس سے ملنے والی رقم اپنے ساتھ لے لی اور اس سفر پر جاتے وقت اپنے والدین واہل وعیال کی پرواہ تک نہ کی۔ دشمنانِ مصطفےٰ کی دشمنی سے بے نیاز تین دن تک غار میں حضور کے ساتھ رہے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس دوران ان کی خوراک کا اہتمام کرتی رہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام دودھ لانے کی خدمات سر انجام دیتا رہا۔ اور انہی کے صاحبزادے وقتاً فوقتاً کفارِ مکہ اور دشمنانِ اسلام کی تازہ سازشوں سے آگاہ کرتے رہے۔ ان تمام واقعات کو مدِ نظر رکھ کر ہر ذی ہوش اور صاحبِ عقل و خرد یہی فیصلہ کرے گا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کوئی جاسوس نہیں۔ بلکہ آپ کا بہی خواہ اور جانثار ہی کر سکتا ہے۔ اور اس سے اس کا عشق و محبت پھوٹتا

Marfat.com

نظر آتا ہے۔ لیکن عقل کے اندھوں اور ہوش و حواس پر پردے پڑے ہوئے ہمارا ان قوم کو کچھ اور ہی سوجھا کتب شیعہ کی عبارات امور بالا کی تائید میں ملاحظہ ہوں۔

منہج الصادقین

از عروہ روایت است کہ ابوبکر را گوسفندے چند بود بعد نماز شام عامر بن فہیرہ آں گوسفنداں را بر در غار راندے و ایشاں از شیر گوسفنداں خوردندے و قتادہ گوید کہ عبدالرحمٰن در خفیہ بامداد و شبانگاہ آمدے و برائے ایشاں طعام آوردے۔

(منہج الصادقین جلد ۴ ص ۲۷۱ مطبوعہ تہران طبع قدیم)۔

ترجمہ۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں چند بکریاں تھیں۔ نماز مغرب کے بعد عامر بن فہیرہ ان بکریوں کو غار ثور پر لاتے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کا دودھ نوش فرماتے۔ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر کے فرزند حضرت۔۔ عبدالرحمٰن روزانہ صبح و شام خفیہ طریقہ سے آتے۔ اور ان حضرات کے لیے کھانے کا بندوبست کرتے۔

منتخب التواریخ

الحاصل پیغمبر سہ شبانہ روز میان غار بود تا مشرکین مایوس شدند از آنحضرت در ایں سہ شب اسماء ذات النطاقین دختر ابی بکر زوجہ زبیر بن عوام از برائے آں حضرت آب و نان در غار حاضر میکرد۔

Marfat.com

(منتخب التواریخ ص۴۵ باب اوّل
مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ:

خلاصہ یہ کہ (حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) تین رات دن تک غارِ ثور میں رہے۔ حتیٰ کہ مشرکین ناامید ہو گئے۔ ان تین شب و روز میں اسماء ذوالنطاقین جو ابوبکر صدیق کی بیٹی اور زبیر بن عوام کی بیوی تھیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا پینا اُس غار میں فراہم کرتی رہیں۔

اہلِ تشیع کی معتبر کتب کے حوالہ جات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سفرِ ہجرت میں حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے اہل و عیال کی خدمات بے لوث اور محبت و عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں مگر دشمن اور حاسد ان خوبیوں کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتا اور مارے غم کے سینہ کوبی کرتا ہے۔ واقعہ ہجرت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفعت و عظمتِ شان کا ایک مینار ہے۔ لیکن عقل و باطن کے اندھوں کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات (جو ثانی الرسول تھے) پر ناروا اور ناجائز الزام دھرتے ہیں۔ کسی نے "شاہد الٰہی کی شان" میں کہا تھا۔ ؎

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے   دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

جواب دوم: ہجرتِ مدینہ ابوبکر صدیق رضؓ کے مشورے سے ہوئی۔

اہلِ تشیع کا یہ کہنا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جاسوسی کی غرض سے راستہ میں کھڑے تھے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خطرہ کے پیشِ نظر ان کو ساتھ لے لیا۔ یہ اتنا بڑا اکذاب اور بہتان ہے کہ یقیناً شیطان بھی سن کر کانپ گیا ہوگا۔ ان کے اس مکر اس کی تردید خود ان کی کتب میں بھی موجود ہے۔ یعنی یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے کاشانۂ مقدسہ سے

Marfat.com

چلنے سے پہلے ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ عہد لیا تھا کہ صبح ہم دونوں اکٹھے سفر پر روانہ ہوں گے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

مروج الذہب۔

فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ مَکَّۃَ وَمَعَہٗ اَبُوْبَکْرٍ وَعَامِرُ بْنُ فُہَیْرَۃَ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اُرَیْقِطِ الدَّیْلِی دَلِیْلٌ لَّہُمْ عَلَی الطَّرِیْقِ۔

(۱۔ مروج الذہب جلد ۲ ص ۲۷۹ ذکر ہجرتہ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)
(۲۔ چہاردہ معصوم جلد اول ص ۳۷۹ تذکرہ مہاجرت امیر المؤمنین مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے چلے تو ابوبکر صدیق اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ آپ کے ہمسفر تھے اور عبد اللہ بن اریقط راستہ دکھانے کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔

مناقب ابن شہر آشوب۔

وَاسْتَتْبَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَابَکْرٍ وَ ہِنْدَ ابْنَ اَبِیْ ہَالَۃَ وَعَبْدَ اللّٰہِ بْنَ

Marfat.com

فُهَيْرَةَ وَ دَلِيْلُهُمْ اُرَيْقَطُ اللَّيْثِي۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد اوّل
ص۱۸۳ فی ہجرتہ علیہ السلام مطبوعہ قم
طبع جدید)

ترجمہ۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے سفر میں حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ ہند بن ابی ہالہ اور عبد اللہ بن فہیرہ بھی ساتھ تھے۔ اور اریقطہ اللیثی راستہ کی نشاندہی پر مامور تھا۔

امالی طوسی۔

وَاسْتَتْبَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) اَبَا بَكْرِ بْنَ اَبِىْ قُحَافَةَ وَهِنْدَ ابْنَ اَبِىْ هَالَةَ وَاَمَرَهُمَا اَنْ يَّعِدَّا لَهٗ بِمَكَانٍ ذَكَرَهٗ لَهُمَا مِنْ طَرِيْقٍ اِلَى الْغَارِ ------ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) فِىْ فَحْمَةِ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ وَالرَّصَدُ مِنَ الْقُرَيْشِ قَدْ اَطَافُوْا بِدَارِهٖ يَنْتَظِرُوْنَ اِلٰى اَنْ تَنْتَصِفَ اللَّيْلُ وَتَنَامُ الْاَعْيُنُ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقْرَاُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ

وَاَخَذَ بِيَدِهٖ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ فَرَمٰى بِهَا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ فَمَا شَعَرَ الْقَوْمُ بِهٖ حَتّٰى تَجَاوَزَهُمْ وَمَضٰى حَتّٰى اَتٰى اِلٰى هِنْدٍ وَاَبِىْ بَكْرٍ فَاَنْهَضَهُمَا فَنَهَضَا

Marfat.com

مَعَہٗ حَتّٰی وَصَلُوْا اِلَی الْغَارِ۔ (امالی شیخ طوسی تصنیف ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی شیعی جلد دوم صفحہ ۸۰ مطبوعہ قم طبع جدید)۔

ترجمہ۔

شب ہجرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ اور ہند بن ابی ہالہ بھی تھے اور آپ نے ان دونوں کو غارِ ثور کے راستہ میں ایک مکان (جگہ مخصوص) پر ٹھہرنے کا حکم فرمایا کہ ان کا انتظار کریں (خود روانہ ہو گئے) اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سیاہ رات کے آخری حصہ میں اپنے کاشانۂ اقدس سے بغرض ہجرت باہر نکلے۔ قریش کی ایک جماعت آپ کے درِ اقدس کا محاصرہ باندھ کر انتظار میں تھی۔ (کہ جب بھی آپ باہر نکلیں ان پر قاتلانہ حملہ کر دیا جائے) حتّٰی کہ رات تقریباً آدھی ہو گئی اور لوگ گہری نیند سو گئے۔ اتنے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سورۂ یٰسین کی یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر نکلے: وجعلنا من بین ایدیھم سدا الخ اور اپنے دستِ اقدس میں مٹھی بھر مٹی لے کر اس میں پھونک ماری اور محاصرہ کرنے والوں کی طرف پھینک دی جس کا اثر یہ ہوا کہ ان محاصرین کو آپ کے بارے میں گھر سے نکلنے کا قطعاً علم نہ ہو سکا۔ حتّٰی کہ آپ وہاں سے کافی دور چلے گئے۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم، ہند اور ابوبکر کے پاس تشریف لائے انھیں جگایا۔ اور یہ دونوں آپ کے ساتھ ہو لیے۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے تینوں غارِ ثور تک آ گئے۔

بحار الانوار۔

كَمَّا تَوَجَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اِلَى الْغَارِ وَ

Marfat.com

مَعَہٗ اَبُوْبَکْرٍ (بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۵۵ باب الهجرة ومباديها مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور کی طرف متوجہ ہوئے اس حال میں آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق بھی تھے۔

بحار الانوار

ثُمَّ قَالَ فِی الْمُنْتَقٰی وَرُوِیَ بِالْاِسْنَادِ الْمُتَّصِلِ عَنْ حِرَامِ بْنِ هِشَامِ بْنِ حُبَیْشٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ لَمَّا خَرَجَ مُهَاجِرًا مِنْ مَكَّةَ خَرَجَ هُوَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَمَوْلٰی اَبِیْ بَكْرٍ عَامِرُ بْنُ فُهَیْرَةَ وَدَلِیْلُهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاُرَیْقِطِ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۴۱ باب الهجرت۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ۔

پھر منتقٰی میں کہا۔ اور متصل اسناد سے حضرت حرام بن ہشام بن حبیش سے مروی ہے۔ وہ اپنے باپ اور وہ اپنے والد سے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، روایت کرتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کی نیت سے چلے تو آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق، ان

Marfat.com

کے غلام عامر بن فہیرہ بھی تھے اور راستہ دکھانے والا عبداللہ بن اریقط تھا۔

اہلِ تشیع کی مندرجہ بالا روایات سے دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ اول یہ کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم مکہ شریف سے ہجرت کی نیت کر کے باہر نکلے تو پہلے سے متعین جگہ میں موجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں سفرِ ہجرت میں اپنے ساتھ لے لیا حتیٰ کہ یہ تینوں (بلکہ چار دل) غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکلتے وقت ہی ان حضرات کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ بظاہر یہ دو روایات مختلف نظر آتی ہیں۔ لیکن ان میں تطبیق کی صورت نکل سکتی ہے۔ وہ یوں کہ جس معین مقام میں ابوبکر صدیق اور ان کے غلام منتظر تھے۔ وہ مقام سفرِ ہجرت کے راستہ میں مکہ پاک کے اندر شہر کے کسی حصہ میں واقع ہو۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر حضرت علی المرتضیٰ کو سلا کر اور امانتیں ان کے سپرد کر کے سفر کیلئے روانہ ہوئے ہوں۔ لیکن جو معترض نے پھونک ماری کہ حضرت ابوبکر صدیق بغرض جاسوسی راہ میں کھڑے تھے تو فتنہ و خوف کے پیشِ نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ لے لیا۔ اس امر کی دُور تک بھی بُو نظر نہیں آتی۔

اس وضاحت کے بعد میں ان معترضین اور ان کے ہمنوالہ و ہم پیالہ لوگوں سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ تمہاری کتب سے پیش کردہ روایات کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ غلط ہیں تو ان کی غلطی کی نشاندہی کی جائے اور اگر صحیح ہیں جیسا کہ خود تمہارے محقق و مجتہد ملا باقر مجلسی نے اس کی سند کو متصل قرار دیا۔ تو اس تصحیح کے بعد چودھویں صدی کی خرافات کا شہنشاہ اور دنیائے شیعیت کا دیمک خوردہ ستون "اسماعیل شیعہ" اگر چاند پر تھوکنے کی جسارت کر گیا اور اپنے منہ پہ سیاہی مل گیا تو یہ اس کی قسمت اور تقدیر میں لکھا تھا۔ اس سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت قطعاً داغدار نہیں ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا یہ ایسا عظیم واقعہ ہے جس پر سبھی صحابہ کرام کو

Marfat.com

رشک تھا حتیٰ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی تمام نیکیاں صرف ایک اس نیکی پر دینے کے لیے تیار تھے۔ اسی سفر میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوبکر کو لقب صدیق عطا فرمایا۔ لیکن ان جھوٹ میں پلنے والوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے لفظ صدیق کا استعمال کرنا نہایت دکھ دیتا ہے۔ اس لیے اس لقب کو مٹانے اور ختم کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاش! کہ جس شخصیت کی طرف اپنے مذہب کی نسبت کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کا ارشاد ان کے کانوں میں پڑتا اور اُسے قبول کرنے کی جسارت کرتے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے "صدیق" کی وجہ تسمیہ میں فرمایا۔

بحار الانوار۔

عَنْ خَالِدِ بْنِ نَجِيحٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ جُعِلْتُ فِدَاكَ سَمّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ صِدِّيْقًا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ قَالَ حِيْنَ كَانَ مَعَهٗ فِي الْغَارِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَرٰى سَفِيْنَةَ جَعْفَرَ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ تَضْطَرِبُ فِي الْبَحْرِ ضَالَّةً، قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّكَ لَتَرَاهَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَقْدِرُ اَنْ تُرِيَنِيْهَا؟ قَالَ اُدْنُ مِنِّيْ قَالَ فَدَنَا مِنْهُ فَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُنْظُرْ فَنَظَرَ اَبُوْ بَكْرٍ فَرَاَى السَّفِيْنَةَ وَهِيَ تَضْطَرِبُ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ نَظَرَ اِلٰى قُصُوْرِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الصِّدِّيْقُ اَنْتَ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ ص۱۷ باب الہجرة وما دیہا مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ۔

خالد بن یحییٰ کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ میں آپ پر قربان! کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کا نام "صدیق" رکھا تھا؟ کہنے لگے۔ ہاں۔ پوچھا۔ کیا وجہ بنی تھی؟ کہنے لگے۔ جب ابوبکر صدیق غارِ ثور میں ہجرت کے وقت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ تو انہیں فرمایا۔ میں جعفر بن ابی طالب کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ سمندر میں دائیں بائیں جھک کر چلتی جارہی ہے اور وہ راستہ بھول چکی ہے۔ ابوبکر صدیق نے پوچھا۔ حضور! آپ واقعی یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ پھر پوچھا کیا آپ مجھے بھی دکھا سکتے ہیں؟ فرمایا۔ میرے قریب آؤ۔ ابوبکر صدیق آپ کے قریب ہوگئے۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ دیکھو (کچھ نظر آرہا ہے) ابوبکر نے نظر اٹھائی تو سمندر میں پریشان کشتی نظر آگئی۔ پھر مدینہ والوں کے محلات کو دیکھا تو اس پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا۔ "تم صدیق ہو"۔

ابوبکر رضی کی "صدیقیت" کے واقعہ میں ملا باقر مجلسی کی بدطینتی

بحار الانوار کی سطور بالا آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صدیقیت کی وجہ تسمیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس سے بیان کی گئی۔ لیکن اس واقعہ میں حقیقت کو مسخ اور سورج کو گہنا دینے کی ملا باقر مجلسی نے گھناؤنی اور فطرتی خبث کی صفت کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی طرف سے یہ لکھا کہ:

ابوبکر نے مدینہ کے محلات اور مکانات دیکھ کر اپنے دل سے کہا۔ اے دل! میں نہ کہتا تھا کہ یہ شخص ... (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) جادوگر ہے۔

Marfat.com

تو دل نے جواب دیا۔
ہاں اب میں ان کے جادوگر ہونے کی تصدیق کر رہا ہوں۔ ملا باقر کی چالاکی ہے کہ اس نے ان الفاظ کو اپنی طرف سے گھڑ کر روایت مذکور میں داخل کر دیا۔ اور اس طرح بد دیانتی کا گھناؤنا جرم کیا۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس بات کو عقلاً و نقلاً کسی طرح بھی درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ از روئے عقل اس لیے درست نہیں کہ اگر واقعی ابوبکر صدیق آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو جادوگر سمجھتے تو ہجرت کے وقت اپنا مال و متاع اور اہل و عیال بلکہ خود اپنی ذات کو داؤ پہ نہ لگاتے۔ اور نقلاً اس لیے کہ ملا باقر مجلسی تو بعد کی پیداوار ہے اس کے بہت پہلے کا ایک شیعہ مفسر صاحب تفسیر قمی نے ان زائد الفاظ کو اپنی تفسیر میں ذکر نہیں کیا۔ وہاں صرف اس قدر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو انھوں نے وہ واقعہ دیکھ لیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں یہ سب کچھ "صدیق" ہونے کی وجہ سے نظر آیا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ سفر ہجرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے طے پایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بمعہ ان کے غلام ساتھ لیا اور پھر اللہ رب العزت نے ان کے بارے میں آیات نازل فرمائیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی واحد شخصیت ہے جنہیں قرآن نے "صاحب رسول" کہا ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں "لقب صدیق" عطا فرمایا۔ مختصر یہ کہ شان صدیق ہم اہلسنت کے لیے اس قدر عظیم ہے کہ بے مثال و بے نظیر ہے۔ اللہ تعالٰے ہم سب قارئین و ناظرین کو محبت صدیق اکبر عطا فرمائے اور قبر و حشر میں ان کی رفاقت و صحبت عطا فرمائے۔ آمین۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

جواب سوئم:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت میں ابوبکر رضہ کو ساتھ لے جانے کا حکم دیا

اسماعیل شیعی کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جاسوس قرار دینا محض اس کی اپنی اختراع ہے۔ جیسا کہ تہذیب المتین کا حوالہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس اختراع کی حقیقت کتب شیعہ میں موجود ہے۔ حضور ختمی مرتبت صلے اللہ علیہ وسلم نے سفرِ ہجرت کے دوران ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت کچھ تعریفی الفاظ ارشاد فرمائے۔ کتب شیعہ سے اس کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

حیات القلوب۔

خدا ترا امر میکند کہ علی را در جائی خود بخوابانی و میفرمائید کہ منزلت او منزلت اسماعیل ذبیح است از ابراہیم خلیل او جان خود را فدائے جانِ تو ورُوح خود را وقایہ رُوحِ تومیگرداند و ترا امر کردہ است کہ ابوبکر را ہمراہ خود ببری۔

(حیات القلوب جلد دوم صہ ۱۵۹،
باب ۲۷ در ہجرت آنحضرت سوئے
مدینہ)

ترجمہ۔

یارسول اللہ! آپ کو اللہ پاک حکم دیتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ (اپنے بستر پر) سُلادیں۔ اور یہ بھی فرماتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کا مقام آپ کے ساتھ وہ مقام ہے جو اسماعیل ذبیح اللہ کا اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ تھا۔ علی نے اپنی جان آپ کی جان کی حفاظت

Marfat.com

پر قربان کردی اور اپنی روح کو تمہاری روح کی حفاظت میں لگا دیا۔
اور اللہ نے آپ کو یہ حکم بھی دیا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق کو اپنے ساتھ لے لو۔
حوالہ بالا سے معلوم ہوا کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے ساتھ سفر ہجرت میں لیا۔ کہاں اللہ کا حکم اور کہاں جاسوسی کے خطرہ کے پیش نظر شریک سفر کرنا؟ کچھ تو عقل و فہم سے کام لو۔ مزید سنیئے۔

بحار الانوار

وَاَمَرَكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهُ اِنْ اٰنَسَكَ وَسَاعَدَكَ وَاٰزَرَكَ وَثَبَتَ عَلٰى مَا يُعَاهِدُكَ اَوْ يُعَاقِدُكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ وَفِي غُرُفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ ....
ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لِاَبِي بَكْرٍ اَرَضِيْتَ اَنْ مَعِيَ يَا اَبَا بَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا اُطْلَبُ وَتُعْرَفُ بِاَنَّكَ اَنْتَ الَّذِيْ تَحْمِلُنِيْ عَلٰى مَا اَدَّعِيْهِ فَتَحَمَّلَ عَنِّيْ اَنْوَاعَ الْعَذَابِ؟ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا اَنَا لَوْ عِشْتُ عُمْرَ الدُّنْيَا اُعَذَّبُ فِيْ جَمِيْعِهَا اَشَدَّ عَذَابٍ لَا يَنْزِلُ عَلَيَّ مَوْتٌ صَرِيْحٌ وَلَا مِنْهَجٌ مُتِيْحٌ وَكَانَ ذٰلِكَ فِيْ مَحَبَّتِكَ لَكَانَ ذٰلِكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَتَنَعَّمَ فِيْهَا وَاَنَا مَالِكٌ لِجَمِيْعِ مَمَالِكِ مُلُوْكِهَا فِيْ مُخَالَفَتِكَ وَهَلْ

Marfat.com

أَنَا وَ مَالِيْ وَ وَلَدِيْ إِلَّا فِدَاءَكَ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ لَا جَرَمَ اَنِ اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِكَ وَ وَجَدَ مَا فِيْهِ مُوَافِقًا لِّمَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّاسِ مِنَ الْجَسَدِ وَ مَنْزِلَةِ مِنَ الْبَدَنِ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۱۹ صہ ۸۱ باب الهجرة و مبادیها۔ مطبوعہ ایران صہ ۲۳۱ طبع قدیم۔)

(۲۔ تفسیر امام حسن عسکری زیر آیت او اوکلما عٰهدوا عهدا نبذه۔ صہ ۲۳۱ طبع قدیم)۔

ترجمہ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے لو۔ سو اگر وہ تمہارے ساتھ اُنس و محبت سے پیش آئیں اور تمہارا بازو بن کر تمہارا بوجھ ہلکا کریں اور آپ کے ساتھ کیے گئے تمام معاہدات و معاملات پر ثابت رہیں تو وہ آپ کے رفیقوں کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور مخلصین کے ساتھ جنت کے اعلیٰ محلات میں ہوگی ...... پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اے ابوبکر! کیا تمہیں پسند ہے کہ جس طرح کافر مجھے ڈھونڈ رہے ہوں۔ تم بھی ان کے مطلوب ہو جاؤ۔ اور تمہارے بارے میں یہ بات مشہور ہو جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام پر ابھارنے والے اور رغبت دینے والے ابوبکر صدیق ہیں۔ پھر اس

کی وجہ سے تم مصائب اور تکالیف کا بوجھ اٹھاؤ؟ جواباً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ حضور! آپ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ اگر میں عمر بھر زندہ رہوں۔ اور تا قیامت سخت ترین تکالیف کا نشانہ بنایا جاؤں۔ نہ ان تکالیف میں مجھے موت آئے کہ چھٹکارا مل جائے اور نہ ہی کوئی دوسرا راستہ سامنے آئے کہ جس پر چل کر تکلیفیں ختم ہو جائیں اور یہ سب کچھ آپ کی محبت میں پیش آئے تو میرے لیے یہ سب کچھ اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس دنیا کی نعمتیں میرے پاس ہوں۔ اور تمام بادشاہوں کی حکومتیں مل جائیں۔ لیکن آپ کی دشمنی کے عوض۔ اور کیا میں خود اور میرا سارا مال اور اہل و عیال آپ پر فدا نہیں؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یقیناً اللہ کریم تمہارے دل پر مطلع ہے۔ اور اس نے جو کچھ تم زبان سے کہہ رہے ہو۔ دل میں بھی اسی کے موافق جذبات و تصورات پائے۔ اس اللہ کریم نے تجھے میرے ساتھ وہ مقام و مرتبہ عطا کر دیا جو جسم کے ساتھ آنکھ، کان اور سر کا ہوتا ہے اور جیسا روح کا بدن کے ساتھ ہوتا ہے۔

عبارت مذکورہ سے اولاً یہ ثابت ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے رب العزت کے حکم سے سفر ہجرت میں ساتھ لیا اور دوسری بات یہ کہ ابوبکر صدیق کی جانی مالی اور دیگر خدمات کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا و آخرت میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص الخاص رفیقوں میں شامل کر دیا اور تیسری بات یہ کہ آپ نے ان کی عظمت و منزلت یوں کہہ کر بیان فرمائی کہ میں اگر جسم ہوں تو صدیق اس کے کان، آنکھ اور سر ہیں میں اگر روح ہوں تو صدیق اس کا بدن ہیں۔ یعنی جس طرح آنکھ کان اور سر کی ایذا جسم کی ایذا اور بدن کی تکلیف روح کی تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ابوبکر صدیق کو دکھ پہنچانے والا دراصل مجھے ستا رہا ہے اور ان کو برا بھلا کہنے والا میرے ساتھ ایسا سلوک کر رہا ہے۔

کہیے معترض صاحب! ابوبکر صدیق کو "جاسوس" کہہ کر کس کو ناراض اور کس کو خوش کر

Marfat.com

رہے ہو۔ ان کی صداقت سے انکار کے بہانے تلاش کرنے والو کس روش پر چل رہے ہو؟ گمراہی کی پٹی آنکھوں پر سے ہٹاؤ۔ تعصب اور صحابہ کرام کی دشمنی کا مرض ذہن سے دور کر دو اور اللہ تعالیٰ سے گزشتہ گناہوں اور گستاخیوں کی صدق دل سے معافی چاہتا ہوں۔ ابھی در توبہ کھلا ہے۔ ممکن ہے آخرت سدھر جائے، لیکن ؎

این سعادت بزور بازو نیست | تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب چہارم۔

بحار الانوار کے مذکور حوالہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ قابل غور ہیں "کیا تمہیں منظور ہے۔ کہ جس طرح میں کفار مکہ کو مطلوب ہوں تم بھی ہو جاؤ۔ جیسے وہ میرے قتل کے در پے ہیں۔ تمہارے بھی پیچھے پڑ جائیں۔ اور اس تمام کام کا تجھے ذمہ دار ٹھہرا کر سختیوں پر سختیاں کریں؟ اس کے جواب میں ابوبکر صدیق نے عرض کیا۔ مجھے تا عمر تکلیفیں اٹھانا اور آپ کی محبت میں سختیاں جھیلنا گوارا ہے لیکن آپ کی دشمنی میں پوری دنیا اور اس کی آسائشیں منظور نہیں"۔

کیا ایسا مکالمہ اور سوال و جواب ایسے دو شخصوں کے درمیان ہوتا ہے۔ جو ایک دوسرے کے دشمن ہوں۔ ایک جاسوس بھلا جس کی جاسوسی کے لیے مقرر ہو۔ اس کو اپنی اس انداز سے خدمات پیش کیا کرتا ہے۔ کیا کسی جاسوس کو بھی تلاش کیا جاتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں ایسا مکالمہ دو دوستوں کے درمیان ہوتا ہے اور جاسوس مطلوب نہیں بلکہ جاسوس کا مطلوب "مطلوب" ہوتا ہے۔ اگر بقول معترض ایسا ہی تھا جیسا وہ کہہ رہا ہے۔ تو پھر ابوبکر کی تلاش اور اُن کے پاؤں کے قدموں کے نشان وغیرہ کو ڈھونڈھ کر سراغ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ کفار مکہ نے جب ابوبکر کی شکل میں حضور کا جاسوس مقرر کر دیا تھا۔ اب ان دونوں کی جاسوسی کے لیے پاؤں کے نشانات سے کھوج لگانے والے کی خدمات کیوں لی گئیں۔ ذرا بحار الانوار میں اس مقام

Marfat.com

راہب کو یہ کہتے سُنا کہ ایک آدمی ایسا تلاش کرو جو حرم کعبہ کا ہو۔ میں نے اُسے اپنے متعلق بتلایا تو کہنے لگا کہ کیا وہاں نبی آخر الزمان تشریف لا چکے ہیں کیونکہ ان کا ظہور وہیں ہونا مقدر ہوا ہے۔ پھر وہاں سے مدینہ کی طرف ان کی ہجرت ہوگی۔ مجھے چونکہ اس واقعہ کا علم نہ تھا اسلیے اُسے تو میں کچھ نہ بتا سکا لیکن میرے دل میں یہ بات کھٹکتی رہی۔ میں بہت جلد مکہ واپس آیا۔ تو لوگوں کو یہ کہتے سُنا۔ محمد بن عبداللہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اور ابن ابی قحافہ نے ان کی نبوت کو تسلیم کر لیا ہے۔ میں یہ سُن کر ابوبکر صدیق کے پاس حاضر ہوا اور پوچھا۔ کیا تم نے اس شخص کی اتباع کر لی ہے۔ کہنے لگے ہاں۔ تم بھی ان کے پاس جاؤ اور ان کی اتباع کا عہد کر آؤ۔ کیونکہ حق کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت طلحہ نے صدیق اکبر کو اپنے ساتھ ہونے والا بصرہ کے راہب کا واقعہ سنایا۔ تو دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور طلحہ بھی اسلام لے آئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راہب کی بات بتلائی۔ اس کو سُن کر آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

فَلَمَّا اَسْلَمَ اَبُوْ بَكْرٍ وَطَلْحَةُ اَخَذَهُمَا نَوْفَلُ بْنُ خُوَيْلِدِ
اِبْنِ عَدَوِيَّةَ فَشَدَّهُمَا فِيْ حَبْلٍ وَّاحِدٍ وَلَمْ يَمْنَعْهُمَا
بَنُوْ تَمِيْمٍ وَكَانَ نَوْفَلُ بْنُ خُوَيْلِدٍ يُدْعٰى اَشَدَّ قُرَيْشٍ۔

(اعلام الورٰی ص۵۱ باب مبدأ الوحی
مطبوعہ بیروت طبع جدید)۔

تاریخ ائمہ۔

اب تو قریش نے اور زیادہ ستانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کوہ صفا میں ارقم کے مکان پر جا چھپے ہیں۔ حضرت حمزہ پھر حضرت عمر مشرف با سلام ہوئے۔ یہ واقعہ ۶ سنہ بعثت کا تھا۔ انہی دنوں میں حضرت ابوبکر کے اصرار پہ آنحضرت مسجد کعبہ میں تشریف لائے اور ابوبکر خطبہ پڑھنے لگے۔ کفار نے حضرت ابوبکر کو لاتوں اور جوتوں سے خوب مارا۔ حضرت دارِ ارقم میں پھر چلے

Marfat.com

گئے۔ اسی دن حضرت عمر مسلمان ہوئے۔ مشرف باسلام ہونے کے بعد حضرت عمر نے بھی خانہ کعبہ کی طرف جانے پر مجبور کیا۔ حضرت گئے۔ کفار مزاحم ہوئے۔ حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عمر نے ان کو ہٹایا۔ (تاریخ آئمہ ص ۱۰۵)

یہ ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ جنہیں محبت رسول کی پاداش میں کفار نے مختلف طریقوں سے ستایا۔ کبھی انہیں رسی سے باندھا گیا۔ کبھی ان پر لاتوں اور جوتوں کی بارش کی گئی لیکن اس مرد خدا نے سب کچھ برداشت کیا اور اتباع رسول کا دامن ہرگز نہ چھوڑا۔ یہ وہ وقت تھا جب کوئی بھی ایمان قبول کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتا، کہ اس کے بعد میرے ساتھ جو کچھ ہوگا کیا میں اُسے برداشت کر سکوں گا۔ لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مصائب و آلام اور نقصان کی پرواہ تک نہ کی کہ یہ سب کچھ وہ شخص کر رہا ہے جو دس گیارہ سال کے بعد جاسوس بنے گا؟ کیا یہ تکلیفیں اسلیے تھیں کہ ہجرت کی رات ان کا بدلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جاسوسی کر کے لیا جائے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہر آڑے وقت کام آنے والے ابوبکر صدیق ہی ہیں۔ اور یہ سب کچھ ان کی بے انتہا عقیدت اور محبت کی علامت ہے۔ سفر ہجرت کے دوران انھوں نے اپنی خدمات پیش کیں اور عرض کیا۔ حضور! کفار ہماری تلاش میں نکلیں گے اور ہمارے پاؤں کے نشانات پر چل کر شاید کوئی مصیبت کھڑی کر دیں۔ آپ میرے کندھوں پر سوار ہو جائیں تاکہ نشانات ہی نہ بنیں اور وہ ناکام و خاسر ہو کر لوٹ جائیں۔ کیا ایسی ترکیب عرض کرنے والا جاسوس ہوا کرتا ہے۔؟

حملہ حیدری۔

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں	چو سالم بحفظ جہاں آفریں
ز نزدیک آں قوم پر مکر رفت	بسوئے سرائے ابوبکر رفت
پئے ہجرت آں نیز ایستادہ بود..	کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبی بر در خانہ اش چوں رسید	بگوشش صدائے سفر دور سید

Marfat.com

چوں بو بکر زاں حال آگاہ شد
زخانہ بیروں رفت وہمراہ شد

چوں رفتند چندیں بداماں دشت
قدوم فلک سائے مجروح گشت

ابو بکر آنگہ بدوشش گرفت
دلے زیں حدیث است جائے شگفت

کہ ازکس چناں قوت آمد پدید
کہ بار نبوت تواند کشید۔

(حملہ حیدری جلد اول صـ۲۸ تذکرہ روان شدن کفار قریش بطلب آں حضرت مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم بحفاظت اللہ تعالیٰ اس قوم کے مکروفریب سے بچ کر نکلے تو سیدھے ابوبکر صدیق کے گھر تشریف لائے۔ یہ بھی انتظار میں کھڑے تھے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشگی انہیں مطلع کر دیا تھا۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے گھر جلوہ فرما ہوئے۔ جب کچھ سفر طے کیا تو پتھروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے۔ یہ دیکھ کر صدیق اکبر نے آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔ لیکن یہ انتہائی عجیب معاملہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے کمزور آدمی میں اتنی قوت کیسے آگئی کہ نبوت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسقدر والہانہ محبت تھی۔ کہ آپ کی تکلیف انہیں گوارا نہ ہوتی۔ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور حضور کو مغموم دیکھا تو فوراً اپنی معصوم بیٹی "عائشہ" پیش خدمت کر دی۔

تاریخ آئمہ۔

حضرت ابوبکر کی بیٹی تھیں سنہ بعثت میں جب حضرت خدیجہ انتقال کر چکیں تو ان کی.. جدائی پر آنحضرت کو بڑا صدمہ ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر جناب عائشہ کو آنحضرت کی خدمت میں لائے اور کہا یا رسول اللہ! یہ بچی آپ کے صدمہ کو کچھ کم کرے گی۔ غرض حضرت نے حضرت عائشہ سے نکاح کر لیا۔ مگر زفاف کی نوبت نہیں آئی جب حضرت ہجرت کر کے مدینہ آئے اور حضرت ابو بکر بھی وہاں پہنچ گئے۔ تو آپ نے آنحضرت سے پوچھا۔ اے رسولِ خدا! آپ اپنی بیوی سے صحبت کیوں نہیں فرماتے؟ فرمایا ابھی مہر کا روپیہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ ابا جان نے آنحضرت کو ساڑھے بارہ اوقیہ میرا مہر ادا کرنے کو دیا تب حضرت نے اُسے ہمارے ہاں بھیجا۔

(تاریخ آئمہ ص ۱۴۷ تذکرہ ازواج
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ
کتب خانہ شاہ نجف لاہور)۔

الحاصل۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وہ شخصیت تھی۔ کہ
قرآن و حدیث جن کی وفا شعاری اور جاں نثاری کی گواہی دیتے ہیں۔
جنھوں نے اپنا مال اپنی جان و اولاد حضور کی محبت میں قربان کر دی۔
جنھوں نے محبتِ مصطفٰے کی خاطر کفار کے مصائب و آلام برداشت کیے۔
جنھوں نے سفرِ ہجرت میں آپ کا ساتھ دیا اور اپنے اہل و عیال کو کھانے پینے کی اشیاء پہنچانے پر مامور فرمایا۔

Marfat.com

جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کنکریوں سے زخمی ہونے پر اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔

جنہوں نے حضرت خدیجہ کے انتقال کے صدمہ کو کم کرنے کے لیے اپنی لختِ جگر حضور کے عقد میں دیدی۔

جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس میں دائیں پہلو پر جگہ پائی۔

جنہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر تمام صحابہ کرام کی امامت فرمائی۔

ایسے عظیم المرتبت خلیفہ اور جانثارِ مصطفےٰ کی ذات پر "جاسوسی" کا الزام دھرنا کہاں کی شرافت ہے کہاں کی انسانیت ہے؟ اسلام وایمان تو اس کے بعد کی بات ہے۔ یہ الزام وطعن گھڑنے والے جل جائیں، مر جائیں۔ ان کا منہ سیاہ ہو جائے لیکن پھر بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صدیق اکبر کی محبت اور رفاقت کو ختم نہیں کر سکتے۔ روضۂ انور سے صدیقِ اکبر کی قبر کو جدا نہیں کر سکتے اور مصلیٰ امامت پر نماز اور منصب خلافت جو ادا کر چکے اُسے کسی طرح مٹا نہیں سکتے۔

اس لیے بہتر یہی ہے کہ بارگاہِ صدیقی میں حاضر ہو کر گزشتہ کی معافی اور آئندہ کی احتیاط کا وعدہ کر لو۔ وہ سخی ہیں۔ سخی کے غلام ہیں۔ ضرور معاف کر دیں گے۔

آگے تمہاری مرضی۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

Marfat.com

طعن پنجم

شب ہجرت ابو بکر نے دو سو درہم کی اونٹنی نو سو درہم کی فروخت کر کے موقعہ پرستی اور مفاد پرستی کا مظاہرہ کیا

تاریخ ائمہ۔

غارِ ثور مدینہ کی طرف مکہ سے ایک گھنٹہ کی راہ پر ڈھائی میل جنوب کو واقع ہے۔ جب حضرت ابوبکر حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے ہیں تو حضرت کی خدمت میں دو اونٹنیاں پیش کیں کہ ان سے جو پسند ہو اپنی سواری کے لیے قبول فرمالیں۔ حضرت نے فرمایا۔ اس شرط سے کہ قیمت پر دو۔ حضرت ابوبکر فوراً راضی ہو گئے اور دو سو درہم کی ایک اونٹنی حضرت کے ہاتھ (سات سو درہم نفع لیکر) نو سو درہم کو بیچ دی۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ صد ۲۴)۔

(تاریخ ائمہ ص ۱۰۹-۱۱۰ واقعہ ہجرت

مطبوعہ لاہور)۔

دیکھیے۔ حضور ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم گھر بار چھوڑ کر مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرما رہے ہیں۔ ایسے آڑے وقت میں ایک مخلص دوست کی پہچان ہوتی ہے اور کھرا کھوٹا الگ ہو جاتا ہے۔ اگر ابوبکر صدیق واقعی محب رسول اور جاں نثار تھے تو اس آڑے وقت میں ان کو سواری کے لیے اونٹنی مفت پیش کرنا چاہیے تھی۔ اور اگر حالات مالی طور پر ناگفتہ تھے تو بھی دو سو درہم کی ہی فروخت کر دیتے۔ آخر سات سو درہم زائد از قیمت وصول کرنا اور وہ بھی اس مجبوری کے عالم میں ایک محب صادق سے کیونکر وقوع پذیر ہوا۔ اس سے صاف ظاہر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر کو سچی محبت نہ تھی بلکہ مفاد پرستی پر مبنی تھی۔ جبکہ یہ روایت بھی سنیوں کی کتاب سے ہم نے نقل کی ہے۔

جواب اوّل۔

اس روایت کا راوی شیعہ ہے۔

ایک بات جو ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں۔ یعنی یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت و اتباع میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سفر ہجرت کرنا ان معترضین کو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اور اس شرف و فضیلت کو کم کرنے کے لیے دائیں بائیں بہت مارتے ہیں۔ یہ طعن بھی اسی قسم کی ایک گندی ذہنیت کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اور اس اندھے پن میں انھیں یہ نہیں سوجھتا کہ اس طعن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال پہ اثر پڑنے کی وجہ سے خود حضور پہ بھی اثر ہوگا بہرحال معترض نے "مدارج النبوۃ" کا حوالہ پیش کیا ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے اور حقیقت بھی ہے کہ روایت مذکورہ کی شیخ محقق شاہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی سند ذکر نہ کی جس

Marfat.com

کی بناء پر یہ روایت قابلِ اعتبار نہ رہی۔ بلکہ اہلِ سنت کی کسی دوسری کتاب میں بھی اس کی سند مرفوع یا صحیح قطعاً مذکور نہیں۔ صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت "روضۃ الاحباب" سے نقل کی۔ اوّل تو بے سند ہونے کی وجہ سے شیعہ سُنی دونوں کے اصول ایسی روایت کو قابلِ حجت شمار نہیں کرتے۔ ثانیاً یہ کہ "روضۃ الاحباب" ہم اہلِ سنت کے ہاں قابلِ اعتماد آدمی نہیں ہے۔ بلکہ اس کو شیعہ لوگوں نے شیعہ ہونا تسلیم کیا ہے۔ ثبوت لیجئے۔

الکنیٰ والالقاب۔

سید عطاء الدین امیر فضل اللہ شیرازی دشتکی است کہ محدث است و مولف کتاب روضۃ الاحباب در سیرۃ پیغمبر و آل و اصحاب است کہ بفرمان علی شیر بادشاہ ہرات نوشتہ کہ عمزادہ امیر غیاث الدین منصور معروف است کہ از علماء قرن نہم است و لپسر بزرگوارش میر نسیم الدین محمد ملقب بمیرک شاہ کوشید در تکمیل علوم و فنون بو یژہ علم حدیث کہ در آں یگانہ زماں و تنہا بود میان اقران۔۔ و اورا اعتراضے است بر سخنان ذہبی در کتاب المیزان کہ دلالت دارند بر انکہ شیعہ بودہ بروضات مراجع کن۔

(الکنیٰ والالقاب جلد ۳ صد ۱۴۶
تذکرہ جمال الدین دیگر مطبوعہ تہران
طبع جدید)۔

ترجمہ۔

جمال الدین نامی ایک اور شخص ہے جس کا پورا نام یہ ہے۔ سید عطاء الدین امیر فضل اللہ شیرازی دشتکی۔ یہ شخص محدث تھا۔ اور روضۃ الاحباب نامی کتاب کا مؤلف تھا جس

Marfat.com

ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل و اصحاب کی سیرت مذکور ہے۔ یہ کتاب مؤلف مذکور نے امیر علی جو ہرات کا بادشاہ تھا، کے حکم سے لکھی۔ اور امیر علی مذکور امیر غیاث الدین منصور کا چچازاد بھائی تھا نویں صدی ہجری کے مشہور علماء میں سے ہوا۔ اس کا لڑکا میر نسیم الدین محمد جو میرک شاہ کے لقب سے مشہور ہے۔ علوم و فنون میں بڑی کوشش کی اور خاص کر علم حدیث کو بڑی محنت سے حاصل کیا۔ اپنے زمانہ کا یگانا اور تنہا عالم تھا اور اس علامہ جمال الدین نے امام ذہبی کی کتاب المیزان پر بعض اعتراضات کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص شیعہ تھا مزید تحقیق کے لیے "روضات" کتاب کی طرف رجوع کریں۔

تبصرہ۔

"ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا" مثل و کہاوت اس طعن کے پیش کرنے والے پر صادق آتی ہے۔ طعن کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول بلا فصل پر جو اس معترض اور اس کے ساتھیوں کو اچھے لگتے ہی نہیں اور پھر یہ کہ طعن کا اصل محرک ملا جمال الدین صاحب روضۃ الاحباب ہے۔ جو خود اسی معترض کا باوا نکلا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سنی تو محض نقل کرنے کی وجہ سے مرکز بنا دیے گئے۔ ہاں اگر کوئی صحیح مستند روایت ہوتی اور وہ بھی کسی اہلسنت کی معتبر کتاب سے تو ہم اس کا تانا بانا دیکھتے۔ لہٰذا ایک شیعہ نے دوسرے شیعہ کی عبارت پیش کر دی۔ تو جس طرح پیش کرنے والا حاسد اور بغض و عداوت صحابہ کا مجسمہ اسی طرح ناقل بھی ہے۔ اس سے طعن کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت پہ اس طعن سے کوئی نقص نہیں پڑتا۔

Marfat.com

جواب دوم۔

زیادہ قیمت نبی علیہ السلام نے خود دی ابوبکر صدیق نے مانگی نہیں

بالفرض ہم روایت مذکورہ علی سبیل تنزل مان لیتے ہیں۔ لیکن اس سے پھر بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات پر کوئی اعتراض نہیں بنتا۔ اس کی وضاحت یہ ہے۔ کہ اس روایت میں اس امر کا قطعاً کوئی تذکرہ نہیں کہ سیدنا صدیق اکبر نے از خود ۹ سو درہم قیمت مانگی۔ اور دو سو پر دینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت شریفہ کریمہ کے مطابق از خود زیادہ رقم عطا فرما دی ہو۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار ایسے کر لیا کرتے تھے۔ بلکہ بعض دفعہ تو ایسے بھی ہوا۔ کہ مقررہ قیمت سے زیادہ عطا فرما کر پھر خریدی ہوئی چیز بھی واپس کر دی۔ صحیح بخاری شریف میں واقعہ مذکور ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک سفر کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سو درہم دیکر ایک اونٹ خرید فرمایا اور وعدہ فرمایا کہ مقررہ رقم مدینہ منورہ پہنچ کر عطا کر دوں گا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ اونٹ لیے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقررہ رقم سے زیادہ رقم بھی عطا فرمائی اور اونٹ بھی واپس کر دیا۔ حوالہ کے لیے بخاری شریف جلد اوّل ص ۳۰۹ و ۳۰۵، مطبوعہ کراچی ملاحظہ ہو۔

لہٰذا یہ واقعہ جو طعن میں ذکر ہوا، وجہِ طعن تب بنتا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے از خود ۹ سو درہم کا مطالبہ کیا اور کم قیمت پر دینا منظور نہ کیا۔ اور پوری دنیائے شیعیت اس کو ثابت نہ کر سکی اور نہ کر سکے گی۔ اگر ہمت ہے تو منہ مانگا انعام پاؤ۔ اور ایک صحیح مستند حوالہ دکھاؤ۔ تو معلوم ہوا، ممکن ہے کہ حضور رحمتہ المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت کریمہ

Marfat.com

کے مطابق زیادہ دینے کا وعدہ فرمالیا ہو۔ لہذا طعن سرے سے ہی اٹھ جاتا ہے۔

جواب سوم۔

اونٹنی کی قیمت اس لیے عطاء کی۔ تاکہ ہجرت ایسی عبادت اپنے مال سے ہو۔ اور وہ بھی جائز قیمت عطاء کی

کتب اہل سنت میں سے معتبر کتب میں یہ واقعہ مختصر طور پر یوں مذکور ہے:
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں جب ابوبکر صدیق نے عرض کیا۔ حضور! ہجرت کے لیے میں نے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی ہیں ایک آپ کے لیے اور دوسری اپنے لیے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ میں تو سفر ہجرت اپنی ملکیتی اونٹنی پر کروں گا۔ ابوبکر صدیق دست بستہ عرض گزار ہوئے حضور! یہ دونوں آپ ہی کی تو ہیں۔ فرمایا نہیں ہم چاہتے ہیں کہ اتنی قیمت لے لو جتنی دے کر آئے ہو۔ صدیق اکبر نے یہ بات مان لی۔

فتح الباری۔

(قَوْلُهٗ اِحْدٰی رَاحِلَتَیَّ هَاتَیْنِ قَالَ بِالثَّمَنِ) زَادَ ابْنُ اِسْحَاقَ قَالَ لَا اَرْكَبُ بَعِيْرًا لَيْسَ هُوَ لِيْ قَالَ فَهُوَ لَكَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ بِالثَّمَنِ الَّذِیْ ابْتَعْتَهَا بِهٖ قَالَ اَخَذْتُهَا بِكَذَا وَكَذَا قَالَ اَخَذْتُهَا بِذٰلِكَ قَالَ هِیَ لَكَ وَفِیْ حَدِيْثِ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ عِنْدَ الطَّبْرَانِیْ فَقَالَ بِثَمَنِهَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ بِثَمَنِهَا

Marfat.com

اِنْ شِئْتَ وَ نَقَلَ السُّهَيْلِيُّ فِي الرَّوْضِ عَنْ بَعْضِ شُيُوخِ الْمَغْرِبِ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ اِمْتِنَاعِهٖ مِنْ اَخْذِ الرَّاحِلَةِ مَعَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ اَنْفَقَ عَلَيْهِ مَالَهُ فَقَالَ اَحَبَّ اَنْ لَّا تَكُوْنَ هِجْرَتُهُ اِلَّا مِنْ مَالِ نَفْسِهٖ ۔

(۱۔ فتح الباری شرح البخاری تصنیف علامہ ابن حجر عسقلانی جلد ۷ صفحہ ۱۸۷ باب ہجرۃ النبی الخ مطبوعہ مصر طبع قدیم)۔
(۲۔ عمدۃ القاری شرح البخاری جلد ۱۷ صفحہ ۴۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

ترجمہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ کے لیے ہے۔ آپ نے فرمایا قیمت دے کر میری ہو گی! ابن اسحاق نے یہ زیادہ لکھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس اونٹ پر سوار نہ ہوں گا جو میری ملکیت نہیں۔ ابوبکر نے عرض کیا۔ وہ آپ کا ہی ہے۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ اتنی قیمت کہ جتنی دے کر تم نے خریدا ہے لو۔ ابوبکر صدیق نے عرض کیا میں نے اتنے اتنے داموں سے خریدا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اتنے دراہم کا میں نے لے لیا ہے۔ کہا، پھر وہ آپ کا ہو گیا۔ اسماء بنت ابی بکر کی حدیث میں ہے جسے طبرانی نے ذکر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر! قیمت لے کر۔ عرض کیا۔ جیسے آپ کی مرضی۔ سہیلی نے "روض" میں بعض مغربی شیوخ کے حوالہ سے ذکر کیا کہ جب پوچھا گیا کہ آپ نے وہ سواری لینے سے انکار کیوں کر دیا تھا۔ حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کئی ایک مواقع پر اپنا مال مفت

میں پیش کر دیا۔ تو جواب دیا۔ اس میں حکمت یہ تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند یہ فرمایا کہ ہجرت کے دوران آپ اپنا ذاتی ملکیتی مال خرچ فرمائیں۔

کتب اہل سنت میں جو واقعہ مذکور ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یعنی یہ کہ حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مفت اونٹنی دینے کی پیش کش کی۔ اور مختلف طریقوں سے پیش کش کی۔ قیمت کے بغیر اُسے منظور کرنا پسند نہ فرمایا۔ تو یہ قیمت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پہ لی گئی۔ اور دوسری بات یہ بھی کہ قیمت اتنی ہی لی گئی۔ جتنی خریداری کے وقت ابو بکر صدیق نے خرچ کی تھی۔ لہٰذا دو سو والی نو سو میں بیچنے کی کوئی روایت نہیں ہے۔

علی حیدر نقوی معترض کی بد دیانتی

طعن مذکور میں نقوی مذکور نے جس کتاب اہل سنت کا حوالہ پیش کیا۔ اس کی آخر تک عبارت اگر ذکر کر دی جاتی۔ تو سرے سے طعن بنتا ہی نہ۔ لیکن جہاں تک مطلب تھا ذکر کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ نقوی کی چھوڑی ہوئی عبارت یہ ہے۔

مدارج النبوۃ۔

وماناکہ حکمت در خریدن ناقہ از ابو بکر صدیق باوجود نہایت صدق و داد وغایت اتحاد وسابقہ انفاق ابو بکر اموال کثیر را بر آنحضرت آں بود کہ نخواستہ کہ در راہ خدا استمداد و استعانت از کسے جوید۔ چنانکہ خلاصۂ اشارت آیت لَا تُشْرِكْ بعبادت ربہ الخ در آں ناظر است۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم ص۵۸ باب،
چہارم در سال سیزدہم در بیان قصۂ ہجرت)

ترجمہ:۔

اور معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اونٹنی خریدنے پر اصرار کرنا بایں وجہ تھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ چاہا کہ اللہ کی راہ میں (ہجرت کے وقت کسی سے امداد طلب کریں۔ حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی صداقت، انصاف اور انتہائی قریبی تعلقات کی وجہ سے بہت دفعہ کثیر مال انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی میں مفت پیش کر دیا۔ تو آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ تشرک بعبادۃ ربہ احدا پیش نظر تھا۔

"مدارج النبوۃ" کی عبارت آپ نے دیکھی۔ اس عبارت میں طعن مذکور کا جواب بھی چونکہ موجود تھا۔ اس لیے نقوی اسے ہضم کر گیا۔ صاف صاف مذکور ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارہا کثیر مالی قربانی دی۔ اور وہ بھی بغیر احسان جتلائے۔ وہ اس دفعہ بھی ایسا ہی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ثمن دیکر لینا چاہا۔ اور اسپر اصرار فرمایا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش بلکہ اصرار پر اتنی ہی رقم لی۔ جو اصل خرید تھی۔ چونکہ سفرِ ہجرت عبادت تھا۔ اس لیے اس میں خلوص کے پیشِ نظر آپ نے کسی کی مدد کو دخیل نہ ہونے دیا۔ بہر حال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹنی اتنی ہی قیمت پر پہنچی گئی جتنی سے خریدی گئی تھی۔ لہٰذا یہ کہنا کہ سات سو درہم صدیق اکبر نے زیادہ لیے، بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور صدیق اکبر کو بدنام کرنے کے لیے صاحب روضۃ الاحباب نے نہ جانے کہاں سے اٹھالی تھی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار۔)

جواب چہارم

معتبر کتب اہل تشیع کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار کے پیش نظر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اونٹنی کی اصل قیمت وصول کی

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ کہ طعن مذکور بالکل بے بنیاد ہے۔ کوئی صحیح اور مرفوع روایت اس بارے میں نہیں ملتی۔ صرف روضۃ الاحباب میں مذکور ہے۔ اور ہماری کتب سے آپ یہ بھی ملاحظہ فرما چکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص عبادت کی بجا آوری کے لیے مفت اونٹنی لینا گوارا نہ فرمایا۔ بلکہ قیمت خرید دے کر خرید لی۔ اور صدیق اکبر نے آپ کے اصرار پر یہ سب کچھ قبول کیا۔ لیکن اسی نزعی واقعہ پر جب دشمنانِ صدیقِ اکبر حاشیہ آرائی کرتے ہیں تو ایسے الفاظ اور جملے تحریر کر دیتے ہیں جو کافر سے کافر بھی نہیں کہتا۔ بطور نمونہ دیکھیے۔

تہذیب المتین۔

سوداگر لوگ عموماً جزوی نفع پر مال فروخت کرتے ہیں۔ بعض جن کو زیادہ چاٹ لگی ہوتی ہے سوائے ڈیوڑھے تک کر لیتے ہیں مگر حضرت یار غار کا دونے پر بھی پیٹ نہ بھرا۔ انھوں نے دو سو یا چار سو کا مال نو سو پر پیغمبر خدا کے ہاتھوں فروخت کیا۔

(تہذیب المتین تاریخ امیر المؤمنین
جلد اول ص ۵۳ مطبوعہ یوسفی دہلی
طبع قدیم۔)

ان عبارات میں سے ایک عبارت ہم نے بطور نمونہ پیش کی۔ اس سے آپ اندازہ

Marfat.com

لگائیں کہ ان بدفطرت اور شیطان صفت مردودوں نے بارگاہ صدیقی ہیں کن الفاظ سے توہین کی۔ سیدنا صدیق اکبر کی سیرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کا تفصیلی مواد تاریخ اسلام کی کتب میں موجود ہے۔ خود شیعہ کتابوں میں جب یہ موجود ہے کہ شب ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی قیمت خرید پر ہی لی تھی۔ ایک پیسہ بھی زائد ادا نہ کیا۔ اس کے باوجود "تہذیب المتین کے بد تہذیب مصنف نے جو کچھ لکھا۔ آپ نے ملاحظہ کیا۔ چلتے چلتے ذرا ان کی کتب سے بھی اس بارے میں حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

بحار الانوار۔

فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ قَدْ كُنْتُ اَعْدَدْتُ لِيْ وَلَكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ رَاحِلَتَيْنِ تَرْتَحِلُهُمَا اِلٰى يَثْرِبَ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اٰخُذُهُمَا وَلَا اَحَدُهُمَا اِلَّا بِالثَّمَنِ قَالَ فَهِيَ لَكَ بِذٰلِكَ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۶۲ باب الہجرۃ ومبادیہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے پیغمبر! میں نے آپ کے لیے اور اپنے لیے دو سواریاں تیار کر رکھی ہیں۔ تاکہ ان پر سوار ہو کر ہم دونوں یثرب (مدینہ) کی طرف کوچ کریں گے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نہ تو دونوں سواریاں لوں گا اور نہ ایک مگر ثمن ادا کر کے۔ یہ سن کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تو پھر اس ثمن کے بدلہ

ہیں ایک سواری آپ کی ہوگئی ۔

اہلِ تشیع کے معتبر امام نے اونٹنی کی قیمت وہی بتلائی جو بوقت خرید ادا کی گئی تھی ۔ اگر ایک درہم بھی زیادہ ہوتا تو ضرور اسکا ذکر کرتا ۔ بفرض تسلیم اگر حضرت ابوبکر نے زیادہ قیمت وصول کی ۔ تو اس سے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ اصل قیمت کیا تھی ۔ تاکہ اس کی تعیین کے بعد زیادتی کا معاملہ سمجھ آسکے ۔ اس سلسلہ میں کوئی روایت متفق علیہ نہیں ۔ اگر ۹ سو درہم قیمت خرید تھی اور اتنے ہی دراہم کے بدلے میں بیچی گئی تو کوئی منافع نہ ہوا ۔

روضۃ الصفاء

ابوبکر التماس نمود کہ ازیں دو شتر کہ دارم یکے را قبول فرمائی ۔ پیغمبر فرمود کہ بقیمت فرا میگیرم ۔ بعضے گفتہ اند کہ ابوبکر اشتر بجہت حضرت رسالت پناہ بنہصد درہم خریدہ بود دربرخی بچہار صد درم گفتہ اند ۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد دوم صہ ۲۹۸
ذکر احوال خاتم الانبیاء مطبوعہ لکھنؤ
طبع قدیم ۔)

ترجمہ ۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے التماس کی ۔ یارسول اللہ! ان دو اونٹوں میں سے کوئی سا ایک اپنی سواری کے لیے قبول فرمالیں ۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں قیمت ادا کرنے کے بعد لوں گا ۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اونٹ صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر نوسو درہم میں خریدا تھا ۔ اور کچھ لوگ اس کی قیمت چارسو درہم بھی بتلاتے ہیں ۔

لیجئے ناظرین! دوسو کی خرید کر ۹ سو درہم میں اونٹنی بیچی گئی۔ یہ سفید جھوٹ کہاں گیا؟ خود جھوٹوں کے بادشاہ نے صفائی دیدی اور اس کی قیمت خرید ۹ سو بھی بتلائی اور وہ بھی اس لیے خریدی گئی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سواری کے کام آئے۔ بعض نے اس کی خرید ۴ سو درہم بتلائی۔ اونٹنی ایک ہے اس کی قیمت خرید بھی ایک ہی ہو گی کیونکہ خریدار بھی ایک ہے اور وقت خرید بھی ایک۔ لہٰذا اب معترض سے ہی پوچھئے۔ دو سو درہم قیمت خرید حتمی طور پر تمہیں کس ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ جبکہ تمہاری کتابوں میں اس کی قیمت پر اتفاق نہیں۔ تو قیمت خرید اور قیمت فروخت میں فرق خواہ مخواہ قائم کر لیا گیا معترض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات پر کسی نہ کسی طرح اعتراض کی گنجائش نکال لیتا ہے۔ آخر ہر شخص کے لیے وہ کام آسان بنا دیا جاتا ہے جو وہ کرنے کی ٹھان لیتا ہے۔ اس کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہیں کہ وہ مقلب القلوب ہے۔ ان بدفطرت اور بداصل لوگوں کو ہدایت عطا فرما دے۔

Marfat.com

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ردِ شیعہ پر تین عظیم الشان اور بے مثال تحقیقی شاہکار کتب

تحفہ جعفریہ ۵ جلدیں

فقہ جعفریہ ۴ جلدیں

عقائد جعفریہ ۴ جلدیں

تالیفات

محقق اسلام قاطع رفض وبدعت مناظر اسلام علامہ الحاج

محمد علی علیہ الرحمہ نقشبندی

بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج لاہور

خصوصیات

- انداز بیان نہایت سادہ، آسان، علماء و عوام کیلئے یکساں مفید۔
- ردِ شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
- تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتب شیعہ سے کیا گیا ہے۔
- ان کتب کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
- تینوں کتب محققین و مناظرین کیلئے انمول خزانہ اور گستاخان صحابہ کیلئے تازیانہ عبرت ہیں۔
- بنظر انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کیلئے مجبور ہو جائے گا۔

چیدہ چیدہ مضامین درج ذیل ہیں

تحفہ جعفریہ

مسئلہ خلافت، فضائل صحابہ کرام، خصوصاً خلفائے ثلاثہ، امہات المؤمنین، امیر معاویہ از کتب شیعہ صحابہ و اہل بیت کے خاندانی خوشگوار تعلقات، صحابہ کرام پر کئے گئے اعتراضات کے دندان شکن جوابات، باغ فدک، حدیث قرطاس، اہل سنت کی طرف غلط طور پر منسوب کتب پر تحقیقی و علمی مباحث، خلافت عثمانِ غنی کے متعلق اقرباء پروری کی تردید، جنگ جمل اور صفین، بناتِ رسول، جنازۂ رسول، نکاحِ ام کلثوم

فقہ جعفریہ

خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آئمہ اہل بیت کی شان میں اہل تشیع کی بے ادبیاں اور گستاخیاں، قاتلانِ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کون تھے، نام نہاد محبانِ اہل بیت پر آئمہ اہل بیت کی لعنت و پھٹکار، بارہ اماموں کے متعلق شیعہ عقائد اور ان کا رد، مسئلہ امامت، مسئلہ تحریف قرآن، مسئلہ تقیہ، قاتلانِ عثمان کا حشر، امیر معاویہ پر لعن طعن کرنے والے سنی نما مولویوں اور پیروں کا محاسبہ

عقائد جعفریہ

شانِ امام اعظم ابو حنیفہ اور فقہ حنفی پر شیعوں کے تمام اعتراضات کے مدلل جوابات، کلمہ اسلام، اذان، وضو، نماز، نماز جنازہ وغیرہ کا بیان، مسئلہ متعہ، مسئلہ ماتم، فقہ جعفریہ کے احکام اور کتب شیعہ سے ان کا رد، فقہ جعفریہ کے ناممکن العمل ہونے پر دلائل

مکتبہ نوریہ حسنیہ

جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ
بلال گنج لاہور فون: 042-7227228

Marfat.com

باب دوم

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضؓ

پر کیے گئے بقیہ شیعہ

مطاعن

باب دوم:

طعن سوم

صلح حدیبیہ کے وقت عمر (رضی اللہ عنہ) کو آنحضرت کی نبوت میں شدید شک واقع ہوا

"چودہ ستارے" کے مصنف شیعہ نجم الحسن کراروی نے اپنی اس تصنیف میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات پر ایک طعن ذکر کرتے ہوئے لکھا۔ کہ صلح حدیبیہ کے وقت قریش کے ساتھ طے پانے والی شرائط چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناپسند تھیں۔ حالانکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طے کی تھیں تو اس ناپسندیدگی کی وجہ سے انہیں آپ کی نبوت میں شک ہوا۔ اور ایسا ہونا ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ یا ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔

چودہ ستارے:

درمنثور جلد ۶ ص ۷۷ میں ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کے بعد حضرت عمر نے کہا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت میں جیسا مجھے آج شک ہوا ہے۔ کبھی نہ ہوا تھا۔ یہ انہوں نے اس لیے کہا کہ وہ صلح پر راضی نہ تھے (چودہ ستارے ص ۲۰۲، ۶ھ کے واقعات)

Marfat.com

جواب اوّل : یہ روایت بالمعنی ہے

چودہ ستارے کے مصنف نے اپنی بدفطرتی سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر جس بات اور واقعہ کو باعث طعن کیا۔ یہی واقعہ دراصل ان کے پختہ ایمان اور فضائل و مناقب کی ایک بہت بڑی دلیل ہے لیکن اسے غلط رنگ پہنا کر اچھالا جاتا ہے۔ اور سادہ لوح اہل سنت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں۔ کہ یہاں تفصیل سے کام لے کر اس طعن کی حقیقت واضح کروں۔ اگرچہ ایک علمی بحث ہے۔ پھر بھی سادہ الفاظ میں اسے واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔

وباللہ التوفیق۔

درمنثور کی جس عبارت کا حوالہ دیا گیا۔ وہ ایک طویل عبارت سے اخذ کردہ ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ صاحب درمنثور علامہ السیوطی نے اس حدیث کو مسند امام احمد بن حنبل بخاری شریف، ابوداؤد، نسائی اور تفسیر ابن جریر وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

درمنثور :

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللّٰهِ مَا شَكَكْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ اِلَّا يَوْمَئِذٍ۔

(تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۷۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! اسلام قبول کرنے سے لے کر آج کے واقعہ کے سوا مجھے کبھی شک نہیں پڑا۔

"درمنثور" میں مذکور روایت کو امام بخاری، مسند امام احمد بن حنبل اور تفسیر طبری نے بعینہٖ انہی الفاظ سے ذکر کیا۔ لیکن ان حدیث کی کتابوں میں مذکورہ بالا جملہ (قال عمر بن الخطاب واللہ الخ) کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ تفسیر طبری میں یہ عبارت اصل عبارت سے زائد منقول ہے۔ بخاری میں اس جملہ کے نہ ہونے اور درمنثور میں مذکور ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ امام بخاری نے حدیث نقل کرتے وقت "روایت باللفظ" کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے۔ اسی لیے جملہ مذکورہ کے الفاظ انہوں نے ذکر نہیں فرمائے۔ امام احمد بن حنبل بھی اسی روش کے پابند تھے۔ لہٰذا ان کی مسند میں بھی اس کا نشان نہیں۔ اسی طرح ابوداؤد اور نسائی شریف میں بھی یہ جملہ موجود نہیں ہے۔ لیکن ان کے برخلاف تفسیر درمنثور میں روایت باللفظ کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ اس لیے انہوں نے اس حدیث کے ایک محدث "معمر" کے شاگرد کی روایت کو نقل کر دیا۔ انہوں نے روایت بالمعنی کے پیش نظر اس کو خطائے اجتہادی کے طور پر نقل کر دیا ہے۔

روایت بالمعنی اور خطائے اجتہادی کی وضاحت

بخاری شریف، مسند امام احمد بن حنبل اور تفسیر طبری میں اس روایت کا سلسلۂ اسناد یوں منقول ہے۔

بخاری شریف:

حدثنا عبد اللہ بن محمد حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر اخبرنی الزھری اخبرنی عروۃ بن الزبیر عن المسور بن مخرمۃ الخ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۳۷۷تا ۳۷۸ پارہ ۱۱ باب الشروط فی الجہاد مطبوعہ کراچی)

Marfat.com

مسند امام احمد بن حنبل:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ۔

(الفتح الربانی لترتیب مسند احمد بن حنبل
شیبانی جلد ۲۱ ص ۹۵ غزوۃ الحدیبیۃ الخ
مطبوعہ مصر طبع جدید)

تفسیر طبری:

حَدَّثَنَا ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ ثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ۔

(تفسیر طبری جلد ۱۱ ص ۷۱ سورت فتح
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ان تین کتب میں مذکور اس روایت کی اسناد میں غور کریں۔ تو یہ بات سامنے آئے گی۔ کہ معمر راوی سے لے کر حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ تک تمام کتب میں جو واسطے ہیں۔ ان پر سبھی متفق ہیں۔ لیکن معمر راوی کے شاگرد پر ان کا اتفاق نہیں ہے۔ بخاری شریف اور مسند امام احمد بن حنبل میں اس شاگرد کا نام عبدالرزاق لکھا گیا ہے۔ اور تفسیر طبری میں ابن ثور موجود ہے۔ اس اختلاف کے علاوہ روایت مذکورہ کے وہ الفاظ جو طعن میں مذکور ہوئے۔ ان میں بھی اتفاق نظر نہیں آتا۔

Marfat.com

بخاری و مسند امام احمد بن حنبل:

قَالَ اَبُوْجَنْدَلٍ اَیْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اُرَدُّ اِلَی الْمُشْرِکِیْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا اَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ لَقِیْتُ وَکَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی اللّٰہِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(۱۔ بخاری شریف جلد اول ص ۳۸۰)

(۲۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد نمبر ۲۱ ص ۹۹۔۱۰۰)

ترجمہ

حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے مسلمانوں کے گروہ! کیا میں مشرکین کی طرف واپس بھیجا جاؤں گا۔ حالانکہ میں صحیح مسلمان بن کر آیا ہوں۔ کیا تم میرے ان مصائب کو نہیں جانتے جو مجھے مسلمان ہونے کی وجہ سے پہنچے؟ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو سخت سزائیں دی گئیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

تفسیر طبری:

فَقَالَ اَبُوْ جَنْدَلٍ اَیْ مَعَاشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اُرَدُّ اِلَی الْمُشْرِکِیْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا اَلَا تَرَوْنَ

مَا قَدْ لَقِيْتُ كَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي اللهِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللهِ مَا شَكَكْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ اِلَّا يَوْمَئِذٍ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(تفسیر طبری جلد ۱۱ ص ۶۱)

ترجمہ

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے مسلمانوں کے گروہ! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹایا جاؤں گا۔ حالانکہ میں سچے دل سے مسلمان ہوا ہوں۔ کیا تم مجھ پر کیے گئے مصائب کو نہیں جانتے؟ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو اللہ کے راستہ میں سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ خدا کی قسم! میں جب سے مسلمان ہوا۔ آج کے سوا کبھی شک و تردد میں نہ پڑا۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

ناظرین کرام:۔

تینوں کتب سے ہم نے حدیث مذکور کو من وعن بیان کیا۔ بخاری اور مسند احمد بن حنبل میں جن الفاظ سے یہ حدیث مذکور ہے۔ تفسیر طبری میں وہ الفاظ نہیں۔ یعنی ما شککت منذ اسلمت الخ صرف تفسیر طبری میں ہی مذکور ہیں۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر میں آپ کو پھر ذرا پچھلی گفتگو کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ تفسیر طبری میں ہی مذکور راوی کے شاگرد کا نام ابن ثور اور دوسری دونوں کتب میں عبدالرزاق ہے۔ اس فرق سے ہمیں یہ معلوم ہوا۔ کہ معمر راوی کے دو شاگرد ہوئے۔ (ابن ثور اور دوسرے عبدالرزاق) ان دونوں میں سے عبدالرزاق شاگرد نے اپنے شیخ اور استاد کی روایت کو روایت بالمعنی کے طور پر ذکر کیا۔ لہذا انہوں نے دوران روایت ان الفاظ کو ذکر نہیں کیا جو اصل روایت میں تھے

لیکن ان کے دوسرے استاد بھائی ابن ثور نے جب اپنے استاد و شیخ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ جملہ سنا۔ فَعَمِلْتُ لِذَالِكَ اَعْمَالًا۔ یعنی میں (عمر بن الخطاب) نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح حدیبیہ کے موقع پر گفتگو کی۔ تو میرے اصرار کرنے پر مجھے بعد میں جو ملامت ہوئی۔ میں نے اصرار کا کفارہ چکانے کے لیے بعد میں بہت سے اچھے اعمال کئے تاکہ مجھے قلبی طور پر اطمینان ہو جائے۔ اپنے استاد سے جب ابن ثور نے یہ الفاظ سنے۔ تو ابن ثور نے اس حدیث کے سابقہ الفاظ و عنوان سے بطور خود یہ نظریہ قائم کر لیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جو کفار سے شرائط طے کیں۔ ان میں کفار نے کچھ ایسی شرائط منوائیں۔ جو سراسر زیادتی پر مبنی تھیں۔ اس سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو آپ کی نبوت میں شک گزرا۔ تو ابن ثور نے روایت بالمعنی کے پیش نظر مذکورہ الفاظ کو روایت میں درج کر دیا۔ یہ ان کی اجتہادی خطاء کے ضمن میں آتا ہے کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب بار بار حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا۔ کیا آپ سچے نبی نہیں۔؟ کیا ہم حق پر نہیں ؟ کیا کافر باطل پر نہیں ؟ تو اس اصرار سے ان کا مقصد یہ تھا۔ کہ جب حضور آپ بھی سچے ہمارا دین بھی سچا اور کفر باطل ہے۔ تو پھر باطل کی شرائط پر ہم بظاہر دب کیوں گئے۔ اور انہیں کیوں قبول کر لیا ؟ دوسرے لفظوں میں ان شرائط کے قبول کرنے کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ ہم ابو جندل (رضی اللہ عنہ) وغیرہ کو واپس کر دیں گے۔ اس طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے جذبۂ ایمانی کے پیش نظر ان شرائط کو قبول نہ کرنے کی تمنا کی۔ اگرچہ یہ سب کچھ ان کی جذبۂ ایمانی کی ترجمانی کر رہا تھا۔ لیکن صرف اس بات پر کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار اصرار کیا۔ انہیں بطور خود یہ بے ادبی یا بے محل اصرار نظر آیا۔ تو اس پر نادم ہو کر اس کے کفارہ کے طور پر انہوں نے مال و دولت کا صدقہ کیا۔ دیگر عبادات سے اللہ کے حضور اس کے کفارہ کی کوشش کی۔

Marfat.com

اس تفصیلی جواب سے خلاصہ یہ نکلا۔ کہ نجم الحسن کراروی نے جس جملہ کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ذات پر بطور اعتراض والزام ذکر کیا۔ وہ دراصل حضرت ابن خطاب کی ایمانی محبت کا اظہار تھا۔ اور رہا یہ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک آگیا تھا۔ تو یہ بات بخاری شریف اور مسند امام احمد بن حنبل میں سرے سے مذکور ہی نہیں۔ تفسیر طبری میں ابن ثور کے حوالہ سے جو ذکر ہوئی۔ وہ روایت بالمعنی کے طور پر ہے۔ اس معترض کی یہ چابکدستی تھی۔ کہ روایت کے اصل الفاظ میں ان الفاظ کا اضافہ جو روایت بالمعنی کے طور پر مذکور رہے انہیں اصل سمجھ کر محض مغالطہ دینے کے لیے محل استدلال بنایا۔ اور اپنے اعتراض کو پختہ کرنے کی مذموم کوشش کی۔ اور ایسا اس لیے کیا گیا۔ کہ اپنے دل میں چھپی عداوتِ فاروق اعظم کی آگ کو بھڑکایا جائے۔ ابن ثور کی اجتہادی غلطی تھی۔ جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بیان کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ حقیقت کی سمجھ عطا فرمائے۔

جوابِ دوم:

صلح حدیبیہ کا واقعہ

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ پندرہ سو صحابہ کرام مدینہ منورہ سے عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ جب مسلمانوں کا یہ گروہ مقام حدیبیہ پر پہنچا۔ تو قریش مکہ نے روک دیا۔ اس وقت قریشِ مکہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین جس نتیجہ پر صلح ہوئی۔ کفار مکہ نے کچھ ایسی شرائط بھی پیش کیں۔ جن کے مان لینے میں سراسر زیادتی تھی۔ مثلاً یہ کہ اگر کوئی ہمارا ساتھی کافر ہماری مرضی کے بغیر حضور کے پاس چلا جائے۔ تو آپ اس کی واپسی کے پابند ہوں گے۔ اور اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی ہماری طرف آجائے۔

تو ہم اُسے واپس نہیں کریں گے۔ اس وقت ایک مسلمان صحابی حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ نے بموجب شرائط ان کو واپس کفار مکہ کے سپرد کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر مسلمان صحابہ کرام کے کلیجے مُنہ کو آنے لگے۔ اس قسم کی شرائط کے تحریر کرنے سے پہلے پہل حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایمانی جذبہ کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ یارسول اللہ! کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں۔ کیا کفار باطل پر نہیں؟ جب یہ سب باتیں درست ہیں۔ تو پھر ان شرائط کو قبول کیوں کیا جائے؟ تیسری بات یہ ہوئی۔ کہ جب شرائط صلح طے ہوگئیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا۔ کہ اٹھو اور اپنے اپنے جانوروں کی قربانیاں دے کر احرام کھول دو۔ آپ کے اس ارشاد پر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سمیت کوئی صحابی بھی فوری تعمیل کے لیے تیار نہ ہوا۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ ہوا۔ اور آپ نے ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں پہنچ کر فرمایا۔ کہ میرے حکم کی کسی نے بھی تعمیل نہ کی۔ کیونکہ ان مسلمانوں کے دلوں میں مکہ کو فتح کرنے کا شدید جذبہ ہے۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ یارسول اللہ! آپ سب سے پہلے اپنے جانور کی قربانی کریں۔ آپ کی اتباع میں تمام مسلمان اپنی اپنی قربانیاں ذبح کرلیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ بعد میں احرام کھول کر بمعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سبھی مسلمان واپس مدینہ منورہ پلٹ آئے۔

معترض نے اس واقعہ کے ضمن میں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات کو مورد طعن بنایا۔ اور طعن کی وجہ میں وہ الفاظ ذکر کیے گئے۔ جو انہوں نے جذبہ ایمانی سے سرشار ہوتے ہوئے عرض کیے تھے۔ اہل تشیع کی کتب میں بھی یہ موجود ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بعد میں اپنی اس حرکت کے کفارہ کے طور پر صدقات و خیرات اور عبادات بجا لائیں۔ اگر کوئی شخص انصاف و صحیح غور و فکر کرے۔ تو اس واقعہ

میں اُس سے حضرت عمر بن الخطاب کی فضیلت اور ایمان کی پختگی نظر آئے گی۔ اسی واقعہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی حضور! کیا آپ نے کعبہ کا طواف و عمرہ کرنے کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔؟ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا

عمر! میں نے یہ ضرور کہا تھا۔ اور انشاء اللہ ہم یہ دونوں باتیں ادا کریں گے۔ لیکن میں نے یہ نہیں کہا تھا۔ کہ اسی سال اس سفر میں ہم طواف کعبہ اور عمرہ کے افعال بجا لائیں گے۔ ان الفاظ کا انداز ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ ما شککت منذ اسلمت الخ کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں فرمائے۔ بلکہ ان کی طرف راوی نے اپنے اجتہاد کے ذریعہ منسوب کر دیئے۔ نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک ہوا۔ اور ایسا ہونا ان کی ذات سے ناممکن بھی ہے۔ ہوا صرف یہ کہ کفار کی زبردستی شرائط منوانے سے یہ دل برداشتہ سے ہو گئے۔ اور اسی جذبہ کے تحت انہوں نے چند باتیں کہہ ڈالیں۔ اور اسی جذبہ کے تحت حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ان شرائط کی تحریر سے انکار کر دیا۔ اور یہی جذبہ کارفرما تھا۔ کہ تمام صحابہ کرام نے فوری طور پر احرام کھولنے اور قربانیاں کرنے میں توقف کیا۔ اگر وہی نظریہ مدنظر رکھا جائے۔ جس کی بنا پر معترض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن کیا۔ تو پھر ایسی ہی غلطی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے بھی سرزد ہوئی۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمانے کے باوجود شرائط معاہدہ تحریر کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ تمام صحابہ کرام جو اس وقت موجود تھے۔ وہ سب بھی احرام نہ کھولنے کی وجہ سے اس اعتراض کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ جب حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا تحریر سے انکار طعن کی وجہ نہ بنا۔ بلکہ یہ ان کے جذبۂ ایمانی کی ترجمانی کرتا ہے۔ اور جس طرح تمام صحابہ کرام کا قربانیاں دینے اور احرام کھولنے سے توقف کرنا بھی وجہ طعن نہ بنا۔ تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کیوں طعن کیا جائے۔ اور کیوں نہ اُن باتوں کو

آپ کے جذبۂ ایمانی کی علامت قرار دیا جائے۔ جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیں۔
ہم مذکورہ بالا باتوں کو کتب شیعہ میں دیکھتے ہیں۔ تو وہاں بھی یہ موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ناسخ التواریخ: صلح حدیبیہ کی بعض شرائط

اگر کسی بے اذن و اجازۂ ولی خود بحضرت پیغمبر پیوستہ شود ہر چند مسلمان باشد او را نپذیرند۔ و باز فرستادند و ہر کس از مسلمین بے اجازت ولی خود بنزد قریش شود او را باز فرستد و در پناہ خود نگاہ بدارند۔

(۱۔ ناسخ التواریخ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلد نمبر ۲ ص ۲۱۹ وقائع سال ششم ہجرت مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تفسیر مجمع البیان جلد نمبر ۵ جزء نہم ص ۱۱۸ سورۃ فتح قصہ فتح حدیبیہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

کفار مکہ کی طرف سے پیش کردہ شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے ولی کی اجازت اور اذن کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جائے۔ اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ اس کو حضور اپنے پاس نہ رکھیں گے۔ بلکہ اسے واپس کر دیں گے۔ اور جو شخص مسلمانوں میں سے اپنے ولی کی اجازت و اذن کے بغیر قریش مکہ کے پاس آ جائے۔ وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ بلکہ اسے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھیں گے۔

Marfat.com

ناسخ التواریخ: عمر فاروق کی غیرت ایمانی

عمر چوں ایں بشنید با ابوبکر گفت آیا محمد رسول خدا است؟ گفت بلی گفت ما مسلمانیم؟ گفت آری۔ گفت قریش کافراند؟ گفت چنیں است۔ گفت چرا بارضائے قریش صلح کنیم؟ ابوبکر گفت۔ اے عمر! ساکت باش۔ پیغمبر بفرمانِ خدا کارکند۔ عمر از نزد ابوبکر کنارے گرفت و بحضرت رسول آمد و با پیغمبر نیز بدینگونہ احتجاج نمود۔ پیغمبر فرمود۔ اے عمر! من رسول خدایم۔ و خدائے مرا در ہیچ کار فرو نگذارد آں گاہ عمر اظہار پشیمانی کرد۔ و باستغفار پرداخت۔

(ناسخ التواریخ حضرت رسولِ خدا
صلی اللہ علیہ وسلم جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۱۶ تا
۲۱۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب کفار مکہ کی طرف سے کچھ نامناسب شرائط پیش ہوتے دیکھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں تسلیم کرتے پایا۔ تو انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے پیغمبر نہیں؟ ابوبکر صدیق نے فرمایا۔ ہاں، ضرور اللہ کے پیغمبر ہیں۔ حضرت عمر نے پھر دریافت کیا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ ابوبکر نے فرمایا۔ ہاں ضرور۔ پھر فاروق اعظم نے پوچھا۔ کیا قریش کافر نہیں ہیں۔ ابوبکر نے فرمایا۔ ہاں ایسے ہی ہے۔ پھر عمر کہنے لگے۔ جب یہ سب کچھ درست ہے۔ تو پھر ہم کفار کی من مانی شرائط پر راضی کیوں ہوں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ نے فرمایا۔ عمر! خاموش

Marfat.com

رہو۔ اللہ کا پیغمبر خود بخود نہیں بلکہ اپنے رب کے فرمان کے مطابق کام کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کنارہ کر لیا۔ اور سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور یہاں بھی آپ کے ساتھ اسی قسم کی گفتگو کی۔ جو ابو بکر صدیق سے کر چکے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا۔ اے عمر! میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے کسی کام میں بھی فراموش نہ کرے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے رویہ پر پشیمان ہوئے۔ اور استغفار میں لگ گئے۔

ناسخ التواریخ: عمر فاروق کا مقام توبہ

عمر گوید کہ بکفارت ایں جرأت وجسارت، نماز وروزہ وتصدق فراوان گزاشتم۔

(۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۲۲، وقائع سال ششم ہجرت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر بڑھ کر باتیں کرنے کی جسارت وجرأت کی۔ ان کے کفارے کے لیے میں نے بہت سی نمازیں اور روزے (نفلی) رکھے۔ اور بہت سا مال صدقہ میں دیا۔

ناسخ التواریخ: غیرت ایمانی میں حضرت علی کا حکم رسول سے انکار

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سہیل گفت واللہ من رحمن ندانم کیست بنویس "بسمک اللھم" چنانچہ رسم جاہلیت است اصحاب رضا نمیدادند۔ پیغمبر فرمود۔ چناں بنویس۔ پس علی بنوشت "بسمک اللھم" بعد ازاں فرمود بنویس "ھذا ما قضی علیہ محمد رسول اللہ" علی بنوشت۔ سہیل گفت۔ اگر ما بدیں کلمہ اقرار داشتیم شما را از زیارت کعبہ منع نکردیم۔ بنویس محمد بن عبداللہ پیغمبر فرمود "واللہ انی لرسول اللہ وان کذبتمونی"۔ و با علی فرمود۔ محو کن کلمہ رسول اللہ را و محمد بن عبداللہ بنویس۔ علی گفت سوگند بخدائی کہ ہرگز وصف رسالت تو محو نکنم، پیغمبر کتاب را بستد و کلمہ رسول را محو کرد و بجائے آں ابن عبداللہ نوشت۔ از بعضی احادیث مستفاد است کہ پیغمبر بدست خود بنوشت

(۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۱۷
وقائع سال ششم ہجرت مطبوعہ تہران
طبع جدید)
(۲۔ روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۳۶۵
ذکر احوال خاتم الانبیاء مطبوعہ نولکشور
طبع قدیم)

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سہیل نے کہا۔ خدا کی قسم! میں "رحمن" کو نہیں جانتا وہ کون ہے۔ "بسمک اللھم" لکھو۔ جیسا کہ پرانی رسم چلی آرہی ہے۔

صحابہ کرام نے اس کو پسند نہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چلو اسی طرح لکھ دو۔ سو حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ نے بسمک اللھم لکھا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ ھذا ما قضی علیہ محمد رسول اللہ لکھو۔ حضرت علی نے لکھ دیا سہیل نے کہا۔ اگر اس کلمہ کا ہم اقرار کرتے تو تمہیں کعبہ کی زیارت سے منع نہ کرتے۔ محمد رسول اللہ کی بجائے محمد ابن عبد اللہ لکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں۔ اگرچہ تم مجھے جھٹلاؤ۔ پھر حضرت علی المرتضے کو فرمایا۔ ”رسول اللہ“ کے الفاظ مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھ دو۔ حضرت علی المرتضے نے عرض کیا۔ خدا کی قسم! آپ کی صفت رسالت میں ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ لیا۔ اور لفظ ”رسول اللہ“ مٹا کر ”ابن عبد اللہ“ تحریر کر دیا۔ بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے یہ الفاظ تحریر کیے تھے۔

ناسخ التواریخ:

چوں کتاب صلح بپایان رفت۔ ابو بکر و عمر و عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدہ بن الجراح و محمد بن مسلمہ در آں نامہ گواہی خویش را نگاشتند و از طرف مشرکین حویطب بن عبد العزی (۴) و مکرز بن حفص و چند تن دیگر خط نہادند۔ در ایں وقت قبیلہ خزاعہ در عقد پیغمبر دینی بکر در عقد قریش در آمدند۔ آنگاہ پیغمبر فرمود۔ شتران ہدی خود را نحر کنید و سر بستر ید (۵) ہیچکس اجابت ایں فرمان نکرد۔ و سہ نوبت رسولِ خدا ایں حکم را تکرار کرد۔ و کس پذیرفتار نشد رسول خدا بخیمہ ام سلمہ در رفت و از اصحاب شکایت کرد۔ ام سلمہ عرض کرد

Marfat.com

یارسول اللہ ایشاں را معذور دار چہ ایشاں دل بر فتح مکہ نہادہ بودند۔ اکنوں بے نیل مرام مراجعت کنند (۱) و در صلحنامہ نیز کار برآرزوئے کافراں رفتہ است۔ اگر خواہی از خیمہ بیروں شود با ہیچکس سخن مکن خویشتن سر بتراش و شتران ہدی را قربانی فرمائی۔ مرداں چوں ایں بہ بینند ناچار متابعت کردند۔

(۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۲۲
وقائع سال ششم ہجرت مطبوعہ تہران
طبع جدید)

(۲۔ روضۃ الصفاء جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۶۵
ذکر احوال خاتم الانبیاء۔ مطبوعہ نولکشور
طبع قدیم)

ترجمہ

جب صلح نامہ کی تحریر مکمل ہو گئی۔ تو حضرت ابوبکر، عمر، عبدالرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن الجراح اور محمد بن مسلمہ نے اپنی گواہی تحریر کی اور مشرکوں کی طرف سے حویطب بن عبدالعزی، مکرز بن حفص اور چند دیگر آدمیوں نے اپنے نام تحریر کیے۔ اس وقت قبیلہ خزاعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور قبیلہ بنی بکر قریش کی طرف ہو لیے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کرو اور سر منڈواؤ۔ آپ کے اس حکم پر کسی نے بھی عمل نہ کیا۔ تین مرتبہ آپ نے یہی فرمایا۔ پھر بھی کسی نے نہ مانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تشریف لے آئے۔ اور صحابہ کے عدم تعمیل کی شکایت کی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں۔ یارسول اللہ! آپ انہیں معذور جانیے۔ کیونکہ انہوں نے تو فتح مکہ پر نظریں جما

Marfat.com

رکھی تھیں۔ اور اب اپنے مقصد کے حصول کے بغیر واپس جا رہے ہیں۔ اُدھر صلح نامہ میں شرائط بھی ایسی تحریر ہوئیں۔ جو کفار و مشرکین کے حق میں جاتی ہیں۔ لہذا یوں کیجئے۔ کہ خیمہ سے باہر تشریف فرما ہوں۔ اور کسی سے گفتگو نہ کیجئے گا۔ اپنا سر انور مونڈیئے۔ اور قربانی کے اونٹوں کو ذبح کیجئے۔ صحابہ کرام جب ایسا دیکھیں گے۔ تو لاچار آپ کی متابعت کریں گے۔

ناسخ التواریخ: حدیبیہ میں عمر فاروق کی باتیں نبی کریم کو پسند آئیں

مسلمانان از ایں شرط شگفتی گرفتند۔ کہ چگونہ مسلمانے را بکافراں باز فرستیم؟ و عمر بن الخطاب گفت۔ یا رسول اللہ چگونہ بدیں شرط رضا دہی؟ تبسمی فرمود و گفت ہر کہ از ایشاں بنزد ما مسلمان آید وما اورا باز فرستادیم خداوندش فرج بخشاید و ہر کہ از ما روئے بگرداند و بنزدیک کافراں رود با او حاجتے نداریم۔ واو با کافراں سزاوار ترست۔ .... در غم مباش کہ زیارت کعبہ خواہی کرد و طواف خواہی گزاشت۔

(۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۲۱ وقائع سال ششم ہجرت۔ مطبوعہ تہران، طبع جدید)

(۲۔ روضۃ الصفا ر جلد ۲ ص ۳۶۶، ذکر احوال خاتم الانبیاء۔ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ

مسلمان اس شرط سے رنجیدہ ہوئے۔ کہ ہم آئے ہوئے مسلمان کو پھر ان

کفار کے پاس کیوں واپس کریں گے؟ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ اس شرط پر کیونکر راضی ہو گئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ جو شخص ان کی طرف سے ہمارے پاس مسلمان بن کر آئے گا۔ اور ہم اس کو واپس لوٹا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کی بہتری اور خوشی کا سامان پیدا فرما دے گا۔ اور جو شخص ہم میں سے نکل کر اور مُنہ موڑ کر ان کفار کی طرف چلا جاتا ہے۔ ہمیں ایسے شخص کی کوئی ضرورت نہیں ہے ایسا شخص انہی کے ساتھ بہتر ہے..... تم غم نہ کرو۔ کعبہ کی زیارت بھی ہو گی، اور طواف بھی ہو گا۔

تفسیر منہج الصادقین:

فرمود کہ من گفتم کہ امسال ایں صورت متحقق شود گفتم نہ فرمود کہ عنقریب در مکہ خواہیم رفت حلق کردہ وتقصیر بجا آوردہ گفتم صدقت یارسول اللہ۔ راست گفتی وازیں توبہ کردم وپشیمان گشتم۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۳۸۱
سورۃ فتح پارہ ۲۶۔ آیت لقد رضی اللہ
عن المومنین الخ)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ کہ کیا میں نے یہ کہا تھا۔ کہ اسی سال یہ سب کچھ (یعنی عمرہ اور طواف کعبہ) متحقق ہو گا۔ میں (عمر بن الخطاب) نے عرض کیا۔ آپ نے ایسا نہیں فرمایا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہم بہت جلد مکہ میں جائیں گے۔ سر مونڈے ہوئے اور

Marfat.com

بالوں کو چھوٹا کئے ہوں گے۔ میں نے کہا۔ یارسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا میں اپنے الفاظ سے توبہ کرتا ہوں۔ اور انتہائی ندامت محسوس کر رہا ہوں۔

مذکورہ حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ صلح حدیبیہ کی شرائط پر تمام موجود صحابہ کرام کو صدمہ ہوا۔ جن میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کیونکہ ان شرائط میں بظاہر کفار کا فائدہ نظر آرہا تھا۔ لیکن حقیقت حال حضرات صحابہ کرام پر مخفی تھی۔ جس میں مسلمانوں کا فائدہ تھا۔

۲۔ ان شرائط کے ظاہر کو دیکھ کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند گزارشات کیں۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب باصواب عطا فرمایا۔ تو فوراً بول اٹھے۔ صدقت یارسول اللہ۔ آپ سچے ہیں۔ اور مجھے ہی مغالطہ لگا تھا۔ میں نادم ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں۔

۳۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے دل برداشتہ ہونے کی وجہ سے لفظ "رسول اللہ" کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود محو کرنے سے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے محو کیا۔ اور اس کی بجائے "ابن عبداللہ" تحریر کیا گیا۔

۴۔ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موجود تمام صحابہ کرام کو قربانی کے جانور ذبح کرنے اور سر مونڈنے کا کہا۔ تو پریشانی کی وجہ سے کسی نے بھی اس حکم کی تعمیل نہ کی۔

۵۔ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق۔ عمر بن الخطاب ابوعبیدہ وغیرہ نے گواہی ثبت فرمائی۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب کے سوالات پر ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔ بلکہ تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ انشاء اللہ بہت جلد ہم کعبہ کی زیارت بھی کریں گے۔ اور طواف بھی بجالائیں گے۔

۷۔ حضرت عمر بن الخطاب نے اپنی اس غلطی کے کفارے کے طور پر نمازیں پڑھیں۔ روزے رکھے۔ اور صدقہ خیرات بھی کیا۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ امور کی روشنی میں نجم الحسن کراروی کے اعتراض کو دیکھیں۔ کہ اس میں کہاں تک حقیقت ہے۔ کراروی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر کیچڑ اچھالا ہے۔ بقول معترض اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک پڑ گیا تھا۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر انہوں نے بطور گواہ معاہدہ پر دستخط کیسے کر دیئے؟ دوسرا یہ کہ اگر وقتی جوش کو اس کی دلیل بنایا جائے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی تحریر سے انکار کر دیا تھا۔ اور تمام صحابہ کرام نے قربانی دینے اور سر کا حلق یا تقصیر کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان تمام حضرات پر بھی وہی طعن وارد ہوتا ہے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کیوں موردِ طعن ٹھہریں۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر کی بات سن کر تبسم اور یہ ارشاد کہ انشاء اللہ ہم بہت جلد حج اور عمرہ کریں گے۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نادم ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا برملا اقرار کرنا یہ امور اس طرف واضح اشارہ کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ جذبۂ ایمانی کے تحت کیا۔ اسی لیے "ابن حدید شیعی" نے اپنی تصنیف شرح ابن حدید میں اس واقعہ کو ان عمر کان لا یبالی فی الامر لومۃ لائم کے تحت درج کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حق کے اظہار اور اس پر استقامت کی خاطر کسی ملامت کرنے والے کی

Marfat.com

پرواہ تک نہیں کرتے تھے۔ اگر یہ واقعہ طعن کے ضمن میں آتا۔ تو ابن حدید اس کی طرف ضرور اشارہ کرتا۔ شرح ابن حدید جلد ۳ ص ۱۰۹ پر واقعہ مذکور ہے۔

جواب سوم: حدیبیہ میں ہی جناب عمرؓ کے لیے اعلان جنت

منہج الصادقین میں مذکور ہے۔

صلح حدیبیہ کے واقعہ میں یہ بات بھی ثابت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی کو مکہ بھیجا۔ تاکہ قریش مکہ سے ہمارے عمرہ کے متعلق گفتگو کریں۔ حضرت عثمان کو قریش مکہ نے کہا۔ صرف تمہیں طواف کعبہ کی اجازت ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔ میرے لیے یہ ناممکن ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں طواف کروں۔ بالآخر کفار مکہ نے انہیں قید کر لیا۔ ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افواہ یہ پہنچی۔ کہ عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس افواہ پر آپ نے تمام صحابہ کرام سے اس امر پر بیعت لی۔ کہ حضرت عثمان کی شہادت کا بدلہ لیں گے۔ اور مرنے کی پرواہ نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر سورۂ فتح پ ۲۶ کی یہ آیت نازل فرمائی۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک الخ

ترجمہ:

اللہ یقیناً اُن مومنین سے راضی ہے۔ جنہوں نے ایک درخت کے نیچے اے محبوب آپ کے دست اقدس پر بیعت کی۔

اللہ کو ان کے دلوں کے ارادوں کا بخوبی علم ہے۔ سو اُن پر اللہ نے سکینہ نازل فرمائی۔ اور ان کو اس بیعت پر ثابت قدم رکھا۔ اور فتح خیبر کی خوشخبری دی۔ اس کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام کو فرمایا۔ اے بیعت کرنے والو! تم روئے زمین کے باشندوں سے افضل ہو۔ اور تم میں سے کوئی بھی دوزخی نہیں۔

منہج الصادقین:

وہمہ اصحاب بیعت کردند برآنکہ مطلقاً راگریز نجویند تاآنکہ کشتہ شوند یا فتح نمایند و حضرت فرمود کہ انتم الیوم خیر اھل الارض۔ شما امروز بہترین اہل زمین اید۔ واز جابر مرویست کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ یک کس بدوزخ نرود ازاں مومناں کہ در زیر درخت ثمرہ بیعت کردند۔ وایں بیعت را بیعت الرضوان نام نہادند۔

(منہج الصادقین جلد ۸ ص ۳۶۵ پارہ ۲۶
زیر آیت لقد رضی اللہ عن المؤمنین الخ
مطبوعہ ایران طبع جدید)

ترجمہ:

تمام صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ اور عہد کیا۔ کہ ہم ہرگز نہ بھاگیں گے۔ یا تو شہید ہو جائیں گے۔ یا فتح ہمارے قدم چومے گی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ تم آج روئے زمین پر اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ جنہوں نے درختِ خرما کے نیچے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اس بیعت کو "بیعت الرضوان" کا نام دیتے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

منہج الصادقین کی مذکورہ بالا عبارت میں چند باتیں بطور خاص سامنے آتی ہیں۔

Marfat.com

۱۔ بیعت رضوان کے شرکاء میں سے کسی ایک نے بھی راہِ فرار اختیار نہ کی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے "فاثابھم" کے الفاظ سے ان کی ثابت قدمی کو بیان فرمایا۔

۲۔ چونکہ اس بیعت میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ جس طرح اس میں شریک سبھی صحابہ پکے مومن اور دوزخ سے بری تھے۔ اسی طرح حضرت عمر کے ایمان میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "اس بیعت میں موجود صحابہ اس وقت اپنا ثانی نہیں رکھتے اور قطعی جنتی ہیں" غلط ثابت ہو گا۔

ان حوالہ جات اور واقعات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قطعی جنتی ہیں۔ اور اسی لیے وہ پکے مومن اور صحیح العقیدہ مسلمان ہیں۔ نفاق وکفر سے اُن کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کیونکہ جنت میں دخول اور دوزخ سے نجات کے لیے ہر شخص کا مخلص مومن ہونا ضروری ہے۔ اور یہ امر شیعہ سُنی دونوں کا متفق علیہ ہے۔ اہل تشیع کے پیشوا علامہ کاشانی نے بیعت رضوان کے شرکاء کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ذکر کی۔ کہ اس بیعت کے شرکاء میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو ان کے ایمانی جذبہ کی آئینہ دار تھی۔ جس طرح حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا تحریر سے انکار اور تمام صحابہ کرام کا قربانی کرنے اور سر منڈوانے سے انکار بھی ان کی ایمانی غیرت کا مظہر تھا۔

اللہ تعالےٰ حق سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

جواب چہارم:

مذکور طعن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جملہ ماشککت منذ اسلمت الخ اگر بفرض محال ان کا جملہ ہی تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی یہ موجب طعن نہیں

Marfat.com

بنتا۔ کیونکہ خود شیعہ کتب اس کی گواہ ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی گفتگو پر نادم ہوئے اور تائب بھی۔ اور اس لغزش کے کفارہ میں توبہ کی۔ صدقات وخیرات کیے۔ دیگر عبادات سے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان پر گرفت نہ فرمائی۔ بلکہ ان کی باتوں پر تبسم فرمایا۔ اور تسلی دی۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توبہ منظور کر لی۔ ان کو بطور گواہ صلح نامہ پر دستخط کرنے کی اجازت عطاء فرمائی۔ انہیں تمام شرکاء سمیت دوزخ سے نجات یافتہ فرمایا۔ اور وقت کے لاثانی مسلمان قرار دیا۔ تو کیا اس کے بعد بھی مذکورہ جملہ کی بناپر ان پر نفاق کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔؟

اگر وقتی ناراضگی وجۂ نفاق قرار دی جائے۔ تو ایسی ناراضگی بیعت رضوان کے تمام شرکاء سے ہوئی۔ جبکہ انہوں نے قربانیاں کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ام سلمہ کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار بھی فرمایا۔ ان شرکاء میں حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو پھر کسی کو بھی نفاق سے بری نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر بری ہیں۔ اور واقعی ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت سبھی بری ہیں۔

اور اگر کوئی شیعہ یہ بڑھ ہانکے۔ کہ چونکہ آپ ناراض ہو گئے تھے۔ اس لیے آپ کی ناراضگی کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین سے نکل گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی کبھی معافی نہیں ہو سکتی۔ تو ذرا دل تھام کر جواب دیجئے۔ کہ جب حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا اور ان کی زوجہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ناراض ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے اس ارادے پر سخت غصہ اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور اسی ناراضگی کے عالم میں آپ منبر پر جلوہ فرما ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ نبی کی بیٹی اور کافر دشمن کی بیٹی ایک شخص کے عقد میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ اس واقعہ کا تذکرہ معتبر کتب شیعہ میں موجود ہے۔ مثلاً امالی شیخ صدوق۔ بحار الانوار۔ اور جلاء العیون وغیرہ۔

تو ہم آپ سے دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی تادم آخر قائم رہی۔ اور اس کی معافی نہ ہو سکی۔ اور اس کی وجہ سے اسلام و ایمان ہاتھ سے جاتا رہا؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی وقتی تھی۔ آپ بعد میں راضی ہو گئے۔ اور اس کی معافی دے دی گئی۔ اور اس سے ایمان و اسلام میں کوئی فرق نہ پڑا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے بعد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اور بعد وفات تاقیامت حضور ہی کے پہلو میں قیام پذیر ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ ام کلثوم عقد میں دے دی۔ جس کا تفصیلی ذکر ہم دوسری جلد میں کر چکے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کامل الایمان ہونے کی یہ دلیل کیا کم ہے۔ کہ جب حضرت عمر کا انتقال ہوتا ہے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازے کے قریب کھڑے ہو کر یہ دعا مانگتے ہیں۔

حضرت علی کا کردارِ عمر پر رشک

ما احد احب الی، ان القی اللہ بصحیفۃ من ھذا المسجی۔

(معانی الاخبار صفحہ نمبر ۴۱۲۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ کہ جب میں اللہ تعالیٰ کے حضور جاؤں۔ تو میرے ہاتھوں میں اس کفن پوش (یعنی عمر بن الخطاب) کا،

Marfat.com

نامۂ اعمال ہو۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پکا اور کامل مومن سمجھتے تھے۔ ورنہ کسی منافق کے نامۂ اعمال کو ہاتھ میں لے کر اللہ کے حضور جانے کی کون تمنا کرتا ہے۔ ایسا کہنا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کرے۔ اور کرتا ہے لیکن جن کے بخت اور مقدر ہی سڑے گلے ہوں۔ ان پر قرآن کی حقانیت کیا اثر کرے گی۔

وباللہ التوفیق

جواب پنجم: شک دور ہو جانے پر طعن نہیں رہتا

ہم گزشتہ سطور میں تحریر کر چکے ہیں۔ کہ واللہ ما شککت کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نہیں ہیں۔ بلکہ راوی نے اپنے اجتہاد سے ان کی طرف منسوب کر دیئے۔ چلو ہم تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ یہ الفاظ حضرت عمر کے تھے۔ اور ان سے ثابت بھی ہو گیا۔ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک بھی پڑ گیا۔ لیکن کیا شک ختم نہ ہوا ہے یہ حقیقت ہے۔ کہ شک زائل ہو گیا تو پھر زوال شک بھی پڑ گیا۔ ان پر زبان طعن دراز کرنا اور ان پر نفاق و کفر کے فتوے جڑنا کون سا عقلمندی کا ثبوت ہے۔ یہاں تو ان الفاظ کی نسبت میں بھی یقین نہیں۔ ہم تمہیں ایک روایت ایسی بیان کیے دیتے ہیں۔ جس میں نہ راوی کا اجتہاد نہ نسبت میں شک اور الفاظ ایسے دو ٹوک اور سخت کہ روایت مذکورہ بالا ان کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ اس روایت کے الفاظ دیکھو۔ پھر فیصلہ کر دو۔ کہ کیا کہہ رہے تھے۔ اور کیا کہو گے۔

فروع کافی:

عَنْ حِمْرَانَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

Marfat.com

وَ ذُكِرَ هٰؤُلَآءِ عِنْدَهٗ وَسُوْءُ حَالِ
الشِّيْعَةِ عِنْدَهُمْ فَقَالَ اِنِّيْ سِرْتُ مَعَ اَبِيْ
جَعْفَرِ الْمَنْصُوْرِ وَ هُوَ فِيْ مَرْكَبِهٖ وَ هُوَ
عَلٰى فَرَسٍ وَّ بَيْنَ يَدَيْهِ خَيْلٌ وَمِنْ خَلْفِهٖ
خَيْلٌ وَّ اَنَا عَلٰى حِمَارٍ اِلٰى جَانِبِهٖ ــــــــ
فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰى مَنْزِلِيْ اَتَانِيْ بَعْضُ مَوَالِيْنَا
فَقَالَ جَعَلْتُ فِدَاكَ وَ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُكَ
فِيْ مَرْكَبِ اَبِيْ جَعْفَرٍ وَ اَنْتَ عَلٰى حِمَارٍ وَ
هُوَ عَلٰى فَرَسٍ وَ قَدْ اَشْرَفَ عَلَيْكَ
يُكَلِّمُكَ كَاَنَّكَ تَحْتَهٗ فَقُلْتُ بَيْنِيْ وَ
بَيْنَ نَفْسِيْ هٰذَا حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَى الْخَلْقِ
وَ صَاحِبُ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِيْ يُقْتَدٰى بِهٖ
وَ هٰذَا الْاٰخَرُ يَعْمَلُ بِالْجَوْرِ وَيَقْتُلُ اَوْلَادَ
الْاَنْبِيَآءِ وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ فِي الْاَرْضِ
بِمَا لَا يُحِبُّ اللّٰهُ وَ هُوَ فِيْ مَرْكَبِهٖ وَاَنْتَ
عَلٰى حِمَارٍ فَدَخَلَنِيْ مِنْ ذٰلِكَ شَكٌّ حَتّٰى
خِفْتُ عَلٰى دِيْنِيْ وَ نَفْسِيْ فَقَالَ فَقُلْتُ لَوْ
رَاَيْتَ مَنْ كَانَ حَوْلِيْ بَيْنَ يَدَيَّ وَمِنْ
خَلْفِيْ وَ عَنْ يَمِيْنِيْ وَ عَنْ شِمَالِيْ
مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ لَا حْتَقَرْتَهٗ وَ
احْتَقَرْتَ مَا هُوَ فِيْهِ فَقَالَ الْاٰنَ

سَکَنَ قَلْبِیْ۔

(روضہ کافی جلد ۸ ص ۳۶-۳۷۔ تذکرہ حدیث ابی عبداللہ علیہ السلام مع المنصور طبع جدید تہران۔)
(روضہ کافی جلد ۳ ص ۱۶ طبع قدیم)

ترجمہ:

حمران کہتا ہے۔ کہ جب امام جعفر صادق کے پاس ان کے شیعوں کا تذکرہ کیا گیا۔ اور ان کی بدحالی کا ذکر ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں ابوجعفر منصور کے ساتھ جا رہا تھا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اور اس کے آگے پیچھے بھی گھڑ سوار تھے۔ لیکن میں گدھے پر سوار ایک طرف تھا۔ پھر جب میں اپنے گھر واپس آیا۔ تو میرے چاہنے والوں میں سے ایک آیا۔ اور کہنے لگا۔ میں آپ پر قربان! خدا کی قسم میں نے آپ کو ابوجعفر کے سواروں میں دیکھا۔ آپ گدھے پر سوار تھے۔ اور ابوجعفر گھوڑے پر سوار تھا۔ اور وہ آپ سے بلند ہو کر آپ سے گفتگو کرتا یوں نظر آتا تھا۔ کہ آپ اس کے ماتحت ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا۔ ان میں یہ (امام جعفر) زمین پر اللہ کی حجت ہے۔ اور صاحب الامر ہے۔ کہ لوگ اس کی اقتدا کرتے ہیں۔ اور وہ دوسرا ابوجعفر ظالم شخص ہے۔ نبی کی اولاد کو قتل کرنے والا اور زمین میں خونریزی کرنے والا ہے۔ خدا کو قطعاً پسند بھی نہیں۔ لیکن وہ گھوڑے پر اور آپ گدھے پر۔ تو اس واقعہ کو دیکھ کر مجھے ایسا شک پڑا۔ یہاں تک کہ مجھے اپنی ذات اور اپنے دین کا خوف لاحق ہو گیا تو یہ سن کر امام جعفر نے اس سے فرمایا۔ اگر تو میرے گرد و نواح میں فرشتوں کو دیکھ پاتا۔ تو ابوجعفر اور اس کی شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کو بالکل حقیر سمجھتا۔ جب امام موصوف

Marfat.com

نے یہ فرمایا۔ تو وہ محب کہتا ہے۔ کہ میں نے کہا۔ اب میرا دل سکون پذیر ہو گیا۔ (اور شک جاتا رہا)۔

حضرات! جب اس پختہ شک کرنے والے محبِ امام جعفر کا شک دُور ہو گیا۔ اور اس کے شک کی بنا پر کسی نے اس کو برا نہیں کہا۔ حالانکہ اس میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ شک والا جملہ خود متکلم کا اپنا ہے کسی نے اس کی طرف منسوب نہیں کیا۔ تو جب تمہارے مجتہدین کے فتوے نہ لگانے کی وجہ سے اس کا ایمان قائم رہا۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا شک جو بعد میں رفع ہو گیا۔ ان پر فتویٔ نفاق جاری کیا جا رہا ہے۔ خدا کا خوف کرو عظیم المرتبت صحابی کو بدنام کرنے کی ناپاک جسارت کرنے سے تمہیں شرم نہیں آتی۔ ان جوابات سے صاف عیاں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ذات اس طعن سے کوسوں دُور ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

طعن چہارم

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شکمِ اطہر پر دروازہ گرا کر ان کا حمل ضائع کر دیا:۔

نجم الحسن کراروی نے "چودہ ستارے"، اور غلام حسین نجفی نے "سہم مسموم" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات پر ایک طعن ذکر کیا۔ ان دونوں معترضین نے کتاب الملل والنحل للشہرستانی اور معارج النبوۃ تصنیف ملا معین کاشفی (جو کہ کتب اہل سنت ہیں) کا حوالہ بھی دیا۔ معترضین کی دونوں کتب کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

چودہ ستارے:۔

حضرت عمر آگ اور لکڑیاں لے کر آئے۔ اور کہا گھر سے نکلو ورنہ ہم آگ لگا دیں گے۔ یہ سن کر فاطمہ دروازہ کے قریب آئیں۔ اور فرمایا کہ اس گھر میں رسول کے نواسے حسنین بھی موجود ہیں۔ کہا ہوتے دیجئے۔

(تاریخ طبری۔ الامامت والسیاست جلد ۱ ص ۱۲)

Marfat.com

اس کے بعد برابر شور و غل ہوتا رہا۔ اور علی کو گھر سے باہر نکالنے کا مطالبہ ہوتا رہا۔ مگر علی نہ نکلے۔ فاطمہ کے گھر کو آگ لگا دی گئی۔ جب شعلے بلند ہونے لگے۔ تو فاطمہ دوڑ کر دروازہ کے قریب آئیں۔ اور فرمایا۔ ارے میرے باپ کا کفن بھی میلا نہ ہونے پایا۔ کہ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ یہ سُن کر فاطمہ کے اوپر دروازہ گرا دیا گیا۔ جس کے باعث معصومہ کے شکم پر ضرب لگی۔ اور فاطمہ کے بطن میں محسن نامی بچہ شہید ہو گیا۔ (کتاب الملل والنحل شہرستانی۔ طبع مصر ص ۲۰۔)
علامہ معین کاشفی لکھتے ہیں۔ کہ بدان مرض فاطمہ از جہاں رحلت فرمود۔ فاطمہ اسی ضرب عمر سے رحلت کر گئیں۔

ملاحظہ ہو معارج النبوۃ رکن چار باب ع۳۰ ص ۴۲)

(چودہ ستارے تصنیف کرار دی شیعی ص ۱۰۰ - ۱۰۱ مطبوعہ لاہور)

سہم مسموم:

عمر کے ظلم سے سیدہ زہرا کے شکم کا بچہ بھی شہید ہوا۔

عمر کے ظلم سے سیدہ زہرا کے بچے کا گرنا، عمر کا بنی ہاشم کو دھمکی دینا، سیدہ زہرا کی انصار سے فریاد، سیدہ زہرا کا وصیت کرنا کہ ان میں سے کوئی بھی میرے جنازے میں حاضر نہ ہو۔ روشن دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت زہرا رنج و غم میں اس دنیا سے وفات پا گئیں۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب الملل والنحل جلد ۱ ص ۵۹۔ ذکر النظامیہ مؤلف محمد بن عبدالکریم شہرستانی مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

Marfat.com

فَقَالَ اِنَّ عُمَرَ ضَرَبَ بَطْنَ فَاطِمَۃَ عَلَیْھَا السَّلَامُ یَوْمَ الْبَیْعَۃِ حَتّٰی اَلْقَتِ الْمُحْسَنَ مِنْ بَطْنِھَا وَ کَانَ یُصِیْحُ اَحْرِقُوا الدَّارَ بِمَنْ فِیْھَا وَ مَا کَانَ فِی الدَّارِ غَیْرُ عَلِیٍّ وَ فَاطِمَۃَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ۔

(سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم تصنیف غلام حسین نجفی ص ۷۶-۷۷ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ:

نظام کہتا ہے۔ کہ روز بیعت نبی کی بیٹی فاطمہ زہرا کے شکم پر عمر نے دُرّہ مارا حتیٰ کہ سیدہ کا بچہ شہید ہو کر گرا اور نیز عمر چیخ رہے تھے۔ کہ اس گھر کو بمعہ ان لوگوں کے جو اس میں ہیں جلا دو اور گھر میں سوائے علی، فاطمہ اور حسن و حسین کے اور کوئی نہ تھا۔

جواب اوّل:

کتاب الملل والنحل کا مصنف الحاد و زندقہ سے ملوّث تھا۔ اور اسماعیلی شیعہ تھا۔

اوپر ذکر شدہ طعن وہ مشہور طعن ہے۔ جو ہر شیعہ کی زبان پر جاری ہے۔ اور اس کے ذریعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) ظالم اور دشمنِ اہل بیت ثابت کرنے کی ناپاک جسارت

Marfat.com

کی جاتی ہے۔ غلام حسین نجفی نے اس طعن میں رنگ بھرنے کی خاطر کتاب الملل والنحل کا حوالہ دیا ہے۔ آیئے اس کتاب کی اہمیت اور قدر و منزلت خود اس کے مصنّف کے حالات کی روشنی میں معلوم کریں۔ تاکہ اس کے حوالہ کے قابلِ اعتبار ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ ہو جائے۔

لسان المیزان:

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيْمِ بْنِ اَحْمَدَ اَبُوْ الْفَتْحِ الشَّهْرَسْتَانِيْ صَاحِبُ كِتَابِ الْمِلَلِ وَالنِّحَلِ تَفَقَّهَ عَلٰى اَحْمَدَ الْجَوَانِيْ وَاَخَذَ الْكَلَامَ عَنْ اَبِيْ نَصْرِ بْنِ الْقُشَيْرِيْ قَالَ ابْنُ السَّمْعَانِيْ وَرَدَ بَغْدَادَ وَاَقَامَ بِهَا ثَلَاثَ سِنِيْنَ وَكَانَ يَعِظُهَا وَلَهٗ قُبُوْلٌ عِنْدَ الْعَوَامِ وَسَاَلْتُهٗ عَنْ مَوْلِدِهٖ فَقَالَ سَنَةَ تِسْعٍ وَّسَبْعِيْنَ وَاَرْبَعِ مِائَةٍ وَمَاتَ سَنَةَ ثَمَانٍ وَاَرْبَعِيْنَ وَخَمْسِ مِائَةٍ قَالَ ابْنُ السَّمْعَانِيْ فِيْ مُعْجَمِ شُيُوْخِهٖ وَكَانَ مُتَّهَمًا بِالْمَيْلِ اِلٰى اَهْلِ الْبِدَعِ يَعْنِيْ الْاِسْمَاعِيْلِيَّةَ وَالدَّعْوَةَ اِلَيْهِمْ لِضَلَالَتِهِمْ وَقَالَ الْخَوَارِزْمِيْ صَاحِبُ الْكَافِيْ لَوْلَا تَخْلِيْطُهٗ فِي الْاِعْتِقَادِ وَمَيْلُهٗ اِلٰى اَهْلِ الزَّيْغِ وَالْاِلْحَادِ لَكَانَ هُوَ

اَلْاِمَامُ فِی الْاِسْلَامِ۔

(لسان المیزان تصنیف ابن حجر عسقلانی جلد ۵
ص ۲۶۳ حرف المیم مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

کتاب الملل والنحل کے مصنف محمد بن عبد الکریم بن احمد ابو الفتح شہرستانی نے احمد الجوانی سے علم فقہ حاصل کیا۔ اور ابونصر بن القشیری سے علم کلام سیکھا ابن السمعانی نے کہا۔ کہ مصنف ہذا بغداد میں آیا۔ اور تین سال یہاں رہا۔ وعظ کرنے میں عوام میں بڑا مقبول تھا۔ میں نے اس کی پیدائش کے بارے میں پوچھا۔ تو کہا۔ چار سو اناسی ہجری میں پیدا ہوا اور پانچ سو اڑتالیس میں وفات پائی۔ ابن السمعانی نے اپنے مشائخ کی "معجم" میں کہا۔ یہ مصنف ایک شیعی بدعتی فرقہ اسماعیلیہ کی طرف میلان کی وجہ سے متہم تھا۔ اور ان کے گمراہ کن عقائد کی دعوت دیا کرتا تھا۔ خوارزمی کا کہنا ہے۔ کہ اگر اس کے عقائد میں خلط ملط نہ ہوتا۔ اور گمراہ لوگوں کی طرف اس کا رجحان نہ ہوتا۔ تو مسلمانوں کا ایک بڑا امام متصور ہوتا۔

طبقات شافعیہ الکبریٰ:

فِیْ تَارِیْخِ شَیْخِنَا الذَّھَبِیْ اَنَّ ابْنَ السَّمْعَانِیْ ذَکَرَ اَنَّہٗ کَانَ مُتَّھَمًا بِالْمَیْلِ اِلٰی اَھْلِ الْقِلَاعِ یَعْنِیْ الْاِسْمَاعِیْلِیَّۃَ وَالدَّعْوَۃَ اِلَیْھِمْ وَالنُّصْرَۃِ لِطَامَّاتِھِمْ وَاَنَّہٗ قَالَ فِی التَّحْبِیْرِ اَنَّہٗ مُتَّھَمٌ بِالْاِلْحَادِ وَالْمَیْلِ

اِلَیۡھِمۡ غَالٍ فِی التَّشَیُّعِ۔

(طبقات شافعیہ الکبریٰ جزء رابع ص۹۲)

ترجمہ:

ہمارے شیخ امام الذہبی کی تاریخ میں مذکور ہے۔ کہ ابن السمعانی نے اس کے بارے میں ذکر کیا۔ یہ فرقہ اسماعیلیہ کی طرف میلان کی وجہ سے متہم تھا۔ ان کے عقائد کی دعوت اور ان کے بے اصل اقوال کی تائید کی وجہ سے بدنام تھا۔ اور ابن سمعانی نے اپنی کتاب "تحبیر" میں کہا۔ کہ یہ بے دینی بے دینوں کی طرف میلان کی وجہ سے بدنام تھا۔ اور کٹر شیعہ تھا۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے واضح ہوا۔ کہ صاحب الملل والنحل محمد بن عبدالکریم شہرستانی، صحیح العقیدہ اور پختہ مسلمان نہ تھا۔ بے دین اور زندیق ہونے کے علاوہ شیعیت کی طرف بھی مائل تھا۔ لہٰذا غلام حسین نجفی کا یہ کہنا کہ "کتاب الملل والنحل سنیوں کی معتبر کتاب ہے"، سراسر غلط اور لغو ہے۔ الحاد اور زندقہ کی تلویث سے اُس کا فلسفی ہونا تو ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پکا متبع ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس کے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ اپنے وعظ و تبلیغ کے دوران اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کرتا تھا۔ اور مسائل شرعیہ سے کتراتا تھا۔ شہرستانی کے متعلق ان خیالات کا اکیلے ہم ہی نہیں بلکہ اہل تشیع کے ایک عظیم مجتہد۔ شیخ عباس قمی نے بھی ایسا ہی تذکرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الکنیٰ والالقاب:-

حموی در معجم البلدان در حق ایں مرد بدیں لفظ گفتہ است۔ اگر غلط او در عقیدہ و میلش بالحاد نبود او باید کہ پیشوا بود و بسیار می شد کہ ما در شگفت بودیم۔

از اینکہ باو فور فضل و کمال عقل خود چگونہ میل کند بچیزے کہ اصلے ندارد و امرے را برگزیند کہ از عقل و نقل دلیلے ندارد پناہ خدا از خذلان و حرمان از نور ایمان و این نیست مگر برائے روگردانی او از نور شریعت و پرداختن او بظلمات فلسفہ و میان ما گفتگوھا و بررسیہا بود و او در نصرت مذاہب فلاسفہ و دفاع از آں ہا مبالغہ می کرد و من در چند جلسہ وعظ او حضور داشتم و در آنہا نہ از خدا می گفت و نہ از رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و نہ جواب از مسائل شرعیہ و خدادا ناتر است بحال او پایاں در آواخر شعبان ۵۴۸ ھ فوت کرد۔

(الکنی والالقاب جلد ۲ ص ۳۶۴)

ترجمہ:

حموی نے معجم البلدان میں اس (شہرستانی) کے متعلق یہ الفاظ کہے ہیں۔ "اگر اس شخص کے عقیدہ میں گڑبڑ اور بے دینی کی طرف اس کا رجحان نہ ہوتا۔ تو اس کو پیشوائے مسلمانان ہونا چاہیئے تھا۔ اور بہت مرتبہ ایسا ہوا۔ کہ ہم اس معاملہ میں حیران رہ جاتے۔ کہ اس قدر فضل و کمال کے ہوتے ہوئے اس نے ایسے عقائد کی طرف کیونکر میلان کر لیا۔ کہ جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ اور ایسے راستہ پر چل پڑا۔ جس کی عقل و نقل کے اعتبار سے کوئی دلیل نہیں ملتی۔ ایمان کے نور سے محرومی اور ذلت پر اللہ کی پناہ۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا۔ کہ اس نے شریعت کے نور سے روگردانی کی۔ اور فلسفیانہ اندھیروں میں جا پڑا۔ ہمارے درمیان گفتگو بھی ہوئی۔ اور ویسے بھی تعلقات تھے۔ یہ شخص فلاسفہ کے مذہب پر کیے گئے اعتراضات کا بڑھ چڑھ کر جواب دیا کرتا تھا اور ان کے نظریات کا حامی تھا۔ میں (شیخ عباس قمی) بذاتِ خود اس کے

Marfat.com

پہ چند جلسوں اور اس کی چند مجالس وعظ میں شریک ہوا ہوں۔ ان مجالس میں نہ تو اس نے کوئی خداوند قدوس کی بات کی۔ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا۔ اور نہ ہی شرعی مسائل کا جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کی حالت بخوبی جانتا ہے۔ شعبان کی آخری تاریخوں میں ۵۴۸ھ میں فوت ہوا۔

معارج النبوت کا مقام اور اس کے حوالہ کی حقیقت۔

نجم الحسن کراروی شیعی نے طعن مذکور کو ثابت کرنے کے لیے "معارج النبوۃ" کا حوالہ ذکر کیا۔ اس سلسلہ میں اولیں گزارش یہ ہے۔ کہ اس کتاب کا مصنف ملا معین کاشفی محض ایک واعظ تھا۔ اور اس نے مذکور کتاب میں جو کچھ لکھا۔ وہ واعظانہ رنگ میں ہے۔ اسی لیے اس نے اس کتاب میں اچھا برا بہت کچھ جمع کر دیا ہے۔ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس کے بارے میں کسی سائل کے جواب میں فرمایا۔

"کہ وہ ایک واعظ تھا اس کی کتابوں میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔" احکام شریعت

لہٰذا ایسے واعظ کو محقق سُنّی نہیں کہا جا سکتا۔ اور نہ ہی ایسے شخص کی تحریر اہل سنّت کے عقائد کی ترجمانی کر سکتی ہیں۔ اور دوسری گزارش یہ کہ ملا معین کاشفی کی کتاب سے جو حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے نقل کرتے ہیں نجم الحسن کراروی نے فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

معارج النبوۃ:

گویند در آں زفاف سعد بن معاذ گوسفندے فرستاد و بعضے از انصار چند صاع برنج آوردند و طعام عروسی فاطمہ رضی اللہ عنہا آں بود و ذکر اوصاف آں ستودہ خصال زیادہ از آں است کہ دریں مختصر مذکور گردد و بتول را رضی اللہ عنہا

حق تعالیٰ چند فرزندان از امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ ارزانی داشت نخست حسن و حسین و زینب وام کلثوم ورقیہ ومحسن کہ سقط شد و بداں مرض رضی اللہ عنہا از جہاں رحلت نمود۔

(معارج النبوة تصنیف ملا معین کاشفی
رکن چہارم باب ۳ ص ۳۳ مطبوعہ سکھر)

ترجمہ :

بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شب عروسی کے وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک بکری ان کے ہاں بھیجی۔ اور انصارِ مدینہ میں سے بعض نے چند سیر چاول حاضر خدمت کیے۔ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شادی کا کھانا انہی اشیاء کا تھا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کے اوصاف اور خوبیاں اس قدر ہیں۔ کہ اس مختصر کتاب میں ان کا تذکرہ ناممکن ہے۔ حضرت بتول کے ہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چند بچے پیدا ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ حسن وحسین وزینب ام کلثوم اور رقیہ۔ ایک بچہ محسن نامی دورانِ حمل ساقط ہوگئے۔ (یعنی مدت حمل پوری ہونے سے پہلے ہی پیدا ہو کر فوت ہوگئے یا پیدا ہی مردہ ہوئے تھے) اور حضرت خاتونِ جنت اسی بیماری میں اللہ کی پیاری ہوگئیں۔

لمحہ فکریہ :

معارج النبوة کی فارسی عبارت اور اس کا اردو ترجمہ آپ حضرات نے ملاحظہ کیا۔ کیا اس میں اس فرضی واقعہ کہ جس کو بیان کرکے نجم الحسن کراروی نے طعن کی بنیاد رکھی۔ کا کہیں اتہ پتہ ہے؟ حضرت عمر نے آگ لگائی۔ سیدہ فاطمہ باہر نکلنے لگیں۔ تو ان کو دھکا

دیا گیا۔ ان پر دروازہ گرا۔ اور پیٹ میں موجود بچہ ساقط ہو گیا۔ ان باتوں میں سے کسی ایک کا بھی مذکورہ حوالہ میں ثبوت و وجود نظر آتا ہے؟ اتنے بڑے بڑے جھوٹ اور بہتان لگانے والا "فخر العلماء، حجۃ الاسلام، الحاج مولانا مولوی"، کہلاتا ہے۔ نہیں بلکہ دنیائے شیعیت نے انہی عظیم سیاہ کارناموں پر اسے یہ منصب عطا کیے۔ آخر ایسا کیوں نہ ہو۔ جن کے مذہب کی اہم بنیاد "تقیہ" ہے تو جو اس میں ید طولی رکھتا ہو گا۔ وہ ان کے علماء کا فخر اور ان کے "اسلام" کی "حجۃ"، اور ان لاوارثوں کا "مولا"، نہیں ہو گا۔ تو اور کیا ہو گا؟ آسمان کے ستارے (نجوم جو نجم کی جمع ہے) شیطان پر پڑتے ہیں۔ اور امام حسن کا نجم (نجم الحسن) خود امام موصوف کے ممدوح اور رہی خواہ حضرت عمر پر؟ خدا حق بین بنائے۔ اور حق قبول کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

جواب دوم:

"الملل والنحل" کی مذکور عبارت میں ایک شیطان صفت آدمی کا عقیدہ بیان کیا گیا نہ کہ تاریخی واقعہ

غلام حسین نجفی نے الملل والنحل کی تھوڑی سی اپنے مطلب کی عبارت لکھ کر طعن کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر "یہ غلام" مکمل عبارت نقل کرتا تو مذکور طعن کا ثبوت مہیا نہ کر سکتا۔ اِس "غلام" نے اپنے اوپر پڑنے والے "نجم" کی طرح انتہائی مکر و فریب اور چابکدستی سے کام لیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ شہرستانی موصوف نے معتزلہ کے مختلف فرقوں کے عقائد کی بحث کرتے ہوئے ایک فرقہ "نظامیہ" کا ذکر کیا۔ اور اس کے عقائد میں سے "گیارہواں عقیدہ" ذکر کرتے ہوئے عبارت مذکورہ لکھی۔ مکمل عبارت درج ذیل ہے۔

الملل والنحل:۔

(الحادی عشر) مَیْلُهٗ اِلَى الرَّفْضِ وَوَقِیْعَتُهٗ فِیْ کِبَارِ الصَّحَابَةِ قَالَ اَوَّلًا لَا اِمَامَةَ اِلَّا بِالنَّصِّ وَالتَّعْیِیْنِ ظَاهِرًا مَکْشُوْفًا وَقَدْ نَصَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ فِیْ مَوَاضِعَ وَ

Marfat.com

اَظْهَرَهُ اِظْهَارًا لَمْ يَشْتَبِهْ عَلَى الْجَمَاعَةِ اِلَّا اَنَّ عُمَرَ كَتَمَ ذٰلِكَ وَهُوَ الَّذِىْ تَوَلّٰى بَيْعَةَ اَبِىْ بَكْرٍ يَوْمَ السَّقِيْفَةِ وَنَسَبَهُ اِلَى الشَّكِّ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِىْ سُؤَالِهٖ عَنِ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ قَالَ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ اَلَيْسُوْا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ نَعَمْ قَالَ عُمَرُ فَلِمَ نُعْطِى الدَّنِيَّةَ فِىْ دِيْنِنَا قَالَ هٰذَا شَكٌّ فِى الدِّيْنِ وَوِجْدَانُ حَرَجٍ فِى النَّفْسِ مِمَّا قَضٰى وَحَكَمَ وَزَادَ فِى الْفِرْيَةِ فَقَالَ اِنَّ عُمَرَ ضَرَبَ بَطْنَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ يَوْمَ الْبَيْعَةِ حَتّٰى اَلْقَتِ الْمُحْسِنَ مِنْ بَطْنِهَا وَكَانَ يَصِيْحُ اَحْرِقُوْا الدَّارَ بِمَنْ فِيْهَا وَمَا كَانَ فِى الدَّارِ غَيْرُ عَلِىٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ۔

(الملل والنحل جزء اول ص ۵۷ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ۔ زیر بحث فرقہ نظامیہ)

ترجمہ:

(ابراہیم بن السیار النظام جو فرقہ نظامیہ کا بانی ہے۔ اس کے عقائد میں سے گیارہواں عقیدہ) اس کا رجحان رافضیوں کی طرف تھا۔ اور بزرگ صحابہ کرام کے بارے میں تبرّا باز تھا۔ اس نے اول یہ کہا۔ کہ امامت کے لیے نص اور تعیین ضروری ہے۔ جس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہونی چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی امامت کا بہت سے

Marfat.com

مقامات پر واضح ذکر فرمایا۔ اور اسے اس قدر ظاہر فرما دیا۔ کہ جماعت صحابہ میں سے ماسوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کو اشتباہ نہ تھا۔ یہی عمر بن الخطاب ہے۔ جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا ٹھیکہ دار بنا جب ثقیفہ میں گفت گو ہو رہی تھی۔

اسی (ابراہیم الیسار معتزلی) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مقام حدیبیۃ کے واقعہ پر ”شک“ کی نسبت کی۔ یہ اس وقت ہوا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کیا ہم حق پر نہیں، کیا وہ یعنی کفار مکہ باطل پر نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیوں نہیں ایسے ہی ہے۔ پھر حضرت عمر نے عرض کیا۔ تو ہم پھر کیوں دینوی شرائط کے تحت اپنے دین کو چھوڑے جا رہے ہیں۔ نظام کہتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا دو دین میں شک اور وجدان میں سستی ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ اور قضا کے ضمن میں ان کے دل سے نکلا“

نظام معتزلی نے بہت سے جھوٹوں اور تہمتوں میں ایک جھوٹ اور تہمت یہ بھی لگائی۔ کہ دو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعتِ صدیق کے موقعہ پر حضرت خاتونِ جنت کے شکم اطہر پر ضرب لگائی۔ جس کی وجہ سے ان کے پیٹ میں موجود محسن نامی بچہ گر گیا۔ عمر چلا چلا کر کہہ رہے تھے۔ اس گھر کو بمعہ اس کے مکینوں کے جلا دو۔ حالانکہ اس وقت اس گھر میں حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ہی تھے۔

Marfat.com

ابراہیم السیار معتزلی شیطان تھا۔ (نعمت اللہ الجزائری شیعی)

قارئین کرام! نجفی شیعی کی دھوکہ دہی، غلط بیانی اور الزام تراشی آپ نے ملاحظہ فرمائی صاحب الملل والنحل نے ایک معتزلی ابراہیم الیسار نامی شخص کے عقائد بیان کرتے ہوئے اس کا گیارہواں عقیدہ بیان کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو جلانے کا حکم اور ان کے پیٹ پر ضرب لگا کر ان کے پیٹ میں موجود بچہ کو گرا دینے کا الزام۔ اسی معتزلی کا عقیدہ بیان کیا۔ لیکن نجفی نے اسے اہلسنت کی طرف منسوب کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ نظام معتزلی اگرچہ نجفی سے کچھ ملتا جلتا ہے۔ اور شائد ایک ہی درخت کی شاخیں ہوں لیکن نجفی کے بڑے اس معتزلی کو شیطان کا بھائی کہہ رہے ہیں۔ بھائی کون ہے اور شیطان کون ناظرین اس کو بخوبی جانتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

انوار نعمانیہ:۔

وَمِنْهُمُ النِّظَامِيَّةُ أَصْحَابُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ السَّيَّارِ النِّظَامِ وَهُوَ مِنَ الشَّيَاطِيْنِ الْقَدَرِيَّةِ طَالَعَ كُتُبَ الْفَلَاسِفَةِ وَخَلَطَ كَلَامَهُمْ بِكَلَامِ الْمُعْتَزِلَةِ۔

(انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۲۲۸۔ فی بیان الفرق وادیانہا۔ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:

ان معتزلہ شیعہ فرقوں میں سے ایک فرقہ نظامیہ ہے۔ جو ابراہیم بن الیسار النظام نامی شخص کے پیروکار ہیں۔ یہ شخص قدریہ شیطانوں میں سے ایک

تھا۔ اس نے فلاسفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اور ان کے کلام کو معتزلہ کے کلام میں خلط ملط کر دیا۔

نظام معتزلی شیعہ عقائد کا بھی حامل تھا

اوپر سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ نظام معتزلی بزرگ صحابہ کرام کی شان میں تبرّا بازی کیا کرتا تھا یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشی کرنا اس کا مشغلہ تھا۔ اسی الزام تراشی کا ایک نمونہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایمان کا کمزور بلکہ شک کرنے والا کہا۔ دوسرا نمونہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خاتون جنت کے مکان کو آگ لگانے والا اور انہیں زدوکوب کرنے والا وغیرہ کہا ان الزامات کے علاوہ ایک عقیدہ اس کا یہ بھی تھا۔ کہ ولایت "منصوص من اللہ" ہوتی ہے۔ اس کا یہ عقیدہ اور اس کے ضمن میں ایک تبرّا کا خود شیعہ مصنف بھی اقرار کر رہا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

انوار نعمانیہ:

وَمِنْهَا اَنَّهُمْ مَالُوْا اِلٰى وُجُوْبِ النَّصِّ عَلَى الْاِمَامِ وَثُبُوْتِ النَّصِّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ عَلٰى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لٰكِنَّ كَتَمَهٗ عُمَرُ۔

(انوار نعمانیہ جلد ۲ ص ۲۲۹ تذکرہ نور فی بیان الفرق مطبوعہ تبریز۔ طبع جدید۔)

ترجمہ:

فرقہ نظامیہ کے عقائد میں سے ایک یہ ہے۔ انہوں نے اس طرف رجحان

کیا ہے۔ کہ امام کی امامت پر نص کا ہونا واجب ہے۔ اور اس بات کا بطور نص ذکر ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے امامت منصوص فرمادی تھی۔ لیکن اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھپائے رکھا۔

الحاصل:

گزشتہ اوراق میں ہم "امامت" کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ ذکر کر چکے ہیں۔ کہ ان کے ہاں یہ مسئلہ "منصوص من اللہ" ہونا چاہیئے۔ اور حضرات صحابہ کرام کے حضور جو ان کی مردود تحریریں ہیں۔ وہ بھی آپ کے سامنے ہیں۔ من جملہ دیگر عقائد نظام معتزلی ان دونوں میں ان کا ساتھی ہے۔ اور بھائی بند ہے۔ چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کو "وھو من الشیاطین" کہا ہے۔ اور اس شیطان کے بکواسات میں سے ایک یہ بھی ذکر کیا۔ کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کو آگ لگانا اور ان کے شکم پر ضرب مار کر بچہ گرانا اسی نظام کا افتراء ہے۔ "انوار نعمانیہ" نے اس کو بہت بڑا جھوٹ کہا۔ اور نجفی نے اسی جھوٹ کو اہل سنت کا عقیدہ ذکر کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن لگانے کی کوشش کی۔ اگر وہ بڑا مفتری اور کذاب ایک فرقہ کا بانی بن سکتا ہے۔ بلکہ بن گیا تو کیا عجب کہ نجفی بھی اسی پرواز کے لیے پر تول رہا ہو۔

"صاحب انوار نعمانیہ" نے اسی قدریہ شیطان کا ایک اور عقیدہ بیان کیا۔ کہ وہ امامت کے لیے وجوبِ نص کا معتقد تھا۔ اب ذرا سینہ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بلکہ مار کر بتلائیے اس شیطان کے عقیدہ کے ساتھ کس کا عقیدہ ملتا جلتا ہے۔؟ صاف بات ہے۔ کہ اس شیطان، بے دین اور بدعتی نے جو عقائد وضع کیے۔ انہی کی بنا پر یہ ان القاب کا سزاوار ٹھہرا۔ ورنہ آدمی شریف ہوگا۔ شہرستانی کی طرح اگر ان خرابیوں کا حامل نہ ہوتا۔ تو دنیائے اسلام کا قابل قدر آدمی ہوتا۔ شہرستانی کی کتاب الملل والنحل میں سرے سے یہ

Marfat.com

طعن مذکور نہیں۔ اور اگر کچھ ٹوٹا پھوٹا بنا بھی لیا جائے۔ تو وہ خود شیعہ اسماعیلیہ تھا۔ ہمارا آدمی کب تھا؟ نہ شہرستانی ہمارا نکلا۔ اور نہ ہی اس نے اپنی کتاب میں جو یہ عبارت لکھی۔ وہ ہمارا عقیدہ تھی۔ بلکہ نظام معتزلی کا عقیدہ ذکر کیا۔ اور ملا معین کاشفی نے رطب و یابس سب کچھ جمع کر دیا۔ لیکن وہاں بھی آگ لگانے اور دروازہ گرانے کا نام و نشان نہیں۔ تو ان واضح شہادتوں اور ظاہر دلائل کے ہوتے ہوئے نجفی اور کراروی نے سادہ لوح سنیوں کو فریب دیکر یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے ظالم تھے (معاذ اللہ) امید ہے۔ کہ صاحبِ انصاف ہماری اس وضاحت و تحقیق کے بعد مطمئن ہو جائے گا۔ اور حق کو اپنانے کی جرأت کر کے اپنی آخرت اچھی کرے گا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

باب سوم

سیدنا عثمان غنی رض پر کیے گئے بقیہ

شیعہ

مطاعن

Marfat.com

باب سوم:

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیے گئے

اہل تشیع کے بقیہ مطاعن

طعن دوم

جناب عثمان ذوالنورین نے اپنی بیوی ام کلثوم کی موت کے بعد ان کے مردہ کے ساتھ ہم بستری کر کے نبی کریم کو اذیت پہنچائی

از قول مقبول اثبات وحدۃ بنت الرسول

نوٹ:۔ اہل تشیع کے ایک عالم غلام حسین نجفی شیعی نے اپنی تصنیف ”قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول“ میں یہ طعن ذکر کیا۔ اور اس کے ثبوت کے لیے درج ذیل حوالہ جات تحریر کیے۔

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب۔ صحیح بخاری ص ۱۷۱ جلد ۱ کتاب الجنائز۔

Marfat.com

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الجنائز۔

۳۔ " " " " " " ۔ عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الجنائز ص ۸۵ جلد ۲

۴۔ " " " " " " ۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز

۵۔ " " " " ۔ اشعتہ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۸۵

۶۔ " " " " ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۸۰ جلد ۴ کتاب الجنائز

۷۔ " " " " ۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول ص ۱۸۲ ج ۴ ذکر تعجیل الدفن

۸۔ " " " " ۔ نیل الاوطار ص ۹۸ ج ۴ کتاب الجنائز

۹۔ " " " " ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ص ۲۹۸ و ذکر رقیہ ص ۴۶۶

۱۰۔ " " " " ۔ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب ص ۲۹۴ ذکر ام کلثوم

۱۱۔ " " " " ۔ الطبقات الکبریٰ ص ۳۸ جلد ۸ ذکر ام کلثوم

۱۲۔ " " " " ۔ ذخائر العقبیٰ باب ۱ فصل ۶ ص ۱۹۶

۱۲۔ " " " " ۔ تاریخ خمیس جلد ۱ ص ۲۷۶

۱۴۔ " " " " ۔ تاریخ بغداد ص ۴۳۷ جلد ۱۲ ذکر قاسم بن نصر

۱۵۔ " " " " ۔ مدارج النبوۃ قسم پنجم باب ۱ ص ۴۵۹

۱۶۔ " " " " ۔ المستدرک ص ۴۷ جلد ۴ کتاب معرفۃ الصحابہ

۱۷۔ " " " " ۔ تلخیص المستدرک ص ۴۷ جلد ۳

۱۸۔ " " " " ۔ تاریخ صغیر لامام بخاری ص ۱۲۰ حدیث رقیہ

۱۹۔ " " " " ۔ کتاب روضۃ الاحباب ص ۲۰۷

بخاری شریف کی روایت ملاحظہ ہو۔

قول مقبول:۔

قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ جَالِسٌ عَلَی الْقَبْرِ قَالَ فَرَاَیْتُ

Marfat.com

عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَا قَالَ فَانْزِلْ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا۔

ترجمہ:-

جب ام کلثوم کی وفات ہوئی۔ اور ان کو دفن کیا جا رہا تھا۔ تو نبی کریم قبر پر بیٹھے تھے راوی کہتا ہے۔ کہ حضور پاک کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ اور نبی نے فرمایا۔ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے آج کی رات اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو۔ ابوطلحہ نے کہا میں نے نہیں کی۔ حضور نے فرمایا تم قبر میں اترو۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول تصنیف مولوی غلام حسین نجفی ص ۴۲۰-۴۲۱)

طریقۂ استدلال:-

بخاری شریف کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار کے جواب میں صرف حضرت ابوطلحہ ہی ایک ایسے صحابی نکلے۔ جن میں مذکورہ شرط موجود تھی۔ یعنی انہوں نے گزری رات میں اپنی بیوی سے ہم بستری نہیں کی تھی۔ ان مخاطبین میں حضرت عثمان غنی بھی موجود تھے۔ کہ جن کی بیوی کی میت قبر میں اتارنے کا معاملہ درپیش تھا۔ وہ اپنی بیوی کو قبر میں اتارنے کی تیاری کر رہے تھے۔ جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوچھی گئی شرط اپنے میں نہ پانے کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئے۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی رات اپنی بیوی سے ہم بستری کی تھی۔ اور یہ بالکل واضح امر ہے۔ کہ اس وقت ان کی بیوی صرف ام کلثوم ہی تھیں۔ کوئی دوسری عورت ان کے نکاح میں نہ تھی۔ تو حضرت عثمان غنی

Marfat.com

نے اپنی بیوی کے ساتھ اُن کی فوتیدگی کے بعد رات کو ہم بستری کی۔جس کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پریشان اور غم زدہ تھے۔ اور اسی غم کی وجہ سے روتے ہوئے ام کلثوم کی قبر پر آپ نے پوچھا۔ میری بیٹی کو قبر میں وہ اتارے گا۔ جس نے آج رات اپنی بیوی کا سے ہم بستری نہ کی ہو۔

جواب اول : حضرت عثمان نے اپنی لونڈی سے ہم بستری کی تھی

خلاصۂ جواب یہ ہے۔ کہ بخاری شریف کی ذکر کردہ عبارت میں مذکور طعن کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ بات دراصل یہ تھی۔ کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا عرصہ سے بیمار چلی آرہی تھیں۔ ان کی طویل بیماری کے دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خواہش جماع ہوئی۔ تو انہوں نے اپنی لونڈی سے ایک رات ہم بستری کی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ کہ اسی رات سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی دارِ فانی سے کوچ کر گئیں۔ کسی کی موت کی کیا خبر کہ وہ کب چل بسے گا۔ حضرت عثمان غنی کو اس کا علم تک نہ تھا۔ کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا آج کی رات انتقال کر جائیں گی۔ یا آج رات گزرنے پر صبح کے وقت ان کا وصال ہو جائے گا۔ تاہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی خفی اس کا پتہ چل گیا۔ کہ عثمان غنی نے آج رات ہم بستری کی ہے۔ تو آپ نے کسی مصلحت کے تحت یہ شرط لگائی۔ کیونکہ اس مصلحت کا تقاضا یہ تھا۔ کہ عثمان غنی کے ذریعہ ام کلثوم قبر میں اتارنا وقوع پذیر نہ ہو۔

حدیث مذکورہ میں کوئی ایک آدھا لفظ بھی ایسا موجود نہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضرت عثمان غنی نے سیدہ ام کلثوم سے اس وقت ہم بستری کی۔ جب اُن پر حالت نزع طاری تھی۔ یا جب ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ یہ کس قدر دیدہ دلیری ہے۔ کہ اس قدر اشارہ تک نہ ہونے کے باوجود معترض نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ حضرت عثمان ذوالنورین نے ام کلثوم کی لاش سے ہم بستری کی۔ (معاذ اللہ!)

ہاں اس قدر ضرور ہے۔ کہ اس اعتراض سے معترض کی کور باطنی اور دیدہ دلیری کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ ان انیس کتب اہل سنت کا نام لکھ کر اس نے اپنی بات کا وزن بڑھانے کی کوشش کی۔ جب کہ ان تمام کتب میں مضمون ایک ہی نوعیت کا ہے۔ یہ تو ہماری کتب ہیں خود اہل تشیع کی کسی کتاب میں یہ طعن مذکور نہیں۔ جو بطور تائید نخفی صاحب پیش کر سکتے۔

بہرحال ہم ان کتب میں سے چند ایک کی اصل عبارات پیش کرتے ہیں۔ قارئین۔ ان کے مفہوم سے خود اندازہ لگالیں گے۔ کہ مذکورطعن کی کیا حقیقت ہے۔ اور ان کتب سے اس کا ثبوت کیوں کر پیش کیا جا سکتا ہے؟ یہ عبارات خود "قول مقبول"، کے مصنف نے ذکر کی ہیں۔

مذکورہ سُنّی کتُب کی اصل عبارات

عمدۃ القاری:-

وَ يُقَالُ إِنَّ عُثْمَانَ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ بَاشَرَ جَارِيَةً لَهُ فَعَلِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَلَمْ يُعْجِبْهُ حَيْثُ شَغَلَ عَنِ الْمَرِيْضَةِ الْمُحْتَضَرَةِ بِهَا وَهِيَ أُمُّ كُلْثُوْمٍ زَوْجَتُهُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارَادَ اَنَّهٗ لَا يَنْزِلُ فِيْ قَبْرِهَا مُعَاتَبَةً عَلَيْهِ فَكَنّٰى

بِہٖ عَنْہُ۔

(عمدۃ القاری للعینی شرح بخاری جلد ۸
ص ۷ ے کتاب الجنائز مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:-

کہا گیا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی نے اسی رات کو جس رات ام کلثوم کا وصال ہوا۔ اپنی ایک لونڈی سے ہم بستری کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا۔ تو آپ نے اس کو اچھا نہ جانا۔ کیونکہ ایک ایسی مریضہ سے جو قریب المرگ ہو روگردانی کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔ یہ مریضہ ام کلثوم تھیں۔ جو حضرت عثمان کی زوجہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں۔ تو اس روگردانی کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ کیا۔ کہ بطور تنبیہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ام کلثوم کی قبر میں نہ اترنے دیا جائے۔ تو آپ نے اشارہ کنایہ کے ذریعہ ان کو تنبیہ کر دی۔

فتح الباری:-

وَحُکِیَ عَنِ ابْنِ حَبِیْبٍ اَنَّ السِّرَّ فِیْ اِیْثَارِ اَبِیْ طَلْحَۃَ عَلٰی عُثْمَانَ اَنَّ عُثْمَانَ کَانَ قَدْ جَامَعَ بَعْضَ جَوَارِیْہِ فِیْ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ فَتَلَطَّفَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَنْعِہٖ مِنَ النُّزُوْلِ فِیْ قَبْرِ زَوْجَتِہٖ بِغَیْرِ

Marfat.com

تَصْرِیح

(فتح الباری شرح بخاری للعسقلانی جلد ۳
ص ۱۲۲ کتاب الجنائز باب قول النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یعذب
المیت ببعض بکاء اھلہ
علیہ الخ۔ مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:۔

ابن حبیب سے حکایت کی گئی ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بجائے۔ حضرت طلحہ کے ذریعہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی میت قبر میں اتارنے میں راز یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے وصال کی رات اپنی ایک لونڈی سے ہم بستری کی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انوکھے اور پیارے انداز میں ان کو اپنی بیوی کی قبر میں اترنے سے روکا۔ (حالانکہ آپ واضح انداز میں بھی فرما سکتے تھے۔) لیکن آپ نے صراحت کے ساتھ منع کرنا پسند نہ فرمایا:۔

نوٹ:۔

"فتح الباری" میں اس عبارت سے قبل یہ صراحت بھی موجود ہے۔ جو نجفی صاحب شیعی کو نظر نہ آئی۔

فتح الباری:۔

وَ یُجَابُ عَنْہُ بِاِحْتِمَالِ اَنْ یَّکُوْنَ مَرَضُ الْمَرْاَۃِ طَالَ وَ احْتَاجَ عُثْمَانُ اِلٰی

الْوِقَاعِ وَلَمْ يَظُنَّ عُثْمَانُ اَنَّهَا تَمُوْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَ لَيْسَ فِي الْخَبَرِ مَا يَقْتَضِيْ اَنَّهٗ وَاقَعَ بَعْدَ مَوْتِهَا بَلْ وَ لَا حِيْنَ اِحْتِضَارِهَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

(فتح الباری جلد ۳ ص ۱۲۲)

ترجمہ:۔

(امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حدیث زیر بحث میں لفظ "لم یقارف" درست نہیں۔ بلکہ "لَمْ يُقَاوِلْ" صحیح ہے۔ جس کا معنی یہ ہوگا۔ نماز عشاء کے بعد باہم گفتگو کرنا۔ یہ ایک تاویل تھی۔ جسے امام طحاوی نے ذکر کیا۔ لیکن اس تاویل کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں۔)

اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ عورت کی بیماری طول پکڑ گئی ہو۔ اُدھر حضرت عثمان غنی کو جماع کی خواہش ہوئی ہو۔ اور حضرت عثمان کو یہ قطعاً خیال نہ ہو۔ کہ میری زوجہ اسی رات انتقال کر جائے گی۔ اس حدیث کے کسی لفظ سے یہ بات سامنے نہیں آتی۔ کہ حضرت عثمان نے ام کلثوم کی فوتیدگی کے بعد ان سے جماع کیا۔ اور نہ ہی یہ اشارہ ملتا ہے۔ کہ بوقتِ مرگ یہ واقعہ ہوا۔ باقی صحیح علم اللہ کو ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ:۔

قِيْلَ اِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ اِرَادَةَ اَنَّهُ يَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ وَكَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ تُوُفِّيَتْ هَلْ خَالَطَ امْرَاَتَهُ اَيِ الْاُخْرٰى تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَلَمْ يَقُلْ عُثْمَانُ لَمْ اُقَارِفْ اَنَا۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۸۰ کتاب الجنائز باب دفن المیت فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ:۔

کہا گیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ میری بیٹی ام کلثوم کی فوتیدگی کی رات کو کیا تم نے کسی دوسری عورت سے ہم بستری کی ہے۔ تو اس استفسار کے جواب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ نہ کہا۔ کہ میں نے کسی دوسری عورت سے جماع نہیں کیا۔ (بلکہ خاموش رہے جس کا مطلب تھا کہ ایسا ہوا ہے)

اشعۃ اللمعات:۔

گفت انس حاضر شدیم ما دختر آں حضرت را در حالے کہ دفن کردہ می شود و آں ام کلثوم بود کہ زوجہ عثمان بود و حال آنکہ آنحضرت نشستہ بود نزد قبر پس دیدم من ہر دو چشم آنحضرت راکہ اشک می ریختند پس گفت آنحضرت آیا ہست درمیان شما ہیچ یکے کہ گناہے نہ کردہ است یا جماع نہ کردہ است با زن امشب....

وگفتہ اند کہ عثمان دریں شب یکے از کنیزکاں خود را پیش خود طلبیدہ بود و جماع کرد پس آنحضرت تعریض بوے کرد در منع کردن وے از نزول و ناخوش داشتن آں فعل را از عثمان وگفتہ اند کہ عذر عثمان در آں فعل آں بود کہ بیماری ام کلثوم دراز کشیدہ بود وگمان نداشت عثمان کہ امشب فوت خواہد کرد وے و بے طاقت شدہ کردہ۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اوّل،
ص ۲۴۲ مطبوعہ نولکشور۔ طبع قدیم)

ترجمہ:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر جنابہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین کے وقت حاضر ہوئے۔ یہ بی بی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر کے قریب جلوہ فرما تھے۔ تو میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشک بار ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم حاضرین میں سے کوئی ایسا ہے کہ جس نے آج رات کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ یا عورت کے ساتھ ہم بستری نہ کی ہو؟ .... بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس رات اپنی ایک لونڈی کو اپنے پاس بلوایا۔ اور اس سے ہم بستری کی۔ تو اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کام کے سرانجام دینے میں بے احتیاطی سے کام لینے میں تعریض و تنبیہ فرمائی۔ وہ اس طرح کہ انہیں اپنی ہی زوجہ کی قبر میں اترنے سے روک دیا گیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فعل پسند نہ آیا۔

لوگوں (علماء) نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں اس فعل کا ایک معقول عذر تھا۔ اور وہ یہ کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی بیماری طول پکڑ چکی تھی۔ ادھر حضرت عثمان کو اپنی بیوی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی اس رات فوتیدگی کا قطعاً گمان

نہ تھا۔ اور آپ نے اپنی لونڈی سے اس رات جماع بوجہ مجبوری کیا تھا۔

ارشاد الساری :۔

قِيلَ وَالسِّرُّ فِي إِيثَارِ أَبِي طَلْحَةَ عَلَى عُثْمَانَ إِنَّ عُثْمَانَ قَدْ جَامَعَ بَعْضَ جَوَارِيهِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَلَطَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْعِهِ مِنَ النُّزُولِ فِي قَبْرِ زَوْجَتِهِ حَيْثُ لَمْ يُعْجِبْهُ أَنَّهُ اشْتَغَلَ عَنْهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ بِذٰلِكَ لٰكِنْ يَحْتَمِلُ أَنَّهُ طَالَ مَرَضُهَا وَاحْتَاجَ عُثْمَانُ إِلَى الْوِقَاعِ وَلَمْ يَكُنْ يَظُنُّ أَنَّهَا تَمُوتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَلَيْسَ فِي الْخَبَرِ مَا يَقْتَضِي أَنَّهُ وَاقَعَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَلَا حِينَ احْتِضَارِهَا۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری للقسطلانی جلد ۲ ص ۴۰۲ مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ

بیان کیا گیا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو فوقیت دینے میں راز یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس رات کہ جس رات حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ اپنی ایک لونڈی سے ہم بستری کی۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فعل کچھ اچھا نہ لگا۔ اس لیے

Marfat.com

آپ نے حضرت عثمان کو ام کلثوم کی قبر میں اترنے سے روک کر اس امر کا بطور تعریض اظہار فرمایا۔ لیکن اس میں یہ احتمال بھی ہے۔ کہ جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی بیماری طول پکڑ گئی۔ اُدھر حضرت عثمان کو جماع کی شدید حاجت پیش آئی۔ اور اس کے ساتھ انہیں یہ ہرگز گمان نہ تھا۔ کہ اس رات ام کلثوم فوت ہو جائیں گی۔ اس حدیث میں کوئی ایسا جملہ اور اشارہ نہیں پایا جاتا۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم کی وفات کے فوراً بعد اپنی لونڈی سے ہم بستری کی۔ یا یہ کہ جب ان پر حالت نزع طاری تھی۔ تو ایسا کیا۔

لمحہ فکریہ:-

حضرات قارئین! ان انیس عدد کتب کہ جن کا حوالہ دیا گیا تھا۔ ہم نے ان میں سے چند کتب کی بعینہٖ عبارت نقل کی۔ ان کے تراجم اور اصل عبارت سے آپ اس امر کو بخوبی جان چکے ہوں گے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے اپنی زوجہ ام کلثوم کی میت کے ساتھ جماع کیا کس قدر عظیم بہتان ہے۔ ان حوالہ جات میں کوئی ایسی ایک عبارت بھی موجود نہیں۔ جس سے یہ طعن ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف اس کی تردید موجود ہے یہ تو تھا ان کتب کی عبارات کا جائزہ کہ جن سے نجفی صاحب نے بڑی بے حیائی اور ڈھٹائی سے حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی ذات پر ایک بدنما داغ لگانے کی ناکام سعی کی۔ اب آئیے۔ ان اہل تشیع کی کتب کا بھی ذرا ملاحظہ ہو جائے۔ کہ وہ اس موضوع پر کیا کہتی ہیں۔ ان کی معتبر کتاب "فروع کافی" کی عبارت اور اس کا ترجمہ جو آغا نجفی صاحب شیعی نے کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

اہل تشیع کی معتبر کتاب سے اہل سنت کے موقف کی تائید

فروع کافی:-

وَكَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْاَحَدِ وَبَاتَ عُثْمَانُ مُلْتَحِفًا بِجَارِيَتِهَا فَمَكَثَ الْاِثْنَيْنِ وَالثُّلَاثَاءَ وَمَاتَتْ فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ فَلَمَّا حَضَرَ اَنْ يَخْرُجَ بِهَا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَخَرَجَتْ وَنِسَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَهَا وَخَرَجَ عُثْمَانُ يُشَيِّعُ جَنَازَتَهَا فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَطَافَ الْبَارِحَةَ بِاَهْلِهِ اَوْ بِفَتَاتِهٖ فَلَا يَتْبَعَنَّ جَنَازَتَهَا۔

(فروع کافی جلد ۳ ص ۲۵۳ کتاب الجنائز
باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

یہ واقعہ اتوار کے دن کا ہے۔ اور عثمان اس شب اپنی کنیز سے ہم بستری کرتا

رہا۔ بچی پیر اور منگل کو زندہ رہی اور بدھ کے دن اس نے دنیا کو خیر باد کہا۔ اور مر گئی جب اس بچی کا جنازہ نکلا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق فاطمہ اور مومنین کی عورتیں بھی اس جنازہ کے ساتھ چلیں۔ اور عثمان بھی اس جنازہ کے ساتھ چلا۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کو دیکھا تو تین مرتبہ فرمایا۔ کہ جس نے گزشتہ رات اپنی کنیز سے ہم بستری کی ہے۔ وہ جنازے کے ساتھ نہ رہے۔

(قول مقبول فی اثبات وحدت بنت الرسول ص ۳۰۱ تصنیف نجفی شیعی)

سیدنا حضرت عثمان غنی ذوالنورین کی ذات پر جو الزام نجفی شیعی نے لگایا تھا۔ "فروع کافی" کا ترجمہ کرتے وقت اس معترض کو یہ بھی سمجھ نہ آئی۔ کہ میرا عقیدہ کیا ہے۔ اور میرے اکابر کی تحریرات کیا کہہ رہی ہیں۔ "فروع کافی"، کے حوالہ سے جو بات سامنے آتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی ام کلثوم کو زدوکوب کیا۔ یہ واقعہ بروز اتوار ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا۔ اور یہی وہ رات تھی۔ (یعنی اتوار کی) کہ جس رات عثمان غنی اپنی ایک لونڈی سے ہم بستر ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد ۲ دو دن تک یعنی سوموار اور منگل تک حضرت ام کلثوم زوجہ عثمان غنی زندہ رہیں۔ کیونکہ "فروع کافی"، کی روایت صاف صاف بتلا رہی ہے۔ کہ ان کا وصال بروز بدھ ہوا۔

اب اس طعن دھرنے والے نجفی سے ہی کوئی پوچھے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی سے وطی کی۔ اور وہ بھی ام کلثوم کے وصال سے ۲ دو دن قبل کا واقعہ ہے یہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بوقت وصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تشریف فرما تھیں۔ اس وطی کو یہ رنگ کیوں کر دیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ وطی "ام کلثوم"، کے ساتھ ہوئی۔ اور وہ بھی ان کی لاش کے ساتھ۔

؎ برایں عقل و دانش بباید گریست

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ صاحب قول مقبول کا مذکور طعن محض ہرزہ سرائی ہے۔ اس میں نام کی بھی سچائی نہیں۔ عقل کے اندھے کو اتنی بھی نہ سوجھی۔ کہ کیا کہہ رہا ہوں۔ اور کس کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ذات سے تکلیف پہنچی۔ آپ پریشان ہوئے۔ کیا خود اپنی کرتوت پر شرم نہ آئی۔ کہ بنتِ رسول (خدا جانے ام کلثوم کو کس گروہ سے بنتِ رسول مان لیا) کے لاشہ کے ساتھ ہم بستری ثابت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو کس قدر اذیت پہنچائی جا رہی ہے؟ اور یہ سب کچھ ایک واقعہ کی غلط اور باطل توجیہات کی بنا پر کیا جا رہا ہے۔

جواب دوم

اصل واقعہ

نجفی صاحب شیعی نے اپنے طعن میں جس واقعہ کا ذکر کیا۔ اور اس کی سند کے لیے کتب ہل سنت کی ایک قطار باندھی۔ وہ واقعہ بخاری شریف و دیگر کتب میں یوں مذکور ہے۔

"حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر کے لیے تیار ہوئے۔ دیگر صحابہ کرام ، طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی غزوہ میں شرکت کی غرض سے تیاری فرمائی۔ ل پر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ عثمان! تم تیاری نہ کرو۔ میری یٔ "رقیہ" بیمار ہے۔ تم اس کی تیمارداری کرنا۔ لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور لی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر آپ کی بیٹی اور اپنی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال

Marfat.com

کی خاطر بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ اور گھر پر ہی رہے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔ (یا باختلافِ روایت حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کافی عرصہ سے بیمار چلی آ رہی تھیں۔ تو ان کی طویل بیماری کے دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جماع کی خواہش ہوئی۔ تو آپ نے اپنی کسی اور بیوی یا لونڈی سے خواہشِ جماع پوری کی۔ جس رات آپ نے ہم بستری کی۔ خدا کا کرنا کہ اسی رات حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا انتقال فرما گئیں۔ ان کے انتقال کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خیال تک نہ تھا۔ لیکن تقدیرِ الٰہی میں ایسا ہی تھا۔

اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ صحابہ کرام غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ اللہ رب العزت نے انہیں فتح و کامرانی سے سرشار فرمایا۔ فراغت پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو آپ کی آمد سے قبل حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا خدا کو پیاری ہو گئی تھیں آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور جب دفنانے کا وقت آیا۔ تو نورِ نبوت سے آپ نے جانا۔ کہ عثمان غنی نے اس رات اپنی کسی دوسری بیوی یا لونڈی سے جماع کیا ہے۔ تو آپ نے ان کا نام لیے بغیر تعریض کے طور پر فرمایا۔ کہ رقیہ کی میت قبر میں وہ اتارے جس نے آج رات ہم بستری نہ کی ہو۔"

یہ صرف ایک وقتی طور پر بات ہوئی اور ختم ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو ہمیشہ ناراضگی کا سبب نہ بنایا۔ اور یہ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے۔ کہ عثمان غنی سے جو کچھ ہوا۔ وہ جان بوجھ کر نہیں ہوا تھا۔ انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ یہ رات حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی آخری رات ہے۔ اگر یہ معلوم ہوتا۔ تو جہاں آپ نے کافی عرصہ ہم بستری نہ کی۔ ایک رات اور بھی گزار سکتے تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام حالات و واقعات کی روشنی میں صرف وقتی طور پر ناراض ہوئے۔ اس وقتی ناراضگی کا ثبوت بعد کے واقعات سے ملتا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے دفنانے سے فارغ ہوئے۔ اور بدر سے حاصل شدہ مالِ غنیمت کی تقسیم شروع

Marfat.com

کی۔ تو جہاں اس غزوہ میں شریک غازی صحابہ کرام کا حصہ نکالا۔ وہیں ان کے برابر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بھی پورا حصہ نکالا۔ اور اس پر جناب عثمان نے عرض کی حضور! مال غنیمت تو دے دیا ہے۔ لیکن غزوہ بدر میں شرکت کا ثواب؟ اس پر جناب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو ثواب غزوہ بدر کے شرکا کو ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی عطا فرمائے گا شیعہ کتب میں بھی یہ بات موجود ہے۔

بسیدہ ام کلثوم کی وفات کے وقت نبی علیہ السلام عثمان سے راضی تھے

التنبیہ والاشراف وغیرہ:۔

وَ قَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لِكُلِّ رَجُلٍ سَهْمًا وَّ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَ ضَرَبَ لِثَمَانِيَةِ نَفَرٍ بِاَسْهُمِهِمْ لَمْ يَشْهَدُوا الْقِتَالَ وَهُمْ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ تَخَلَّفَ عَنْ بَدْرٍ لِمَرَضِ رُقَيَّةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ وَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ اَجْرِيْ

Marfat.com

قَالَ اَجْرُكَ ۔

(۱- البنیہ والاشراف للمسعودی ص ۲۰۵
ذکر السنۃ الثانیۃ من الھجرۃ
مطبوعہ قاہرہ ۔ طبع جدید)
(۲- ناسخ التواریخ خلفاء جلد سوم ص ۹۳
دوران خلافت عثمان بن عفان ۔ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

غزوہ بدر سے حاصل شدہ مال غنیمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تقسیم فرمایا ۔ کہ پیدل لڑنے والے کو ایک حصہ اور گھڑ سوار کو دوگنا عطا فرمایا ۔ اور آٹھ آدمی ایسے بھی تھے ۔ جو اگرچہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے ۔ لیکن آپ نے ان کے حصے بھی نکالے ۔ ان آٹھ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے ۔ بدر میں ان کی شرکت اس وجہ سے نہ ہوئی ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (اور عثمان غنی کی بیوی) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار تھیں ۔ (ان کی تیمارداری کے لیے حضرت عثمان کو گھر پر ہی رہنے دیا گیا ۔) جب ان کا حصہ دیا گیا ۔ تو عثمان نے عرض کی حضور! ثوابِ شرکت کا کیا ہوگا ۔؟ فرمایا ۔ وہ تمہارا حق ہے ۔ ملے گا ۔

اس عبارت سے معلوم ہوا ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اگر تھی بھی تو وہ بھی وقتی تھی ۔ اگر دائمی ہوتی ۔ تو بدر کے مال غنیمت سے عثمان غنی کو حصہ نہ دیا جاتا ۔ لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا ۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا یقین ہوتا ۔ کہ عثمان نے یہ سب کچھ مجھے تکلیف پہنچانے اور میری بیٹی کو رنجیدہ کرنے کے لیے کیا ہے ۔ بدر کے مال غنیمت میں

Marfat.com

سے حصہ دینے پر ہی اکتفا نہ فرمایا۔ بلکہ بدریوں کے ثواب واجر میں بھی شریک کر دیا۔ جس سے صاف عیاں ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی دائمی نہ تھی۔

غزوۂ بدر میں شریک حضرات کے اجر و ثواب کی ایک جھلک فریقین کی کتب میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ :۔

إِنَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبِرِوَايَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ۔

(ناسخ التواریخ جلد اوّل ص ۲۷۵۔
وقائع سال دوم ہجرت۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ :۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اہل بدر کے (ایمان وعمل پر) بخوبی مطلع ہے۔ پس اس نے فرما دیا ہے۔ کہ اے اہل بدر! جیسے چاہو عمل کرو۔ میں نے تمہاری بخشش لکھ دی ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق فرمایا۔ میں نے تمہارے لیے جنت واجب کر دی ہے۔

لہٰذا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بدر میں شریک غازیوں کے برابر مال غنیمت بھی دیں۔ اور اُن کے جنتی ہونے کی اللہ کی طرف سے خوشخبری بھی سُنائیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ دائمی ناراضگی بھی

Marfat.com

رکھیں؟

وضاحت :-

قارئین کرام کے ذہن میں گزشتہ عبارت سے ایک سوال بار بار ابھرتا ہوگا۔ کہ نجفی شیعی کے طعن میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ کا نام ام کلثوم بتلایا گیا۔ اور واقعہ کی تفصیل و تحقیق میں ان کی زوجہ کا نام حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا مذکور ہوا۔ آخر یہ کیا ہے۔

بات دراصل یہ ہے۔ کہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مابین یہ بات مختلف فیہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جس بیٹی کی تیمارداری کے لیے پیچھے چھوڑا تھا۔ اس کا نام ام کلثوم تھا۔ یا رقیہ رضی اللہ عنہا۔ بعض نے اول الذکر اور بعض نے دوسرا نام لکھا ہے۔ جیسا کہ حاکم نے "المستدرک" میں تحریر کیا ہے۔

بہرحال نام میں اختلاف ہے۔ لیکن واقعہ درست ہے۔ اور وہ کوئی ایک بیٹی ہی ہوسکتی ہے۔

چیلنج

اس طعن کے ضمن میں ہم نجفی شیعی اور اس کے دیگر یار و مددگار سبھی کو یہ چیلنج کر رہے ہیں کہ تم نے طعن میں جو یہ ذکر کیا۔ کہ

"عثمان ذوالنورین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی لاش کے ساتھ ہم بستری کی اور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی۔"

اور اس ضمن میں لمبی چوڑی کتب اہل سنت کی فہرست بھی جڑ دی۔ اگر تمہارے اس طعن میں کچھ صداقت ہے تو حوالہ کے لیے لکھی گئی کتب میں سے کسی ایک کتاب سے اصل عبارت پیش کر کے اسے ثابت کر دکھاؤ۔ اس پر تمہیں پچاس ہزار روپیہ نقد بطور انعام پیش کروں گا اگر ہمت ہے۔ تو "ھم خرما وھم ثواب" کا موقع ضائع نہ کرو۔ اولین فرصت میں یہ کام کر دکھاؤ۔

لیکن کس میں یارا اور کس کی ہمت کہ اتنا بڑا الزام ثابت کر سکے۔ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی۔ وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔

Marfat.com

طعن سوم

(یہ طعن بھی غلام حسین نجفی شیعی نے "قول مقبول" میں من وعن ذکر کیا ہے)

جناب عثمان نے اپنی بیوی ام کلثوم کو قتل کیا۔

ثبوت ملاحظہ ہو۔

اہل سنت کی معتبر کتاب الریاض النضرۃ ص ۱۴ جلد ۳ فصل ۷ میں لکھا ہے۔ کہ اسمٰعیل بن علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں انس بن خباب سے علم حدیث لینے آیا۔ اس نے پوچھا۔ کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ میں نے کہا بصرہ سے۔ اس نے کہا کہ بصرہ تو وہ شہر ہے۔ کہ جس کے رہنے والے قاتل بنت نبی جناب عثمان سے محبت کرتے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ اگر عثمان نے ایک لڑکی کو قتل کیا تھا۔ تو حضور نے دوسری کیوں دی۔

ارباب انصاف۔ ایک مرتبہ مذکورہ واقعہ میں نے میر صاحب کو سنادیا۔ انہوں نے فرمایا کہ عثمان نے پہلی بیوی رقیہ کو قتل نہیں کیا تھا۔ بلکہ دوسری بیوی ام کلثوم کو اذیت

Marfat.com

جماع سے مار ڈالا تھا۔ اور پھر خلیفہ ولید کی طرح اس کے مردہ سے ہم بستری کرتا رہا۔ اور پوری دنیا میں یہ پہلا خلیفہ ہے۔ جس نے شرم وحیا کا باڈر توڑ کر اپنی بیوی کے مردہ سے ہم بستری کی ہے۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے والا رحمتِ خدا کا حق دار نہیں ہے۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول
ص ۴۳۲ مطبوعہ لاہور)

جواب:۔

یہ پچھلے طعن کی طرح اس طعن کو ثابت کرنے کیلئے بھی نجفی صاحب نے دھوکہ بازی اور مکاری سے کام لیا ہے۔ کتاب "ریاض النضرہ" کی عبارت کسی طور پر بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض وطعن کا ثبوت مہیا نہیں کر سکتی۔ اس عبارت کا پس منظر اور حقیقت کچھ یوں ہے۔

۔یونس بن خباب مذہب رفض سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے جب صاحب "الریاض النضرہ" سے بات چیت کی۔ تو سوال وجواب کو محب طبری صاحب "ریاض النضرہ" نے کچھ یوں بیان کیا۔ کہ

"جب اسماعیل بن علیہ سُنی نے یونس بن خباب رافضی سے کوئی سوال پوچھا۔ تو اس رافضی شیعی نے کہا۔ کہ تو اس شہر کا رہنے والا ہے۔ جس کے باشندے اس عثمان بن عفان سے محبت کرتے ہیں۔ جس نے (معاذ اللہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قتل کیا؟ اس سوال یا طعنہ کے جواب میں اسماعیل بن علیہ نے کہا۔ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تو بقول تمہارے قتل کیا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دوسری بیٹی اُن کے عقد میں کیوں دی تھی؟ صاحب "ریاض النضرۃ" کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

الریاض النضرۃ :-

قُلْتُ قَتَلَ وَاحِدَةً فَلِمَ زَوَّجَهُ الثَّانِيَةَ۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جزء ۳
ص۱۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ :-

میں نے پوچھا۔(اگر تمہارے قول کے مطابق) حضرت عثمان نے ایک بیٹی کو قتل کر دیا تھا۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دوسری کیوں بیاہ دی تھی؟

قارئین کرام :- آپ نے صاحب "ریاض النضرہ" کی عبارت ملاحظہ فرمائی یہ تو اس شیعی رافضی کے ایک بکواس کا جواب دے رہے تھے۔ اور اس امر کی تردید کر رہے تھے۔ کہ حضرت عثمان غنی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا قاتل قرار دینا صرف تمہارے خبیث ذہن کی پیداوار ہے۔ ورنہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ صاحب "الریاض النضرہ" تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کئے گئے۔ طعن کا جواب دے رہے ہیں۔ اور غلام حسین نجفی وغیرہ کو یہاں طعن نظر آ رہا ہے۔ بڑی ڈھٹائی سے اہل سنت کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ کہ اہل سنت! دیکھو خود تمہارے اکابر کی کتب اس امر کی نشاندہی کر رہی ہیں۔ کہ "عثمان بن عفان" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ نہ تھے۔ بلکہ اذیت دینے والے تھے۔ اس میں مکر و فریب کے پیشِ نظر "یونس بن خباب" کے نام کے ساتھ اس کے مسلک و مذہب کی نشاندہی تک کرنی گوارا نہ کی۔ تاکہ کہیں حق واضح نہ ہو جائے۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ "یونس بن خباب" کٹر رافضی شیعی ہے۔ اور اپنے عقائد کے اعتبار سے خلفائے ثلاثہ کے متعلق اس کے خیالات وہی ہیں۔ جو بقیہ اہل تشیع کے ہیں۔ یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس کو اللہ واسطے کا بیر ہے۔ کتب اہل سنت میں اسمائے رجال کے تحت

Marfat.com

اس کی وضاحت۔ یوں مذکور ہے۔

مذکورہ طعن کرنے والا یونس بن خباب شیعہ تھا۔

میزان الاعتدال:۔

يُوْنُسُ بْنُ خَبَّابٍ الْأُسَيْدِيُّ مَوْلَاهُمُ الْكُوْفِيُّ عَنْ طَاؤُسٍ وَمُجَاهِدٍ وَعَنْهُ شُعْبَةُ وَمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَعِدَّةٌ وَكَانَ رَافِضِيًّا قَالَ لِعَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ عُثْمَانُ قَتَلَ بِنْتَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ قَتَلَ وَاحِدَةً فَلِمَ أَنْكَحَهُ الْأُخْرٰى .... إِبْرَاهِيْمُ ابْنُ زِيَادٍ سَبَلَانُ ثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ أَتَيْتُ يُوْنُسَ بْنَ خَبَّابٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ حَدِيْثِ عَذَابِ الْقَبْرِ فَحَدَّثَنِيْ بِهٖ فَقَالَ هٰهُنَا كَلِمَةٌ أَخْفَوْهَا النَّاصِبَةُ قُلْتُ مَا هِيَ قَالَ إِنَّهُ يُسْأَلُ فِيْ قَبْرِهٖ مَنْ وَلِيُّكَ فَإِنْ قَالَ عَلِيٌّ نَجَا فَقُلْتُ وَاللهِ مَا سَمِعْنَا

Marfat.com

هٰذَا فِيْ اٰبَائِنَا الْاَوَّلِيْنَ فَقَالَ لِيْ
مِنْ اَيْنَ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ
قَالَ اَنْتَ عُثْمَانِيٌّ خَبِيْثٌ اَنْتَ
تُحِبُّ عُثْمَانَ وَاَنَّهٗ قَتَلَ بِنْتَيْ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قُلْتُ قَتَلَ وَاحِدَةً فَلِمَ زَوَّجَهُ
الْاُخْرٰى فَاَمْسَكَ ۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال جلد نمبر ۳
ص ۳۴۷ تذکرہ یونس بن خباب حرف الیاء
مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:۔

یونس بن خباب اسیدی کوفی کے بارے میں بہت سے ناقدین اور اسمائے رجال کے محققین نے کہا کہ یہ رافضی تھا۔ اس یونس نامی رافضی نے عباد بن عباد سے کہا۔ کہ عثمان نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کو قتل کیا تھا۔ تو میں (عباد بن عباد) نے اُسے کہا۔ اچھا اگر یہی بات تھی۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیٹی کے قتل کے بعد دوسری بیٹی عثمان بن عفان سے کیوں بیاہی؟ یہی عباد بن عباد کہتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ اسی یونس بن خباب کے پاس آیا اور اس سے عذاب قبر کے متعلق حدیث کے بارے میں پوچھا۔ اس نے مجھے وہ حدیث سنائی۔ اور ساتھ ہی کہا۔ کہ اس حدیث میں ایک کلمہ ایسا بھی ہے

Marfat.com

جسے ناصبی (اہل سنت) چھپا دیتے ہیں۔ اور بیان نہیں کرتے۔ میں نے پوچھا۔ وہ کلمہ کیا ہے؟ کہنے لگا۔ قبر میں مُردے سے یہ بھی سوال کیا جائے گا۔ کہ تیرا ولی کون ہے؟ اگر اُس نے کہا۔ کہ میرے ولی حضرت علی المرتضےٰ ہیں۔ تو نجات پا جائے گا۔ (ورنہ نہیں) میں نے یہ سُن کر کہا۔ خدا کی قسم! ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے یہ کلمہ ہرگز نہیں سُنا۔ اس پر وُہ برافروختہ ہوا۔ اور کہنے لگا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا۔ میرا بصرہ سے تعلق ہے۔ کہنے لگا۔ اچھا تم عثمانی ہو۔ اور خبیث ہو تم حضرت عثمان سے محبت کرتے ہو۔ حالانکہ اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں (ام کلثوم۔ رقیہ) کو قتل کیا تھا۔ میں نے پوچھا۔ (اگر واقعی یہ درست ہے) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیٹی کے قتل ہو جانے کے بعد دوسری بیٹی اُن کے نکاح میں کیوں دی۔ اس پر وُہ خاموش ہو گیا۔

بددیانتی اور دھوکہ دہی کی حد ہو گئی۔

نجفی صاحب نے اپنی دیرینہ روایات و عادات کے مطابق تبرہ بازی کے شعار کو اپناتے ہوئے جو طعن لگایا۔ اس کا تفصیلی جواب تو ہو چکا ہے۔ البتہ اس طعن کے ضمن میں اس کو باطن کی یہ منطق کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دونوں بیٹیوں کو قتل نہیں کیا تھا۔ بلکہ دوسری کے قاتل تھے۔ یہ فریب اور مکر اس لیے کیا گیا۔ تاکہ اپنے طور پر اپنے ہم مسلک یونس بن خباب کا جس بات پر وہ خاموش ہو گیا تھا اس کا جواب بنایا جائے۔ اعتراض یہ تھا۔ کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کو یکے بعد دیگرے قتل کر دیا تھا۔ تو آپ نے ایک کے قتل کے بعد دوسری کی شادی کیوں کر دی تھی؟ اس کا جواب یوں گھڑا جا رہا ہے۔ کہ ایک ہی بیٹی قتل ہوئی تھی۔ اور وہ بھی دوسری تھی۔ لہٰذا اس قتل کے بعد کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پھر سے شادی کی پیشکش کی ہو۔ اس دھوکہ دہی

Marfat.com

اور فریب کاری کا جواب بھی اسی کتاب یعنی "الریاض النضرۃ" میں بقول حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ یوں منقول ہے۔

الریاض النضرۃ:۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْ کَانَ عِنْدِیْ اَرْبَعُوْنَ بِنْتًا لَزَوَّجْتُ عُثْمَانَ وَاحِدَۃً بَعْدَ وَاحِدَۃٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْھُنَّ وَاحِدَۃٌ۔

(الریاض النضرۃ جزء ثالث ص ۱۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔ ذکر اختصاصہ بعظیم الشرف وشرف المنقبۃ بتزویج ابنتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ)

ترجمہ:۔

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں۔ تو بھی میں یکے بعد دیگرے ان کی شادی حضرت عثمان سے کر دیتا۔ یہاں تک کہ ایک بھی باقی نہ رہتی۔

لمحہ فکریہ:۔

شیعی نجفی کے مذکور طعن کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی۔ صاحب "الروض النضرۃ"

کی عبارت کہ جس کا طعن میں سہارا لیا گیا تھا وہ الٹی رفض و تشیعیت کی قاطع ہے۔ عبارت مذکورہ میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں۔ جو معترض کے دعوای کے اثبات میں پیش کیا جا سکے۔ اس طرح خود اپنی تردید میں لکھی گئی عبارت سے تحفی تشیعی کو رسوائی ہوئی۔ عبارت مذکورہ سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ انس و محبت اور پیار تھا معترض نے ایک چور راستہ ڈھونڈ کر دھوکہ دینے کی فطری جسارت کی۔ لیکن ہم نے اس کی بھی خبر لی۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت بھرے ارشاد کو بھی ذکر کر دیا۔ اس عبارت سے کتنا، پیار ٹپک رہا ہے۔ "اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں۔ تو ایک ایک کر کے ان کا عقد عثمان سے کر دیتا"، لیکن دو ہی بیٹیاں تھیں۔ (حضرت خاتون جنت اور زینب رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر) جو آپ نے حضرت عثمان کی زوجیت میں دے دیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی وہ خوش نصیب شخص ہیں۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ تک کسی پیغمبر کی دو بیٹیاں جس کے عقد میں آئی ہوں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اپنے بیگانے سبھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین"، کہتے ہیں۔ یہ دو نور وہی صاحبزادیاں ہیں۔ جن کی زوجیت سے حضرت عثمان کو یہ لقب ملا۔ کتب شیعہ بھی اس لقب کی وجہ تسمیہ میں اس مفہوم پر متفق ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

عثمان کا لقب ذوالنورین شیعہ کتب سے

منتخب التواریخ:۔

> واما مخدرۃ مکرمۃ ام کلثوم اسم شریفش آمنہ بود و بعد از جناب رقیہ بعثمان تزویج شد۔ لہذا عثمان را ذوالنورین مے گویند۔
>
> (منتخب التواریخ ص ۲۵ باب اول مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:۔

صاحبۂ عزت وکرامت حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا اصل نام آمنہ تھا۔ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی نوتیدگی کے بعد حضرت عثمان کی زوجیت میں آئیں۔ اسی لیے حضرت عثمان کو ”ذوالنورین،، کہتے ہیں۔

دنیا میں ”ذوالنورین،، کے لقب سے شہرت پانے والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دائمی عقیدت اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابدی پیار کی درج ذیل قول کتنی بڑی دلیل ہے۔ فرمایا

الریاض النضرۃ:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ نَبِیٍّ رَفِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَرَفِیْقِی عُثْمَانُ۔

(الریاض النضرہ جزء ثالث ص ۱۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت میں ہر نبی کا کوئی نہ کوئی رفیق ہوگا۔ اور میرا رفیق عثمان غنی ہے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

Marfat.com

طعن چہارم

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایسے جلیل القدر صحابی کو عثمان غنی نے بلاوجہ جلاوطن کیا

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی تھے۔ جو اپنی حق گوئی اور بے باکی کی وجہ سے مشہور تھے۔ حتیٰ کہ خلفائے ثلاثہ کے مظالم اور زیادتیوں کے بیان کرنے سے بھی نہ چوکتے تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں انہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سرزمین شام میں بھیج دیا۔ لیکن ابوذر تھے کہ وہاں پہنچنے پر بھی ان کی استقامت اور حق گوئی و بے باکی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اہل بیت کے فضائل و مناقب اور خلفائے ثلاثہ کی داستان مظالم ان کی زبان کی زینت تھیں۔ اسی بے باکی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سوچنے پر مجبور کیا۔ کہ یہ شخص ایسا نہ ہو۔ کہ کوئی مسئلہ کھڑا کر دے لہذا حضرت عثمان کو لکھا۔ کہ آپ ابوذر غفاری کو واپس بلوا لیں۔ ورنہ حکومت کا معاملہ درہم برہم ہو جائے گا۔ اس پر حضرت عثمان نے جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کو واپس مدینہ منورہ بلا لیا۔

Marfat.com

کچھ دنوں بعد ان کو مکہ مکرمہ کے نزدیک واقع مقام ''ربذہ'' کے جنگل میں جلاوطن کر دیا۔ یہاں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بڑی بے بسی اور کس مپرسی کے عالم میں کچھ عرصہ گزارا۔ اور اسی بے یار و مددگار ماحول میں دنیا سے پردہ فرما گئے۔ یہ تاریخی المیہ اہل سنت کی معتبر کتاب ''کامل ابن اثیر'' جلد ۳ ص ۱۱۵ پر تفصیل سے تحریر ہے۔

اس واقعہ کی سنگینی اور ہوس اقتدار کی خاطر ایک جلیل القدر صحابی کو جلاوطنی کی زندگی میں دھکیلنا ہر ذی عقل کو یہ ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کا ان لوگوں سے کیا سلوک رہا ہے۔ جو اہل بیت کے بہی خواہ اور محب تھے۔ اور وقت کے حکمرانوں کے لیے چیلنج تھے۔

جواب ۱:۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی سرزمین شام کو روانگی کی اصلیت

طعن مذکورہ میں دو اہم باتوں کا معترض نے ذکر کیا۔ اوّل یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے ملک شام بھیجا۔ وہاں اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حکومت کے عامل تھے۔ ہم پہلے اس واقعہ کی اصلیت کی طرف آتے ہیں۔ یعنی یہ کہ کیا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ملک شام بھیجا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فطری طور پر درویش منش اور سادگی پسند تھے۔ ترک دنیا و زہد و تقوی اور للہیت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ یہی فطری اوصاف تھے۔ کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت سے ''مسیح الاسلام'' کا لقب پایا۔ زہد و ورع

بخوں کا توں کارفرما تھا۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رحلت سے اس میں اور اضافہ ہو گیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نہایت شکستہ خاطر ہو گئے۔ ہر وقت بجھے بجھے سے رہنے لگے۔ بالآخر انہی حالات میں انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ مجھے اب مدینہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اور کسی ایسی جگہ چلا جانا چاہیئے۔ جہاں غربت کی زندگی گزار سکوں۔ لہٰذا آپ اس فیصلہ کی تکمیل کے لیے مدینہ منورہ سے سرزمین شام چلے گئے۔ اور عزلت کی زندگی اختیار فرمائی۔

(الاستیعاب لابن عبدالبر جلد اوّل ص ۸۳)

جواب ۲:۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا پس منظر۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا دور خلافت وہ زمانہ تھا جس میں سادگی اور بے تکلفی اپنی حقیقت کے ساتھ جلوہ نما تھی۔ زندگی سادہ، خوراک سادہ، رہن سہن سادہ گویا ہر طرف سادگی کی ہی چھاپ تھی۔ پھر جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو اس دور میں مسلمانوں پر فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ جن کی وجہ سے مال و دولت کی فراوانی ہو گئی۔ مالِ غنیمت کی کثرت نے لوگوں کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا۔ جس کا قدرتی نتیجہ تھا۔ کہ اب وہ سادگی اور بے تکلفی نہ رہی۔ جو اس سے قبل تھی۔ زندگی پرتکلف، رہن سہن خوش گوار اور خوراک و پوشاک میں بہت سی آسودگیوں نے جگہ لے لی۔

Marfat.com

سیدنا فاروق اعظم کے دور میں ان فتوحات سے ملنے والے مال غنیمت کے انبار ضرور لگے۔ لیکن مذکورہ معاشی و معاشرتی تبدیلیاں فوری طور پر معرض وجود میں نہ آئیں۔ جب دور فاروقی قریب الاختتام ہوا۔ تو پھر اس کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔ مملکت اسلامیہ میں سے خاص کر سرزمین شام سرحدی علاقہ تھا۔ اس کے بالکل قریب اُس پار رومی تھے۔ جن کی تہذیب جن کا تمدن اور معاشی و معاشرتی اقدار اپنے عروج پر تھیں۔ لہٰذا مال و زر کی فراوانی کے اثرات جو شامیوں نے قبول کیے۔ وہ دوسرے علاقہ جات کی بہ نسبت کہیں زیادہ تھے۔ یہاں کے مسلمانوں کی بود و باش بڑی تکلفانہ اور ٹھاٹھ باٹھ کی تھی۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ حکومت کی سیاسی حکمتِ عملی کا بھی اس اثر کے قبول کرنے میں کافی دخل تھا۔

ادھر یہ عالم تھا۔ اور اُدھر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جن مقاصد و ارادوں کی خاطر مدینۃ الرسول چھوڑ کر یہاں آئے تھے۔ وہ خواب و گمان بن گئے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ایسی زندگی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ وہ اس بات کے متمنی تھے۔ کہ ایسی سادگی اور بے تکلفی کا دور دورہ ہو۔ جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے دور پاک میں تھی۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ ہر شخص ان کی طرح خالی ہاتھ زندگی بسر کرے۔ عیش و عشرت کو قریب نہ آنے دے۔ ان کی تمنا تھی۔ اور ان کا معمول تھا۔ کہ آج کے لیے جو کچھ کھانے کو میسر آ جائے۔ اس پر اکتفا کر لی جائے۔ کل کی ضروریات خدا پوری کر دے گا۔ گویا زندگی گذارنے کا ان کا یہ ایک سادہ اور پختہ نظریہ تھا۔ جس پر خود بھی عمل پیرا تھے۔ اور دوسروں کا بھی اس پر کاربند ہونا ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے اس نظریہ کی بڑی بے باکی اور جوانمردی سے تبلیغ فرمانی شروع کر دی۔ مملکت کے کارپردازوں کے جاہ و حشمت اور عیش و عشرت کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ان کی عیش پرستی پر نقطہ چینی کی۔ یہ سب کچھ قرآن کریم کی آیت سے بطور استدلال پیش فرماتے۔ آیت یہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا

فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (التوبہ)

ترجمہ:۔

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں اُسے خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے استدلال کو درست نہ مانتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا۔ کہ اس آیت سے قبل چونکہ یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے۔ اس لیے اس آیت کا تعلق بھی انہی کے ساتھ ہے۔ اُدھر حضرت ابوذر غفاری اس کے قطعاً قائل نہ تھے۔ بلکہ وہ اسے یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں سبھی کے لیے عام تصور کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حکم "ولا ینفقونها فی سبیل اللہ" سے یہ مراد لیتے تھے۔ کہ تمام کا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیئے۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے صرف زکوٰۃ و صدقات واجبہ مراد لیتے تھے۔ ان کے خیال میں ایک مسلمان کے لیے دولت جمع کرنا کوئی معیوب نہ تھا۔ جب کہ وہ زکوۃ و صدقات وغیرہ عبادات مالیہ بجا لاتا ہو۔ بہر حال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی زندگی جس طرز معاشرت اور معیشت میں ڈھل چکی تھی۔ وہ اس سے دست بردار ہونے کے لیے ہرگز آمادہ نہ تھے۔ اُدھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے موقف پر سختی سے ڈٹے ہوئے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ اور وعظ و نصیحت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطرہ لاحق ہوا۔ کہ عجب نہیں کہ شام میں اس سے کوئی فتنہ رونما ہو جائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان تمام حالات سے حضرت عثمان غنی کو مطلع کیا۔ اس پر حضرت عثمان غنی نے جناب ابوذر کو مدینہ منورہ بلوا لیا۔ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے۔ تو یہاں کے معاشرتی اور تہذیبی حالات میں کافی تبدیلی آچکی تھی۔ مدینہ منورہ میں جو سادگی اور بے تکلفی دورِ نبوت اور دورِ شیخین میں تھی۔ اس میں بڑا فرق آچکا تھا۔ وہ

Marfat.com

لوگ جو سادگی اور زہد و تقوای میں دنیا والوں کے لیے نمونہ تھے۔ وہی لوگ اور ان کی جانشین اولاد اب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے۔ جدھر نکلتے لوگوں کا ایک ہجوم ان کے گرد کھڑا ہو جاتا۔ اور آپ کی سادگی کو تعجب سے دیکھا جاتا۔ آپ نے ماحول کا مطالعہ کیا۔ لیکن سازگاری کے آثار نظر نہ آئے۔ لہٰذا اپنی فطرت اور پیدائشی سادگی کی وجہ سے حضرت عثمان غنی سے درخواست کی۔ کہ آپ مجھے مکہ مکرمہ کے نزدیک "زبزہ" نامی مقام پر بھیج دیں۔ میں وہاں ہی سکونت رکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں رہنے کی اجازت دیدی۔ اجازت ملنے پر آپ بمعہ اہل و عیال مدینہ منورہ سے عازم ہو گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں پوری عزت اور شان و شوکت سے الوداع کیا۔ جاتے وقت دو غلام کچھ اونٹنیاں اور نقدی بھی عطاء کی۔ حوالہ کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

(۱۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۵-۱۵۶
سنۃ ثلاثین من ھجرۃ النبویہ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۲۲۷
تذکرہ ابوذر واسمہ جندب)
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۳۔ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر۔ جلد ۳
ص ۱۱۵ ذکر تسیر ابی ذر الی الربذۃ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مقام "ربذہ" میں تشریف لانے سے اُن لوگوں کو ایک اور موقعہ ہاتھ لگا۔ جن کا کام ہی فساد تھا۔ مفسدین نے اس واقعہ کو خوب ہوا دی۔

Marfat.com

اور چاروں طرف اس کی تشہیر کی۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان نے اس لیے مدینہ میں نہیں رہنے دیا۔ کہ یہ اُن کی غلطیاں نکالتے تھے۔ اور بداعمالیوں کی لوگوں میں تشہیر کرتے تھے اور حق کی تبلیغ کرتے تھے۔ لیکن یہ سب باتیں عثمان غنی کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں۔ اس لیئے انہیں مدینہ بدر کر دیا۔ حالانکہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مقام "ربذہ" میں سکونت اختیار فرمانا خود ان کی صوابدید پر ہوا تھا۔ ان کی طہارت وتقوٰی اور نیک نیتی کی وجہ سے تھا۔ لیکن فسادیوں نے اسے اُلٹا ہی رنگ دے دیا۔ خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ورغلانے کی کوششیں بھی ہوئیں۔ اسی سلسلہ میں عراقیوں کا ایک وفد ان سے مقام "ربذہ" میں ملنے آیا۔ اور یہ کہہ کر بھڑکانے کی کوشش کی۔ کہ حضرت عثمان غنی کا آپ سے سلوک نہایت ظالمانہ ہے آپ جیسے مرنجاں مرنج آدمی کو نہ شام میں رہنے دیا۔ اور پھر مدینہ بُلا کر وہاں سے بھی باہر نکال دیا۔ اس سلوک کی وجہ سے ہمیں آپ پر ترس آتا ہے۔ اور عثمان غنی کی اس حرکت پر ہمارے دل رنجیدہ ہیں۔ لہذا اگر آپ امیر المومنین کے خلاف آواز اٹھائیں۔ تو ہم آپ کے دست وبازو بن جائیں گے۔ اور ان کی خلافت کو ختم کرنے میں آپ کی ہر طرح معاونت کریں گے۔ ان عراقیوں کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

طبقات ابن سعد:۔

دو مسلمانو! اس معاملہ میں تم دخل نہ دو۔ اپنے حاکم کو بدنام نہ کرو۔ کیونکہ جس نے اپنے حاکم کو ذلیل کیا۔ وہ توبہ کی قبولیت سے محروم رہا۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجھ کو سُولی پر بھی چڑھا دیتے۔ تو مجھ کو عذر نہ ہوتا۔ اور میں اسی بات میں اپنے لیے بہتری سمجھتا۔ اگر وہ مجھے۔ بجائے ربذہ کے ایک افق سے دوسرے افق یا مشرق سے مغرب بھیج دیتے۔ تب بھی میں ان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا۔ اور اسی میں اپنی بھلائی سمجھتا۔ اور اگر وہ مجھے کہیں نہ بھیجتے

Marfat.com

اور مجھ کو میری قیام گاہ پر ہی لوٹا دیتے۔ تو بھی مجھے کوئی عذر نہ ہوتا۔ اور اس میں بھی میں اپنی سعادت سمجھتا۔"

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۲۲۸
تذکرہ ابوذر اسمہ جندب)
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے جب عراقیوں نے یہ جواب سُنا۔ تو اپنے ارادوں میں ناکامی کی صورت میں اپنا سا مُنہ لے کر واپس پلٹ گئے۔ لیکن اپنی شیطنت سے باز نہ آئے۔ اور شب و روز لوگوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف اکساتے رہے۔ اور ان کی خلافت کو کمزور کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف رہے۔

ان تاریخی حقائق سے تین امور ثابت ہوئے

امر اوّل:۔

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایسے درویش منش صحابی تھے کہ ترکِ دُنیا اور زہد و تقوای سے آپ کی زندگی عبارت تھی۔ دنیوی مال و دولت کو زہر قاتل سمجھتے۔ اور صرف اس قدر خوراک کو جائز سمجھتے۔ کہ جس سے آج کا وقت گزر جائے۔

امر دوم:۔

اپنے نظریہ اور مقصد کی ہر لمحہ تبلیغ فرماتے۔ اور اس سلسلہ میں کسی کی پرواہ تک

کرتے۔ والذین یکنزون الذھب والفضہ الخ آیت کریمہ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ اس کو بطور استدلال پیش فرماتے۔ اور مزید کہتے۔ کہ آدمی کو اپنا سارا مال راہِ خدا میں صرف کر دینا چاہیئے۔ آپ کے نظریہ کی جو مخالفت کرتا۔ اُسے ضرورت پڑنے پر سزا بھی دیتے۔

امر سوم:-

نظریہ میں لچک نہ ہونے کی وجہ سے انہیں سرزمین شام جانا پڑا۔ اور پھر وہاں سے واپس مدینہ منورہ بلوایا گیا۔ لیکن یہاں کے رہن سہن سے تنگ آکر مقام "ربذہ" جانے کی خواہش کی۔ جسے حضرت عثمان نے بخوشی قبول فرمایا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پیش کش کی۔ کہ اگر آپ قبول فرمائیں۔ تو میں آپ کو اپنا ذاتی مال و متاع پیش کر دوں

ؔ

Marfat.com

امورِ درج بالا کی کتب اہل تشیع سے تائید

تائید امر اوّل

ابوذر غفاری کا زہد و ترک دنیا

بحار الانوار:۔

قِيلَ لَهُ عِنْدَ الْمَوْتِ يَا اَبَاذَرٍّ مَا مَالُكَ؟ قَالَ عَمَلِيْ قَالُوْا اِنَّمَا نَسْاَلُكَ عَنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ قَالَ مَا اُصْبِحُ وَ لَا اُمْسِيْ وَمَا اُمْسِيْ وَلَا اُصْبِحُ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۴۰۰ باب کیفیۃ اسلام ابی ذر مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تنقیح المقال جلد ۱ ص ۲۳۶/ باب جنادہ و جندب۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بوقت وصال پوچھا گیا۔ آپ کا مال

Marfat.com

کیا کیا ہے؟ فرمایا میرا مال میرے اعمال ہی ہیں۔ پوچھنے والوں نے پوچھا۔ ہم سونے اور چاندی کے بارے میں آپ سے سوال کر رہے ہیں۔ تو فرمایا۔ (میرا عقیدہ یہ ہے) کہ جو صبح کو ہو۔ وہ شام کو نہ رہے۔ اور جو شام کو میسر آئے۔ وہ صبح تک نہیں رہنا چاہیئے۔

اصول کافی :-

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامْ قَالَ كَانَ اَبُوْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِهٖ یَا مُبْتَغِی الْعِلْمِ كَاَنَّ شَیْئًا مِّنَ الدُّنْیَا لَمْ یَكُنْ شَیْئًا اِلَّا مَا یَنْفَعُ خَیْرُهٗ وَیَضُرُّ شَرُّهٗ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ یَا مُبْتَغِی الْعِلْمِ لَا یَشْغُلُكَ اَهْلٌ وَّ مَالٌ عَنْ نَفْسِكَ اَنْتَ یَوْمَ تُفَارِقُهُمْ كَضَیْفٍ بِتَّ فِیْهِمْ ثُمَّ غَدَوْتَ عَنْهُمْ اِلٰی غَیْرِهِمْ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةُ كَمَنْزِلٍ تَحَوَّلْتَ مِنْهُ اِلٰی غَیْرِهٖ وَمَا بَیْنَ الْمَوْتِ وَالْبَعْثِ اِلَّا كَنَوْمَةٍ نِمْتَهَا ثُمَّ اسْتَیْقَظْتَ مِنْهَا۔

(۱۔ اصول کافی جلد ۲ ص ۱۳۴ / کتاب الایمان والکفر باب ذم الدنیا الخ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

(۲۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۰۱ / باب کیفیت اسلام ابی ذر۔ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:۔

حضرت ابی عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ دورانِ خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ کے طالب! دنیا کی کوئی چیز اہم نہیں۔ مگر وہ چیز جو اچھی ہو اور نفع دے یا بری ہو اور ضرر کا باعث بنے۔ مگر جس پر اللہ رحم فرمائے۔ اے علم کے طالب! تجھے تیرا اہل وعیال اور مال و دولت کہیں اس ارادے سے روک نہ دے۔ کیونکہ ایک دن تو نے ان سب کو چھوڑ دینا ہے۔ تیرا تعلق ان کے ساتھ ایسا ہے۔ کہ کوئی مہمان ان کے ہاں رات گزارتا ہے۔ پھر صبح اٹھ کر آگے چل پڑتا ہے۔ دنیا اور آخرت دو منزلیں ہیں۔ کہ ایک کو چھوڑ کر دوسری کی طرف پلٹ جانا ہے۔ موت اور قیامت میں دوبارہ اٹھنے کے درمیان بس اتنا وقفہ ہے۔ کہ تو سویا۔ اور پھر بیدار ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے حضرت ابوذر کی متوکلانہ زندگی کا مژدہ جانفزا

حیات القلوب:۔

حضرت فرمود کہ اے ابوذر خدا ترا رحم کند تو تنہا وغریب زندگانی خواہی کرد و تنہا خواہی مرد و تنہا مبعوث خواہی شد و تنہا داخل بہشت خواہی شد

(۱۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۸۴۰ باب ششم احوال ابوذر مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

Marfat.com

(۲۔ رجال کشی ص ۲۸/ تذکرہ ابوذر غفاری۔ مطبوعہ کربلا۔ طبع جدید)

(۳۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۳۹۸ باب کیفیت اسلام ابی ذر۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۴۔ تنقیح المقال جلد ۱ صفحہ نمبر ۲۳۵ من ابواب الجیم۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوذر! اللہ تم پر رحم کرے تم اکیلے اور غربت کی زندگی بسر کرو گے۔ اور تنہائی کے ماحول میں دنیا سے رخصت ہو گے۔ اور قبر سے علیحدہ ہی تمہاری بعثت ہو گی۔ اور بہشت میں بھی انفرادی طور پر داخل ہو گے۔

امر دوم کی کتب شیعہ سے تائید۔

سارا مال راہ خدا میں خرچ کرنا ابوذر غفاری کے نزدیک فرض تھا

بحار الانوار:۔

وَرَوٰی اَبُوْ عُثْمَانَ الْجَاحِظُ عَنْ جَلَامِ ابْنِ

جَنْدَلِ الْغِفَارِیِّ قَالَ کُنْتُ عَامِلاً لِمُعَاوِیَةَ عَلٰی قَنَسْرِیْنَ وَالْعَوَاصِمِ فِیْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَجِئْتُ اِلَیْهِ یَوْمًا اَسْاَلُهٗ عَنْ حَالِ عَمَلِیْ اِذْ سَمِعْتُ صَارِخًا عَلٰی بَابِ دَارِهٖ یَقُوْلُ اَتَتْکُمُ الْقِطَارُ بِحَمْلِ النَّارِ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْاٰمِرِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ التَّارِکِیْنَ لَهٗ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ النَّاهِیْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ الْمُرْتَکِبِیْنَ لَهٗ فَازْبَاَرَّ مُعَاوِیَةُ وَتَغَیَّرَ لَوْنُهٗ وَقَالَ یَاجَلَّامُ اَتَعْرِفُ الصَّارِخَ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ لَا قَالَ مَنْ عَذِیْرِیْ مِنْ جُنْدُبِ ابْنِ جُنَادَةَ یَاْتِیْنَا کُلَّ یَوْمٍ فَیَصْرِخُ عَلٰی بَابِ قَصْرِنَا بِمَا سَمِعْتَ ثُمَّ قَالَ اُدْخِلُوْهُ فَجِیْئَ بِاَبِیْ ذَرٍّ بَیْنَ قَوْمٍ یَقُوْدُوْنَهٗ حَتّٰی وَقَفَ بَیْنَ یَدَیْهِ فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِیَةُ یَا عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّ رَسُوْلِهٖ تَاْتِیْنَا فِیْ کُلِّ یَوْمٍ فَتَصْنَعُ بِمَا تَصْنَعُ ---------- فَاَقْبَلَ عَلٰی مُعَاوِیَةَ وَقَالَ مَا اَنَا بِعَدُوٍّ لِلّٰهِ وَلَا لِرَسُوْلِهٖ بَلْ اَنْتَ وَاَبُوْکَ عَدُوَّانِ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ۔

(بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۱۵-۴۱۶

باب کیفیت اسلام ابی ذر۔

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

ابو عثمان جاحظ نے جلام بن جندل سے روایت کی۔ کہ میں امیر معاویہ کی طرف سے قنسرین اور عواصم پر عامل مقرر تھا۔ ان دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی۔ میں ایک مرتبہ امیر معاویہ کے پاس اپنے عامل ہونے کے متعلق رپورٹ کے بارے میں حاضر ہوا۔ تو اچانک امیر معاویہ کے دروازے سے ایک چلانے والے کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ اے معاویہ! تمہارے پاس اونٹوں کی قطار آئی ہے۔ جن پر آگ لدی ہوئی ہے اے اللہ! نیکی کا حکم دینے والوں پر لعنت کر۔ جو خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ اے اللہ! برے کاموں سے روکنے والوں پر لعنت کہ جو خود نہیں رکتے۔ اس سے امیر معاویہ کو غصہ آیا۔ اور ان کے چہرہ کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ اور پوچھا اے جلام! جانتے ہو یہ چیخنے والا کون ہے؟ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ خود ہی کہا۔ کہ میرے ایک عزیز نے بتلایا کہ یہ جندب ابن جنادہ (ابو ذر غفاری) ہے۔ روزانہ آتا ہے۔ اور ہمارے گھر کے سامنے اسی طرح چیختا چلاتا ہے۔ پھر کہا۔ اسے اندر لے آؤ۔ تو دیکھا کہ لوگوں نے ابو ذر کو پکڑا ہوا ہے۔ اور انہیں امیر معاویہ کے پاس لا رہے ہیں۔ ابو ذر آئے۔ اور امیر معاویہ کے سامنے کھڑے ہو گئے امیر معاویہ نے انہیں کہا۔ اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمن! تم یہاں روزانہ آتے ہو۔ اور جو چاہتے ہو کرتے ہو .... یہ سن کر ابو ذر حضرت امیر معاویہ کے اور قریب آئے۔ اور کہا۔ اللہ اور اس کے رسول کا میں دشمن نہیں ہوں۔ بلکہ تم اور تمہارے باپ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں۔

نوٹ:۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی شدتِ تبلیغ کا یہ ایک نمونہ ہے جس سے ان کی حقیقتِ حال عیاں ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

بحارالانوار:۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی لَا اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَیْنًا یَاجُنَیْدَبُ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ اَنَا جُنْدَبُ وَ سَمَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ فَاخْتَرْتُ اِسْمَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ الَّذِیْ سَمَّانِیْ بِهٖ عَلٰی اِسْمِیْ فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ اَنْتَ الَّذِیْ تَزْعَمُ اَنَّا نَقُوْلُ یَدُاللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ وَّ اَنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَنَحْنُ اَغْنِیَآءُ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ لَوْ كُنْتُمْ لَا تَقُوْلُوْنَ هٰذَا لَاَنْفَقْتُمْ مَالَ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهٖ۔

(بحارالانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۴۱۶/باب کیفیت اسلام ابی ذر/مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

ایک اور روایت میں ہے۔ (جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے) تو حضرت عثمان نے کہا۔ اے جنیدب! اللہ تیرا بھلا نہ کرے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں جندب ہوں (جنیدب نہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبداللہ رکھا ہے۔ اس لیے میں نے اپنے پہلے نام کی بہ نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ نام پسند کرلیا ہے۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا۔ تم وہی ہو کہ جس

Marfat.com

کا ہمارے متعلق یہ زعم ہے۔ کہ " یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ اور اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ " کہنے والے ہم ہیں۔ (یعنی اللہ کا ہاتھ تنگ ہو گیا اور ہم مالدار ہیں۔ اور اللہ محتاج ہے) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اگر تم نے یہ نہ کہا ہوتا (یا تم اس کے مضمون کو مانتے) تو پھر وہ مال جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔ اس کو اس کے بندوں پر خرچ کر ڈالتے۔

وضاحت:۔

روایت مذکورہ سے جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا مسلک و مشرب نظر آتا ہے۔ یعنی یہ کہ جو شخص اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا۔ تو یہ اللہ کو تنگ دست اور خود کو غنی سمجھنے کے برابر ہے۔ یہ ان کا درویشانہ اور متوکلانہ مشرب تھا۔ بہرحال تقوٰی کے انتہائی اعلٰی معیار پر تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن احکام شرع میں اسے سختی سے ہی موسوم کیا جائے گا۔ ان کے عاشقانہ مسلک کا حضرات صحابہ کرام کی ذات سے دور کا بھی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔

بحار الانوار:۔

لَمَّا اَمَرَ عُثْمَانُ بِنَفْیِ اَبِیْ ذَرٍّ رَحِمَہُ اللّٰہُ اِلَی الرَّبَذَۃِ دَخَلَ عَلَیْہِ اَبُوْ ذَرٍّ وَّ کَانَ عَلِیْلًا مُتَوَکِّیًا عَلٰی عَصَاہُ وَ بَیْنَ یَدَیْ عُثْمَانَ مِائَۃُ اَلْفِ دِرْھَمٍ قَدْ حُمِلَتْ اِلَیْہِ مِنْ بَعْضِ النَّوَاحِیْ وَاَصْحَابُہٗ حَوْلَہٗ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْہِ وَ یَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّقَسِّمَھَا

Marfat.com

فِيهِمْ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ لِعُثْمَانَ مَا هٰذَا
الْمَالُ؟ فَقَالَ عُثْمَانُ مِائَةُ أَلْفِ دِرْهَمٍ
حُمِلَتْ إِلَيَّ مِنْ بَعْضِ النَّوَاحِي أُرِيدُ أَنْ
أَضُمَّ إِلَيْهَا مِثْلَهَا ثُمَّ أَرَى فِيهَا رَأْيِ
فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ يَا عُثْمَانُ أَيُّمَا أَكْثَرُ
مِائَةُ أَلْفِ دِرْهَمٍ أَوْ أَرْبَعَةُ دَنَانِيرَ
فَقَالَ عُثْمَانُ بَلْ مِائَةُ أَلْفِ دِرْهَمٍ
فَقَالَ أَمَا تَذْكُرُ أَنَا وَ أَنْتَ وَقَدْ دَخَلْنَا
عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ
عَشِيًّا فَرَأَيْنَاهُ كَئِيبًا حَزِينًا
فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا
السَّلَامَ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا أَتَيْنَاهُ فَرَأَيْنَاهُ
ضَاحِكًا مُسْتَبْشِرًا فَقُلْنَا لَهُ بِآبَائِنَا
وَ أُمَّهَاتِنَا دَخَلْنَا عَلَيْكَ الْبَارِحَةَ
فَرَأَيْنَاكَ كَئِيبًا حَزِينًا وَّ عُدْنَا
إِلَيْكَ الْيَوْمَ فَرَأَيْنَاكَ فَرِحًا
مُسْتَبْشِرًا فَقَالَ نَعَمْ كَانَ قَدْ
بَقِيَ عِنْدِي مِنْ فَيْئَةِ الْمُسْلِمِينَ
أَرْبَعَةُ دِينَارِيرَ لَمْ أَكُنْ
قَسَمْتُهَا وَخِفْتُ أَنْ يُدْرِكَنِي الْمَوْتُ
وَهِيَ عِنْدِي وَقَدْ قَسَمْتُهَا الْيَوْمَ

Marfat.com

فَاسْتَرَحْتُ مِنْهَا۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۴۲۶
باب کیفیت اسلام ابی ذر۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۴۲۔
باب ششم احوال ابی ذر غفاری۔
مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

(۳۔ تفسیر قمی ص ۴۳ پارہ اوّل زیر آیت
واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون
دماء کم الخ رکوع ۹
مطبوعہ ایران طبع قدیم)

(۴۔ تفسیر صافی۔ جلد اول ص ۱۱۱ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مقام "ربذہ" کی طرف جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے۔ اس وقت جناب ابوذر کچھ علیل تھے۔ اور لاٹھی کے سہارے چل کر آئے تھے۔ حضرت عثمان کے پاس اس وقت ایک لاکھ درہم پڑے تھے۔ جو گرد و نواح کے دیہات سے لائے گئے تھے۔ بہت سے لوگ حضرت عثمان کے چاروں طرف بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ کہ کب تقسیم کرتے ہیں۔ اور ہمیں بھی کچھ دیتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

یہ کیسا مال ہے؟ فرمایا گرد و نواح کے دیہات سے اکٹھا کر کے لائے گئے۔ ایک لاکھ درہم ہیں۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ اتنے اور ان میں ملا دُوں۔ اور پھر جو رائے بنے اس کے مطابق عمل کر دوں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ ایک لاکھ درہم زیادہ ہوتے ہیں۔ یا چار دینار۔ حضرت عثمان نے کہا۔ ایک لاکھ درہم زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بولے۔ کیا تمہیں وہ واقعہ یاد نہیں۔ جب میں اور تم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ شام کا وقت تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت غمناک اور سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ہم نے سلام پیش کیا۔ لیکن آپ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ پھر دوبارہ بوقت صبح ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ہم نے دیکھا۔ کہ آپ خوش و خرم ہیں۔ عرض کی۔ ہمارے باپ دادا اور مائیں آپ پر قربان! ہم گزشتہ رات حاضر خدمت ہوئے تھے۔ آپ اس وقت بہت پریشان تھے۔ لیکن آج ہم آپ کو خوش و خرم دیکھ رہے ہیں۔ (اس کی کیا وجہ تھی) فرمایا۔ ہاں ایسا ہی تھا۔ بات یہ تھی۔ کہ مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے چار دینار میرے پاس بچے تھے۔ جو تقسیم نہ ہو سکے تھے۔ مجھے یہ خوف ہوا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ ان کی تقسیم سے پہلے میں دنیا سے چل بسوں۔ آج میں ان کی تقسیم سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اس لیے اب مجھے ان کی طرف سے گھبرانے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ (اس لیے کل غمگین تھا۔ اور آج خوش و مطمئن ہوں)

Marfat.com

سارے مال کی زکوٰۃ فرض نہ جاننے والے کو

ابوذر ڈنڈوں سے پیٹتے تھے۔

بحار الانوار:۔

فَنَظَرَ عُثْمَانُ اِلٰی کَعْبِ بْنِ الْاَحْبَارِ فَقَالَ لَهٗ یَا اَبَا اِسْحٰقَ مَا تَقُوْلُ فِیْ رَجُلٍ اَدّٰی زَکٰوۃَ مَالِهِ الْمَفْرُوْضَةَ هَلْ یَجِبُ عَلَیْهِ فِیْمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فِیْهَا شَیْءٌ قَالَ لَا وَلَوِ اتَّخَذَ لَبِنَةً مِّنْ ذَهَبٍ وَلَبِنَةً مِّنْ فِضَّةٍ مَا وَجَبَ عَلَیْهِ شَیْءٌ فَرَفَعَ اَبُوْ ذَرٍّ عَصَاهُ فَضَرَبَ بِهٖ رَاْسَ کَعْبٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ یَا ابْنَ الْیَهُوْدِیَّةِ الْکَافِرَةِ مَا اَنْتَ وَ النَّظَرُ فِیْ اَحْکَامِ الْمُسْلِمِیْنَ قَوْلُ اللّٰهِ اَصْدَقُ مِنْ قَوْلِكَ حَیْثُ قَالَ "وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا

Marfat.com

کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ " فَقَالَ عُثْمَانُ یَا اَبَاذَرٍّ اِنَّکَ شَیْخٌ خَرِفْتَ وَذَھَبَ عَقْلُکَ ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۲۶-۴۲۷
باب کیفیت اسلام ابی ذر۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۴۲ تا ۱۱۴۴
باب شصتم احوال ابی ذر غفاری
مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۳۔ تفسیر قمی ص ۴۳ پارہ اوّل رکوع ۹
زیر آیت واذ اخذنا میثاقکم
لا تسفکون دماءکم الخ۔
مطبوعہ ایران طبع قدیم)

(۴۔ تفسیر صافی جلد ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب بن الاحبار کی طرف دیکھا اور ان سے پوچھا۔ اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو اپنے مال کی فرضی زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے۔ کیا اس کے علاوہ اس پر کوئی اور بھی چیز دینی واجب ہے۔؟ جناب کعب نے فرمایا نہیں۔ اب اگرچہ وہ ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی بنا کر مکان تعمیر کرے۔ پھر بھی اس پر کوئی وجوب مالی

Marfat.com

نہیں ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب کے سر پر لاٹھی دے ماری۔ اور کہا۔ اے یہودی کافر عورت کے بچے! تمہیں مسلمانوں کے احکام میں دخل دینے کا کیا حق ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قول تمہاری بات سے کہیں زیادہ سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھ لیتے ہیں۔ اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ جس دن اس سونے چاندی کو دوزخ کی آگ میں گرم کر کے اس کے مالکوں کے ماتھوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔ (اور کہا جائے گا کہ) یہ ہے وہ مال کہ جس کو تم نے بطور خزانہ جمع کر رکھا تھا۔ پس اپنے جمع کردہ خزانے کا مزہ چکھو۔

کیفیت اختلاف کی نشاندہی

ملا باقر شیعی مجلسی کی زبانی دو عدد حوالہ جات سے جو امر ہمارے سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ۔

۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مابین کوئی خلافت کے امور میں تنازعہ نہ تھا۔

۲۔ آیت کریمہ والذین یکنزون الذھب الخ۔ کا مقصد و مطلب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ تھا کہ صرف صبح کے لیے اپنے پاس رکھ کر بقیہ فی سبیل اللہ خرچ کر دینا چاہیے۔ شام کا اللہ وارث ہے اور اگر کوئی شخص اس سے زیادہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ تو چاہے وہ زکوٰۃ وغیرہ مالی واجبات ادا کرتا ہو۔ پھر بھی وہ۔ "ویکنزون الذھب" میں داخل ہے۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے اس آیت کی شرعی تفسیر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت کعب بن الاحبار رضی اللہ عنہ سے کروائی۔ جو یہ تھی۔ کہ اس سے مراد وہ جمع شدہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو۔

۲۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جو ایک لاکھ درہم موجود تھے۔ انہیں تقسیم اس لیے نہ فرمایا۔ کہ اسنے اور آجائیں۔ پھر یہ مجموعی نقدی بانٹی جائے تاکہ ہر ایک کو کچھ نہ کچھ مل جائے۔ ان ایک لاکھ دراہم کو جمع کرنے کا خیال نہ تھا۔ لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی اچھا نہ سمجھا۔ ان کا مسلک تھا۔ کہ جو آگیا وہ تقسیم کر دیا جائے۔ اور آئے گا۔ تو دیکھا جائے گا۔ اپنے اسی نظریہ کی تائید میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار دینار کا واقعہ بھی پیش کیا۔ اور اپنے موقف پر سختی سے قائم ہونے کی وجہ سے حضرت کعب بن الاحبار رضی اللہ عنہ کے سر پر لاٹھی بھی دے ماری۔

یہ ہے اس اختلاف کی نوعیت جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ان کے مابین اختلاف کی وجہ کوئی اور تھی۔ جیسا کہ اہل تشیع نے اسے رنگ دینے کی کوشش کی۔ اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ اس اختلاف کی بنیاد یہ تھی۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو یہ برداشت نہ تھا۔ کہ کوئی شخص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہے۔ اور بقول اہل تشیع حضرت عثمان و دیگر حضرات صحابہ کرام چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے تھے۔ اس لیے ابوذر غفاری نے ان کی مخالفت کی۔

چونکہ ان حضرات کے درمیان آیت مذکورہ کی تفسیر و مطلب میں کچھ اختلاف تھا۔ اس لیے اس موقعہ پر ہم نے مناسب سمجھا۔ کہ آیت مذکورہ کی تشریح و تفسیر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ذکر کر دیں۔ اور حضرات

Marfat.com

آئمہ اہل بیت کی احادیث بھی۔

آیت:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ

کی تفسیر و تشریح شیعہ کتب سے

تفسیر صافی:۔

وَفِي الْاَمَالِيْ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ كُلُّ مَا تُؤَدّٰى زَكٰوتُهٗ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ وَاِنْ كَانَتْ تَحْتَ سَبْعِ اَرْضِيْنَ وَكُلُّ مَالٍ لَا تُؤَدّٰى زَكٰوتُهٗ فَهُوَ كَنْزٌ وَاِنْ كَانَ فَوْقَ الْاَرْضِ وَفِي الْكَافِيْ وَالْعَيَاشِيْ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُوَسَّعٌ عَلٰى شِيْعَتِنَا اَنْ يُّنْفِقُوْا مِمَّا فِيْ اَيْدِيْهِمْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا قَامَ قَائِمُنَا حَرَّمَ كُلَّ ذِيْ كَنْزٍ كَنْزَهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهٗ بِهٖ فَيَسْتَعِيْنُ بِهٖ عَلٰى عَدُوِّهٖ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الاٰيۃ

(تفسیر صافی جلد اول ص ۶۹۹ سورۃ التوبہ

مطبوعہ تہران ۔ طبع جدید)

ترجمہ:

"امالی" میں ہے۔ کہ جب آیت والذین یکنزون الذهب" الخ۔ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ "کنز" نہیں اگرچہ ساتوں زمینوں کے نیچے ہو۔ اور ہر وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی۔ اگر وہ زمین کے اوپر ہی کیوں نہ ہو۔ وہ کنز ہی ہے۔ کافی اور عیاشی میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ہمارے شیعوں کو یہ آسائش ہے۔ کہ وہ اپنے مال کو معروف طریقہ سے خرچ کریں۔ اور جب امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ تو وہ ہر خزانے والے پر اس کا خزانہ حرام کر دیں گے۔ جب تک وہ اپنا خزانہ لے کر ان کی بارگاہ میں حاضر نہ کر دے۔ پھر امام مہدی اس خزانے کی مدد سے اپنے دشمنوں کے خلاف اپنے قدم مضبوط کریں گے۔ وہ آیت یہ ہے۔ والذین یکنزون الذهب والفضۃ الخ۔

تفسیر منہج الصادقین:-

مراد بعدم انفاق عدم زکوٰۃ است یعنی زکوٰۃ نمی دہند چہ در خبر آمدہ است کہ ما ادّی زکوتہ فلیس بکنزا۔ الخ۔ آنچہ زکوٰۃ آن دادہ اند گنج نیست۔ و نیز از آنحضرت مروی است کہ۔ کلّ مال لم تود زکوتہ فھو کنز وان کان ظاھرًا وکلّ ما اديت زکوتہ فلیس بکنز وان کان مدفونًا فی الارض۔ و ابن عباس و حسن و شعبی و سدی نیز بر آیند و جبائی در ایں باب دعوائے اجماع کردہ۔

(۱۔ تفسیر منہج الصادقین جلد ۴ ص ۲۶۱
الجزء العاشر۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)
(۲۔ تفسیر منہج الصادقین جلد سوم جزء
پنجم ص ۲۶/　　مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے سے مراد زکوٰۃ کی عدم ادائیگی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ حدیث میں آیا ہے۔ وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ وہ کنز نہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے۔ ہر وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ نہ ادا کی جائے وہ کنز ہے۔ اگرچہ کھلی زمین پر ظاہر پڑا ہو اور ہر وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ دی گئی۔ وہ کنز نہیں۔ اگرچہ زمین میں دفن شدہ ہو۔ حضرت ابن عباس، حسن، شعبی اور سدی سے بھی یہی تفسیر مذکور ہے۔ اور جبائی نے تو اس مفہوم پر اجماع کا دعوٰی کیا ہے۔

فروع کافی:۔

وَمَنْ اَدّٰی مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ وَ اَدّٰى شُكْرَ مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِيْ مَالِهٖ اِذَا هُوَ حَمِدَهٗ عَلٰى مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِيْهِ مِمَّا فَضَّلَهٗ بِهٖ مِنَ السَّعَةِ عَلٰى غَيْرِهٖ وَلِمَا وَفَّقَهٗ لِاَدٰٓى مَا فَرَضَ اللّٰهُ

عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۴۹۸ کتاب الزکاۃ
باب فرض الزکوٰۃ الخ مطبوعہ
تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ:۔

اللہ تعالیٰ نے جو کسی بندے پر فرض کیا۔ (یعنی زکوٰۃ) وہ اس نے ادا کر دیا۔ تو اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو اُسے نعمتِ مال عطا کی۔ اور وسعتِ مالی کے ذریعہ دوسروں پر فضیلت بخشی۔ اس نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنا فرض بجالانے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اور اس کی مدد فرمائی۔

فروع کافی:۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ اَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْنِي الْاَوَّلَ قَالَ سَمِعْتُهٗ مَنْ اَخْرَجَ زَكٰوةَ مَالِهٖ تَامَّةً فَوَضَعَهَا فِيْ مَوْضِعِهَا لَمْ يُسْئَلْ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَ مَالَهٗ۔

(فروع کافی جلد ۳ ص ۵۰۴ کتاب الزکوٰۃ
باب فرض الزکات۔ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:۔

علی بن عقبہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ (امام اوّل) سے روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام موصوف کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ جو شخص اپنے مال کی مکمل طور پر زکوٰۃ نکال دیتا ہے۔ اور اُسے اپنے صحیح مصرف پر خرچ کرتا ہے۔ اس سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا۔ کہ یہ مال اس نے کہاں سے کمایا۔؟

لمحہ فکریہ:۔

قارئین کرام! آپ نے آیت مذکورہ کی تشریح و تفسیر۔ بحوالہ کتب اہل تشیع ملاحظہ فرمائی۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوا۔ کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات صحابہ و ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک جس مال کی زکوٰۃ ادا کردی جائے۔ وہ آیت میں موجود لفظ "کنز" کے تحت داخل نہیں ہونا چاہیے۔ وہ ساتوں زمینوں کے نیچے رکھا ہوا "کنز"، وہی مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔ لیکن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مسلک درویشیانہ اور تفسیر صوفیانہ اگرچہ اُن کے ہاں درست تھی۔ لیکن تفسیر شرعی نہ ہونے کی بنا پر کسی دوسرے پر حجت نہیں بن سکتی۔ اہل تشیع بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ وہ تو اس گنجائش کے قائل ہیں۔ کہ امام زمانہ کے ظہور و خروج تک انہیں کنز رکھنے کی اجازت ہے۔ ہاں امام مہدی کے ظہور کے وقت ان کو اپنی تمام جائیداد امام موصوف کے قدموں میں لا ڈالنی پڑے گی۔ تاکہ دشمنوں پر قابو پانے میں اسے استعمال کیا جا سکے۔

جب زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد مال و دولت کا جمع کرنا باعث طعن نہیں۔ اور شرعاً منع نہیں۔ تو اہل تشیع کو کھلے دل سے یہ بات بھی مان لینی چاہیے۔ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان و امیر معاویہ کے درمیان باعث نزاع یہی تفسیری اختلاف

تھا کوئی ذاتی رنج وعناد کارفرمانہ تھا۔ اس لیے اس اختلاف کو بہانہ بنا کر حضرت عثمان غنی رضی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنا بالکل بلاوجہ ہے۔ اور اس کے لیے کوئی عقلی واخلاقی سبب نظر نہیں آتا۔

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد کسی سے یہ بھی نہیں پوچھا جائے گا۔ کہ اس نے وہ دولت کمائی کیسے تھی؟ آپ کے اس ارشاد اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے صوفیانہ مسلک کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ذات کو تبرہ جات کا نشانہ بنایا جائے۔ اگر ان دونوں صحابیوں کا یہی قصور تھا۔ کہ وہ حضرت ابوذر کی تفسیر وتشریح سے متفق نہ تھے۔ تو یہی بات حضرت علی المرتضیٰ کے قول پر بھی کہی جا سکتی ہے۔ بلکہ خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر بھی ایسا قول کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عثمان وامیر معاویہ پر اس وجہ سے طعن کرنے والو! ذرا سوچو کیا یہی باتیں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہنا بھی پسند کرو گے۔؟

Marfat.com

امر سوم کی تائید

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا شام کو منتقل ہونا ان کے اپنے درویشانہ مسلک کی وجہ سے تھا۔ جس پر وہ سختی سے قائم تھے حضرت علی المرتضیٰ کے حقِ امامت کی تبلیغ اس کا سبب نہ تھی

بحار الانوار:۔

جَعَلَ اَبُوْ ذَرٍّ يَقُوْلُ بَيْنَ النَّاسِ وَ فِي الطُّرُقَاتِ وَالشَّوَارِعِ بَشِّرِ الْكَافِرِيْنَ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ وَيَرْفَعُ بِذٰلِكَ صَوْتَهٗ وَيَتْلُوْا قَوْلَهٗ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ فَرُفِعَ اِلٰى عُثْمَانَ ذٰلِكَ مِرَارًا وَهُوَ سَاكِتٌ

Marfat.com

ثُمَّ إِنَّهُ أَرْسَلَ إِلَيْهِ مَوْلًى مِنْ مَوَالِيهِ أَنِ انْتَهِ عَمَّا بَلَغَنِي عَنْكَ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ أَيَنْهَانِي عُثْمَانُ عَنْ قِرَاءَةِ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى وَعَيْبِ مَنْ تَرَكَ أَمْرَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ لَأَنْ أُرْضِيَ اللّٰهَ بِسُخْطِ عُثْمَانَ أَحَبُّ إِلَيَّ وَخَيْرٌ لِي مِنْ أَنْ أُسْخِطَ اللّٰهَ بِرِضَى عُثْمَانَ فَأَغْضَبَ عُثْمَانَ ذٰلِكَ وَأَحْفَظَهُ فَتَصَابَرَ وَتَمَاسَكَ إِلَى أَنْ قَالَ عُثْمَانُ يَوْمًا وَالنَّاسُ حَوْلَهُ أَيَجُوزُ لِلْإِمَامِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ شَيْئًا قَرْضًا فَإِذَا أَيْسَرَ قَضَى فَقَالَ كَعْبُ الْأَحْبَارِ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ يَا ابْنَ الْيَهُودِيَّيْنِ أَتُعَلِّمُنَا دِينَنَا فَقَالَ عُثْمَانُ قَدْ كَثُرَ أَذَاكَ لِي وَتَوَلُّعُكَ بِأَصْحَابِي الْحَقْ بِالشَّامِ فَأَخْرَجَهُ إِلَيْهَا۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۱۴ تا ۴۱۵
باب کیفیۃ اسلام ابی ذر مطبوعہ
تہران طبع جدید)

(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۵۲
باب شصتم در حال ابوذر
غفاری۔ مطبوعہ نولکشور
طبع قدیم)

Marfat.com

ترجمہ:-

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے نظریات کی تبلیغ کرتے ہوئے سڑکوں گلی کوچوں میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ "کفار کو دردناک عذاب کی خوشخبری دیجیئے"، یہ کہتے وقت آواز بلند ہوتی۔ اور اس کے ساتھ قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کرتے۔ "والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دیجیئے"، اس بات کوئی مرتبہ حضرت عثمان تک پہنچایا گیا۔ وہ سن کر صبر و خاموشی اختیار فرماتے۔ بالآخر ایک مرتبہ ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا غلام بھیجا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ ابوذر سے کہنا اس طریقۂ تبلیغ سے باز آجائے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر نے کہا۔ کیا عثمان مجھے قرآن کی تلاوت سے روکتا ہے؟ پھر اس پر شدید نکتہ چینی کی جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور کہا۔ خدا کی قسم! اللہ کی خوشنودی میرے لیے عثمان کی ناراضگی سے کہیں بہتر ہے۔ حضرت عثمان غنی نے یہ سن کر صبر و سکون اختیار فرمایا۔ پھر کچھ دن ٹھہر کر حضرت عثمان نے کہا۔ اس وقت بہت سے لوگ آپ کے اردگرد بیٹھے تھے۔ کیا کسی امام وخلیفہ کے لیے یہ جائز ہے۔ کہ بوقتِ مجبوری بیت المال سے کچھ روپیہ بطور قرض لے کر اپنی ضروریات پوری کرے اور جب کہیں سے روپیہ آجائے۔ تو واپس بیت المال کو لوٹا دے حضرت کعب الاحبار نے کہا۔ اس میں کوئی گناہ نہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے یہودی والدین کے بیٹے! کیا تو ہمیں دین سکھائے گا۔؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا۔ ابوذر! تیرا مجھے ستانا بکثرت ہو گیا ہے۔ اور میرے ساتھیوں سے تیرا جھگڑنا شدت اختیار کر گیا ہے۔

Marfat.com

لہذا تم شام چلے جاؤ۔ یہ کہہ کر حضرت عثمان نے انہیں شام بھیج دیا۔

مروج الذہب :-

وَمِنْ ذٰلِكَ مَا فَعَلَ بِاَبِیْ ذَرٍّ وَهُوَ اَنَّهٗ حَضَرَ مَجْلِسَهٗ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ عُثْمَانُ اَرَاَيْتُمْ مَنْ زَكّٰى مَالَهٗ هَلْ فِيْهِ حَقٌّ لِغَيْرِهٖ فَقَالَ كَعْبٌ لَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَدَفَعَ اَبُوْ ذَرٍّ فِیْ صَدْرِ كَعْبٍ وَّقَالَ لَهٗ كَذَبْتَ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِیِّ ثُمَّ تَلَا (لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ الاٰيۃ) فَقَالَ عُثْمَانُ اَتَرَوْنَ بَاْسًا اَنْ نَاْخُذَ مَالًا مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ فَنُنْفِقَهٗ فِيْمَا يَنُوْبُنَا مِنْ اُمُوْرِنَا وَ نُعْطِيْكُمُوْهُ فَقَالَ كَعْبٌ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ فَرَفَعَ اَبُوْ ذَرٍّ الْعَصَا فَدَفَعَ بِهَا فِیْ صَدْرِ كَعْبٍ وَقَالَ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِیِّ مَا اَجْرَاَكَ عَلَى الْقَوْلِ فِیْ دِيْنِنَا فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ مَا اَكْثَرَ اَذَاكَ لِیْ غَيِّبْ وَجْهَكَ عَنِّیْ فَقَدْ اٰذَيْتَنَا فَخَرَجَ اَبُوْ ذَرٍّ اِلَى الشَّامِ۔

(مروج الذہب جلد دوم ص ۳۳۹-۳۴۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

ان باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے۔ جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شام کی طرف رحلت کا سبب بنی۔ ایک دن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھے۔ حضرت عثمان نے حاضرین سے پوچھا۔ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے۔ کیا اس پر کسی دوسرے کا حق رہتا ہے؟ حضرت کعب نے کہا۔ نہیں یا امیر المومنین۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جناب کعب کے سینہ میں زور سے مارا۔ اور کہا۔ اے یہودی کے بیٹے! تو نے جھوٹ کہا۔ پھر یہ آیت پڑھی "وہ مشرق و مغرب کی طرف منہ کر لینا کوئی نیکی نہیں الخ"۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا حاضرین! تمہاری کیا رائے ہے کہ ہم مسلمانوں کے بیت المال سے کچھ لے لیں۔ اور اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر لیں۔ پھر ہم وہ واپس بھی کر دیں۔ حضرت کعب نے کہا۔ اس میں کیا حرج ہے؟ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے لاٹھی اٹھائی۔ اور کعب الاحبار کے سینہ میں دے ماری۔ اور کہا۔ کہ اے یہودی کے بیٹے! ہمارے دین کے متعلق ایسی بات کرنے کی تجھے کیسے جرأت ہوئی؟ حضرت عثمان نے سن کر فرمایا۔ ابوذر! تمہاری اذیت میرے حق میں کتنی بڑھ گئی ہے۔ جاؤ مجھ سے دور ہو جاؤ۔ ہمیں تم نے بہت ستایا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سرزمین شام کی طرف چلے گئے۔

قارئین کرام! ان حوالہ جات سے آپ کو بخوبی علم ہو گیا ہو گا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی نے کسی ذاتی دشمنی کی بنا پر مدینہ منورہ سے نہیں نکالا تھا۔ اور نہ ہی ان کے سرزمین شام جانے کی یہ وجہ تھی۔ کہ آپ امامی مشن کی تبلیغ کرتے تھے

Marfat.com

جس کی پاداش میں آپ کو شام بھیج دیا گیا۔ بلکہ وہاں جانے کا سبب یہ تھا۔ کہ آپ درویشانہ نظریہ پر اس طرح سختی سے کاربند تھے۔ کہ اس کے خلاف ہر ایک سے ٹکرا جاتے۔ اور مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔ حضرت کعب الاحبار ایسے بزرگ کی بات بھی برداشت نہ کر سکے۔ اور ان کے سینہ میں لاٹھی دے ماری۔ ملک شام آپ کا جانا خود آپ کی اپنی رائے سے ہوا۔ جس پر "مروج الذہب" کے یہ الفاظ شاہد ہیں۔ فخرج الی الشام" یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خود شام کی طرف نکل پڑے۔ لہٰذا شیعی پروپیگنڈا محض ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔ کتب اہل تشیع بھی اس کی تردید کرتی ہیں۔

ملک شام کی طرح "ربذہ" روانگی بھی اسی سبب سے تھی۔ یعنی درویشانہ مسلک کی شدت

بحار الانوار:۔

فَقَالَ عُثْمَانُ لِكَعْبِ الْاَحْبَارِ مَا تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَدّٰى زَكٰوةَ مَالِهٖ هَلْ يَجِبُ بَعْدَ ذٰلِكَ شَيْءٌ قَالَ لَا لَوِ اتَّخَذَ لَبِنَةً مِّنْ ذَهَبٍ وَّ لَبِنَةً مِّنْ فِضَّةٍ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِيَّةِ مَا اَنْتَ وَ النَّظْرُ فِيْ اَحْكَامِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ عُثْمَانُ لَوْ لَا صُحْبَتُكَ لَقَتَلْتُكَ ثُمَّ سَيَّرَهٗ

Marfat.com

اِلَی الرَّبَذَۃِ

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۲۲/ باب کیفیۃ اسلام ابی ذر مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۴۲ باب ششتم احوال ابی ذر مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب الاحبار سے کہا۔ ایسے شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے۔ کیا اس پر اور بھی کوئی واجب ہے؟ حضرت کعب نے کہا۔ نہیں۔ اگرچہ وہ ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی بنا کر مکان تیار کرلے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے یہودن کے بیٹے! تو اور مسلمانوں کے احکام میں غور وخوض؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا۔ ابوذر! اگر تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل نہ ہوتی۔ تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ پھر انہیں ربذہ بھیج دیا۔

مروج الذہب:۔

وَکَانَ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ قَدْ اُتِیَ عُثْمَانُ بِتَرِکَۃِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفِ الزُّھْرِیِّ مِنَ الْمَالِ فَنُثِرَتِ الْبِدَرُ حَتّٰی حَالَتْ بَیْنَ

Marfat.com

عُثْمَانَ وَ بَيْنَ الرَّجُلِ الْقَائِمِ فَقَالَ عُثْمَانُ
اِنِّيْ لَاَرْجُوْا لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ خَيْرًا لِاَنَّهٗ كَانَ
يَتَصَدَّقُ وَ يُقْرِئُ الضَّيْفَ وَتَرَكَ مَا تَرَوْنَ
فَقَالَ كَعْبُ الْاَحْبَارُ صَدَقْتَ يَا اَمِيْرَ
الْمُؤْمِنِيْنَ فَشَالَ اَبُوْ ذَرٍّ الْعَصَا فَضَرَبَ
بِهَا رَاْسَ كَعْبٍ وَلَمْ يَشْغَلْهُ مَا كَانَ
فِيْهِ مِنَ الْاَلَمِ وَ قَالَ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِيِّ
تَقُوْلُ لِرَجُلٍ مَاتَ وَ تَرَكَ هٰذَا الْمَالَ
اِنَّ اللّٰهَ اَعْطَاهُ خَيْرَ الدُّنْيَا وَ خَيْرَ
الْاٰخِرَةِ وَ تَقْطَعُ عَلَى اللّٰهِ بِذٰلِكَ وَ اَنَا
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ
مَا يَسُرُّنِيْ اَنْ اَمُوْتَ وَ اَدَعُ مَا يَزِنُ
قِيْرَاطًا فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ وَارِ عَنِّيْ
وَجْهَكَ فَقَالَ اَسِيْرُ اِلٰى مَكَّةَ قَالَ لَا
وَاللّٰهِ قَالَ فَسَيِّرْنِيْ حَيْثُ شِئْتَ مِنَ الْبِلَادِ
قَالَ فَاِنِّيْ مُسَيِّرُكَ اِلَى الرَّبْذَةِ۔

(مروج الذہب جلد دوم ص ۳۴۰/
ذکر ذی النورین عثمان بن
عفان مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔
اسی دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی

کے ترکہ کا مال لایا گیا۔ جب اُسے کھولا گیا۔ تو حضرت عثمان اور لانے والے آدمی کے درمیان کی جگہ اُس مال سے بھر گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں عبدالرحمٰن کے لیے بھلائی کی امید کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ صدقہ و خیرات بھی کیا کرتے تھے۔ اور مہمانوں کی خاطر مدارات بھی ان کا شیوہ تھا۔ اور اس کے باوجود تم دیکھ رہے ہو بہت سا ترکہ بھی چھوڑ گئے۔ حضرت کعب الاحبار کہنے لگے۔ اے امیر المومنین! آپ نے سچ کہا ہے۔ اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا عصا اُٹھا لیا اور حضرت کعب کے سر پر دے مارا۔ اس کے مارنے سے جو حضرت کعب کو درد ہوا۔ جناب ابوذر کو اس کا قطعاً احساس نہ ہوا۔ اور کہا۔ اے یہودی کے بیٹے! تو ایک آدمی کے لیے بھلائی کی بات کر رہا ہے۔ جس نے مرتے وقت اتنا کثیر مال چھوڑا۔ اور تو کہتا ہے۔ کہ اس نے دنیا اور آخرت کی بھلائی سمیٹ لی۔ تو نے یہ کہہ کر اللہ کے حکم کی عدولی کی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ فرمایا کہ میں اس طرح مرنے پر ہرگز خوش نہیں ہوں گا۔ کہ میرے پاس ایک قیراط وزن بھی باقی رہ جائے۔ یہ سُن کر انہیں حضرت عثمان نے کہا مجھ سے دُور ہٹ جاؤ۔ کہا تو پھر میں مکہ کی طرف چلا جاتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ نہیں اُدھر نہیں خدا کی قسم۔ کہا پھر جدھر تم چاہو بھیج دو۔ حضرت عثمان نے انہیں ربذہ کی طرف جانے کو کہا۔

لمحۂ فکریہ

قارئین کرام! سرزمین شام کے بعد حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مقام ربذہ تشریف لانے کے اسباب مذکورہ حوالہ جات سے آپ نے ملاحظہ کر لیے۔ ان حوالہ جات میں کہیں اشارۃً بھی اس امر کا تذکرہ نہیں ملتا۔ کہ آپ کو حضرت عثمان غنی رضی

Marfat.com

نے اپنی ذاتی مخالفت اور ولائتِ علی کے بارے میں فضاء کو ساز گار کرنے کی پاداش میں مدینہ منورہ سے پہلے شام اور پھر ربذہ بھیجا۔ بلکہ اس کا سبب ایک ہی تھا۔ وہ یہ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے مشرب و مسلک پر اس قدر پختہ تھے۔ کہ نہ تو اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار تھے۔ اور نہ ہی اُس میں کسی رواداری کے حامی تھے۔ دیکھئے آخر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی جن اوصاف پر تعریف کی گئی۔ کیا یہ تعریف ناجائز تھی۔ ایسے آدمی کی تعریف قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی تعریف کر دی۔ اور حضرت کعب الاحبار نے اس کی تصدیق کر دی تو اس میں کس آیت یا حدیث کا انکار ثابت ہوتا تھا۔ کہ جس کی بنا پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جوش میں آئے۔ اور سر پر ڈنڈا دے مارا۔ پھر ڈنڈا مارنے کے بعد حضرت کعب کے درد والم کا خیال تک نہ آیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اپنے نظریہ کی پختگی اور اس کا بے لچک ہونا ہی ان کے مہاجر ہونے کا سبب بنا۔ کوئی دوسری بات ان کی ہجرت کا سبب نہیں بنی۔ اِس لیے معلوم ہوا۔ کہ یہ کہنا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ہجرت اس لیے وقوع پذیر ہوئی۔ کہ خلیفۂ وقت اور ان کے ہمنوا غیر شرعی زندگی گزار رہے تھے۔ اور یہ حضرت ابوذر کو قطعی طور پر ناپسند تھی۔ بالکل غلط اور من گھڑت حیلہ ہے اور حضرات صحابہ کرام پر ایک عظیم بہتان ہے۔

Marfat.com

خلیفۂ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے تادمِ آخر حسن سلوک

ہم نے جو گزشتہ اوراق میں حوالہ جات ذکر کیے۔ ان تمام کا تعلق اہل تشیع کی کتب سے ہے۔ جن سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا سرزمین شام اور مقام ربذہ کی طرف ہجرت کرنا محض ان کی درویشانہ اور متوکلانہ عادت کی وجہ سے ہوا اس سبب کے علاوہ کتب شیعہ میں یہ بھی مذکور ہے .... کہ انہیں حضرت عثمان غنی نے صرف جلا وطن ہی نہیں کیا۔ بلکہ طرح طرح کی تکالیف اور مصائب بھی ان کے لیے روا رکھے۔ کتب اہل سنت میں اس الزام کی صاف صاف تردید موجود ہے۔ اور اسے غلط اور باطل قرار دیا گیا ہے۔ فریقین کی کتب سے یہ بات متفقہ طور پر ثابت ہے۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ اجازت طلب کی۔ اور حضرت عثمان نے اس کی اجازت دے دی۔ کتب اہل سنت میں اس اجازت کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے۔ کہ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت کے لیے دو غلام اور کچھ اونٹ بھیجے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا روزینہ بھی مقرر فرمایا تھا۔ آپ کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کس قدر خیال تھا۔ کتنی محبت تھی۔ اس کا اندازہ آپ اس امر سے کر سکتے۔ کہ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان نے ان کے اہل و عیال کو اپنے ہاں بلا لیا تھا۔

ہ

Marfat.com

کامل ابن اثیر:۔

فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ لِعُثْمَانَ تَاْذَنُ لِیْ فِی الْخُرُوْجِ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ بِالْخُرُوْجِ مِنْھَا اِذَا بَلَغَ الْبِنَآءُ سَلْعًا فَاَذِنَ لَہٗ فَنَزَلَ الرَّبْذَۃَ وَبَنٰی بِھَا مَسْجِدًا وَ اَقْطَعَہٗ عُثْمَانُ صِرْمَۃً مِّنَ الْاِبِلِ وَاَعْطَاہُ مَمْلُوْکَیْنِ وَاَجْرٰی عَلَیْہِ کُلَّ یَوْمٍ عَطَاءً۔

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد سوم ص ۱۱۵ ذکر تسبیر ابی ذر الی الربذۃ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان سے مدینہ منورہ سے چلے جانے کی اجازت طلب کی۔ کیونکہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ابوذر جب مدینہ کی آبادی سلعۃ نامی پہاڑی تک پہنچ جائے۔ تو یہاں سے ہجرت کر جانا۔ یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مقام ربذہ میں تشریف لے آئے۔ یہاں ایک مسجد تعمیر کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اونٹوں کا ایک گلہ اور دو عدد غلام ساتھ دیئے۔ اور ان کا روزینہ بھی مقرر فرمایا۔

Marfat.com

طبقات ابن سعد:۔

فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَهُ عُثْمَانُ كُنْ عِنْدِیْ تَغْدُوْ عَلَيْكَ وَ تَرُوْحُ اللِّقَاحُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِیْ فِیْ دُنْيَاكُمْ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِیْ حَتّٰی اَخْرُجَ اِلَی الرَّبَذَةِ فَاَذِنَ لَهُ فَخَرَجَ اِلَی الرَّبَذَةِ وَ قَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَ عَلَيْهَا عَبْدٌ لِعُثْمَانَ حَبَشِیٌّ فَتَاَخَّرَ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ تَقَدَّمْ فَصَلِّ فَقَدْ اُمِرْتُ اَنْ اَسْمَعُ وَ اُطِيْعُ وَ لَوْ لِعَبْدٍ حَبَشِیٍّ فَاَنْتَ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ نمبر ۲۲۷
تذکرہ ابوذر واسمہ جندب
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔ کہ آپ میرے پاس قیام رکھیں۔ صبح و شام دودھ دینے والی اونٹیاں آپ کو پیش کی جائیں گی۔ فرمانے لگے مجھے تمہاری دنیا کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ پھر فرمایا۔ مجھے اجازت مرحمت فرمائیے۔ تاکہ میں ربذہ چلا جاؤں۔ حضرت عثمان نے اجازت عطا فرما دی۔
ربذہ تشریف لانے کے بعد نماز کا وقت آیا) تو نماز کی اقامت کہی گئی۔

وہاں نماز پڑھانے کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک حبشی غلام امام مقرر کیا گیا تھا۔ وہ پیچھے ہٹنے لگا۔ تو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا چلو جماعت کراؤ۔ مجھے تو حکم یہ دیا گیا ہے۔ کہ اگر حبشی غلام بھی کوئی حکم دے۔ تو اس کو سنوں اور اُس کی اطاعت کروں۔ تو بھی حبشی غلام ہے۔ (لہذا تیری اقتداء میں میں ضرور نماز پڑھوں گا پیچھے ہٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔)

کامل ابن اثیر اور طبقات ابن سعد کی عبارت سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا۔ کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے حضرت عثمان نے زبردستی نہیں نکالا تھا۔ بلکہ ہوا یوں۔ کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے جب یہ محسوس کیا۔ کہ میرے درویشانہ مسلک پر چلنے کے لیے لوگ تیار نہیں۔ اور آپ نے یہ بھی عہد کیا ہوا تھا۔ کہ میں خود اس نظریہ کو نہیں چھوڑوں گا تو اس کیفیت میں روزانہ کے جھگڑوں سے بہتر ہے۔ کہ میں کنارہ کش ہو جاؤں۔ لہذا انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ربذہ جانے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر وہاں تشریف لے گئے۔ ساتھ ہی حضرت عثمان نے بہت سے اونٹ اور دو عدد غلام بھی بھیجے۔ اور روزینہ بھی مقرر فرما دیا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان کی خلافت کو برحق مانتے تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مدینہ منورہ سے چلے جانے کی اجازت طلب فرما رہے ہیں کیونکہ خلیفہ کی اطاعت لازم ہوتی ہے۔

حضرت عثمان غنی سے اسلامی محبت کا ہی یہ نتیجہ تھا۔ کہ ان کے غلام کے پیچھے نماز پڑھنے کو ترجیح دی۔ حالانکہ وہ غلام انہیں دیکھ کر مصلائے امامت ان کے سپرد کر رہا تھا۔ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ناجائز سمجھتے جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ تو ان کے غلام کو زبردستی مصلائے امامت سے ہٹا دیتے۔ جو شخص اپنے نظریہ کی مخالفت کی وجہ سے کعب الاحبار جیسے عظیم صحابی کے سر پر لاٹھی مار

سکتا ہے۔ وہ ایک معمولی سے غلام کی اتباع کیونکر کرتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کا اس، اختلاف کو اور رنگ دینا بالکل بے اصل اور باطل محض ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کو لازم سمجھنے کی کتب شیعہ بھی تائید کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت ابوذر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مابین حسن سلوک از کتب اہل تشیع

رجال کشی:۔

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ (ع) یَقُوْلُ اَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰی اَبِیْ ذَرٍّ مَوْلَیَیْنِ لَہٗ وَمَعَھُمَا مِائَتَا دِیْنَارٍ فَقَالَ لَھُمَا اِنْطَلِقَا بِھِمَا اِلٰی اَبِیْ ذَرٍّ فَقُوْلَا لَہٗ اِنَّ عُثْمَانَ یَقْرَئُکَ السَّلَامَ وَ یَقُوْلُ لَکَ ھٰذِہٖ مِائَتَا دِیْنَارٍ فَاسْتَعِنْ بِھَا عَلٰی مَا نَابَکَ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ ھَلْ اَعْطٰی اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ مِثْلَ مَا اَعْطَانِیْ قَالَا لَا قَالَ فَاِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَسَعُنِیْ مَا یَسَعُ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَا لَہٗ اِنَّہٗ یَقُوْلُ ھٰذَا مِنْ صُلْبِ مَالِیْ وَ بِاللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ مَا خَالَطَھَا

Marfat.com

حَرَامٌ وَلَا بَعَثَ بِهَا إِلَيْكَ إِلَّا مِنْ حَلَالٍ فَقَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهَا وَقَدْ أَصْبَحْتُ يَوْمِيْ هٰذَا وَأَنَا مِنْ أَغْنَى النَّاسِ فَقَالَ لَهُ عَافَاكَ اللّٰهُ وَأَصْلَحَكَ مَا نَرٰى فِيْ بَيْتِكَ قَلِيْلًا وَّلَا كَثِيْرًا مِمَّا تَسْتَمْتِعُ بِهٖ فَقَالَ بَلٰى تَحْتَ هٰذَا الْإِكَافِ الَّذِيْ تَرَوْنَ رَغِيْفَا شَعِيْرٍ قَدْ أَتٰى عَلَيْهِمَا أَيَّامٌ فَمَا أَصْنَعُ بِهٰذِهِ الدَّنَانِيْرِ لَا وَاللّٰهِ حَتّٰى يَعْلَمَ اللّٰهُ أَنِّيْ لَا أَقْدِرُ عَلٰى قَلِيْلٍ وَلَا كَثِيْرٍ۔

(۱۔ رجال کشی ص ۳۰/ تذکرہ ابو ذرغفاری۔ مطبوعہ کربلا طبع جدید)
(۲۔ تنقیح المقال جلد اول صفحہ نمبر ۲۳۵ ابواب الجیم۔ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)
(۳۔ بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۳۹۸ باب کیفیۃ اسلام ابوذر۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۴۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۴۹ باب ششم در حال ابو ذر غفاری۔ مطبوعہ نولکشور۔ قدیم)

Marfat.com

ترجمہ:-

ابو بصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ فرماتے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے دو غلاموں کو بھیجا۔ اور انہیں ۲ دوسو دینار بھی ساتھ دیئے۔ اور فرمایا۔ ابوذر کے پاس جاؤ۔ میرا اسلام کہنا۔ اور کہنا کہ یہ ۲ دوسو دینار قبول کریں۔ اپنی ضروریات میں انہیں کام میں لائیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان دو غلاموں سے پوچھا۔ کیا اتنا مال دوسرے مسلمانوں کو بھی دیا گیا ہے۔ غلاموں نے کہا۔ نہیں۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آخر میں بھی انہی کی طرح ایک عام مسلمان ہوں۔ (پھر یہ امتیاز کیسا؟) جو ان کے لیے وہی میرے لیے ہونا چاہیئے۔ غلام کہنے لگے۔ نہیں۔ جناب! حضرت عثمان کا فرمان تھا۔ کہ یہ رقم میرے ذاتی مال میں سے ہے۔ (مال غنیمت یا بیت المال سے نہیں) اور انہوں نے خدا وحدہ لاشریک کی قسم اٹھا کر کہا۔ کہ اس میں ایک پیسہ بھی حرام ذریعہ کا نہیں۔ جو کچھ آپ کی طرف بھیجا ہے۔ پائی پائی حلال مال ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں آج صبح کے وقت سے تمام لوگوں سے بڑھ کر غنی ہوں۔ غلام عرض کرنے لگے۔ یا حضرت! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ اور آپ کی اصلاح بھی فرمائے ہمیں تو آپ کے گھر میں قلیل و کثیر کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ جس سے آپ کچھ وقت گزار سکیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس کچاوے کے نیچے جیسے تم دیکھ رہے ہو۔ جو کی ۲ دو روٹیاں ہیں۔ کئی دن گزر گئے۔ یہی ختم نہ ہوئیں۔ میں ان دیناروں کو لے کر کیا کروں گا۔ خدا کی قسم! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ میں قلیل و کثیر کی قدرت نہیں رکھتا۔

☆

Marfat.com

بحار الانوار:۔

فَاَمَرَهٗ بِالْمَسِيْرِ اِلَى الرَّبْذَةِ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ اَسْمَعْ وَاَطِعْ وَاَنْفِذْ حَيْثُ قَادُوْكَ وَلَوْ لِعَبْدٍ حَبْشِيٍّ مُجْدَعٍ فَخَرَجَ اِلَى الرَّبْذَةِ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۴۰۴
باب كيفية اسلام ابی ذر۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۵۰
باب شصتم درحال ابوذر غفاری
مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ربذۃ کی طرف چلے جانے کو کہا۔ تو انہوں نے کہا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ بات اچھی طرح سننا اور اطاعت کرنا۔ اگرچہ حکم دینے والا کوئی حبشی ناک اور کان کٹا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ یہ کہہ کر ربذہ کی طرف چل پڑے

لمحہ فکریہ:۔

اہل تشیع کی دو معتبر کتابوں کے حوالہ جات آپ نے ملاحظہ کئے۔ ان سے یہی نتیجہ

Marfat.com

اخذ ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مابین کوئی مخاصمت اور عناد نہ تھا۔ بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے بہی خواہ اور سچے ہمدرد تھے تبھی تو آپ نے اپنے ذاتی مال سے کثیر رقم (جو آج کل کے دور میں لاکھوں کے برابر بنتی ہے۔) اور دو غلام وغیرہ ان کی خدمت میں بھیجے۔ یہ بیت المال سے نہ تھا۔ پیش کرنے والوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذاتی اور حلال وطیب مال بتلایا۔ لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی درویشانہ صفت اور استغناء نے اس کی پرواہ تک نہ کی۔

ان حسن سلوک اور ہمدردی کے واقعات کو پڑھ کر پھر بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے۔ کہ ان دونوں حضرات کے درمیان دشمنی تھی۔ تو اُسے ہٹ دھرم کے سوا کیا کہا جائے کتب اہل سنت اور اہل تشیع دونوں سے ہم نے بذریعہ حوالہ جات اس بات کو ثابت کیا ہے۔ کہ معاملہ ذاتی نہ تھا۔

ان عبارتوں سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "خلیفہ المسلمین،، سمجھتے اور مانتے تھے۔ ان کی اطاعت کو لازم جانتے تھے۔ شام گئے تو ان کی اجازت سے اور ربذہ تشریف لے گئے تب بھی ان سے اجازت طلب کی۔ اس لیے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ حضرت عثمان غنی کی خلافت وامامت کو برحق تسلیم نہ کرتے تھے۔ محض افتراء اور شرارت ہے۔ اگر ہماری اس بات پر اعتبار نہ آئے۔ تو آییے تاریخ کے آئینہ میں اس الزام کی تائید و تصدیق دیکھیں۔ لیکن تائید و تصدیق کی بجائے ہمیں یہ نظر آئے گا۔ کہ جب بعض شیعوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی۔ تو انہوں نے اس کو شرارت قرار دیا۔ اور خود کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرنے والا ثابت کیا۔ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مخالف مردود بارگاہِ الٰہی ہیں۔ (ابوذر غفاری)

طبقاتِ ابن سعد:۔

عَنْ شَيْخَيْنِ مِنْ بَنِيْ ثَعْلَبَةَ رَجُلٍ وَّامْرَاَتِهٖ قَالَا نَزَلْنَا الرَّبْذَةَ فَمَرَّ بِنَا شَيْخٌ اَشْعَثُ اَبْيَضُ الرَّاْسِ وَاللِّحْيَةِ فَقَالُوْا هٰذَا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَّاهُ اَنْ نَّغْسِلَ رَاْسَهٗ فَاَذِنَ لَنَا فَاسْتَاْنَسَ بِنَا فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذَا اَتَاهُ نَفَرٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ حَسِبْتُهٗ قَالَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَقَالُوْا يَا اَبَا ذَرٍّ فَعَلَ بِكَ هٰذَا الرَّجُلُ مَا فَعَلَ هَلْ اَنْتَ نَاصِبٌ لَنَا رَايَةً فَلْنَكْمُلْ بِرِجَالٍ مَا شِئْتَ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ لَا تَعْرِضُوْا عَلَىَّ ذَاكُمْ وَلَا تُذِلُّوا السُّلْطَانَ فَاِنَّهٗ مَنْ اَذَلَّ السُّلْطَانَ فَلَا تَوْبَةَ لَهٗ وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ عُثْمَانَ صَلَبَنِيْ عَلٰى اَطْوَلِ خَشَبَةٍ اَوْ اَطْوَلِ جَبَلٍ لَسَمِعْتُ وَ اَطَعْتُ وَصَبَرْتُ وَ

Marfat.com

اِحْتَسَبْتُ وَرَأَيْتُ اَنَّ ذَالِكَ خَيْرٌ لِّيْ وَلَوْ سَيَّرَنِيْ مَا بَيْنَ الْاُفُقِ اِلَى الْاُفُقِ اَوْ قَالَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَسَمِعْتُ وَاَطَعْتُ وَصَبَرْتُ وَاحْتَسَبْتُ وَرَأَيْتُ اَنَّ ذَالِكَ خَيْرٌ لِّيْ وَلَوْ رَدَّنِيْ اِلٰى مَنْزِلِيْ لَسَمِعْتُ وَاَطَعْتُ وَصَبَرْتُ وَاحْتَسَبْتُ وَرَأَيْتُ اَنَّ ذَالِكَ خَيْرٌ لِّيْ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۲۲۷
تذکرہ ابوذر و اسمہ جندب
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

بنی ثعلبہ کے دو بوڑھے مرد و زن سے روایت ہے۔ کہ ہم مقام ربذہ گئے ہمارے پاس سے سفید سر اور سفید داڑھی والا ایک بزرگ گزرا۔ لوگوں نے اس کے متعلق کہا۔ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے۔ ہم نے اُس سے اُس کا سر دھونے کی اجازت طلب کی۔ ہمیں اجازت مل گئی۔ وہ بزرگ ہم سے مانوس ہو گیا۔ ہم اسی طرح تھے۔ کہ ایک دفعہ عراقیوں کا ایک وفد آیا۔ میرا خیال تھا کہ یہ کوفی لوگ ہیں۔ ان عراقیوں نے حضرت ابوذر سے کہا۔ اُس شخص (یعنی عثمان غنی) نے تمہارے ساتھ یوں یوں (بُرا سلوک) کیا۔ کیا آپ ہمیں کوئی جھنڈا دیں گے۔ تاکہ آپ کی خواہش کے مطابق (عثمان غنی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے) بہت سے آدمی جمع کر سکیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے اہل اسلام! میرے سامنے اس قسم کی بات مت کرو۔ اور نہ ہی مسلمانوں کے خلیفہ کو ذلیل کرنے کی سوچو۔

Marfat.com

کیونکہ جس نے خلیفہ کو ذلیل کیا۔ اس کی توبہ قطعاً قبول نہیں۔ خدا کی قسم! اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجھے ایک لمبی لکڑی پر لٹکا دیں۔ یا اونچے پہاڑ سے لڑھکا دیں تو بھی میں ان کی بات سنوں گا۔ اور اطاعت کروں گا۔ اور صبر کروں گا۔ اور اپنے آپ کو قابو رکھوں گا۔ اور میں سمجھوں گا۔ کہ یہ میرے لیے بہتر ہی ہوا ہے۔ اور اگر وہ (عثمان غنی) مجھے دنیا کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف نکال دیں۔ یا مشرق سے مغرب بھیج دیں۔ تو بھی میں ان کے سامنے اُف نہ کروں گا۔ بلکہ برضا و رغبت ان کے فیصلہ کو تسلیم کرلوں گا۔ اور سمجھوں گا۔ کہ یہی میرے لیے بہتر تھا۔ اور اگر وہ مجھے میرے گھر پر بھیج دیں۔ پھر بھی مجھ سے کسی قسم کا احتجاج نہ ہوگا۔ اور میں یہی سمجھوں گا۔ کہ میرے حق میں یہی بہتر تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ان کی اولاد سے حسن سلوک

البداية والنهاية:-

ثُمَّ نَزَلَ الرَّبَذَةَ فَاَقَامَ بِهَا حَتّٰى مَاتَ فِيْ ذِي الْحِجَّةِ مِنْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَلَيْسَ عِنْدَهٗ سِوَى امْرَاَتِهٖ وَاَوْلَادِهٖ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى دَفْنِهٖ اِذْ قَدِمَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ مِنَ الْعِرَاقِ فِيْ جَمَاعَةٍ مِّنْ

اَصْحَابِہٖ فَحَضَرُوْا مَوْتَہٗ وَاَوْصَاھُمْ
كَيْفَ يَفْعَلُوْنَ بِہٖ وَقِيْلَ قَدِمُوْا بَعْدَ
وَفَاتِہٖ فَوَلُّوْا غُسْلَہٗ وَدَفْنَہٗ وَكَانَ
قَدْ اَمَرَ اَھْلَہٗ اَنْ يَّطْبَخُوْا لَھُمْ شَاۃً
مِنْ غَنَمِہٖ لِيَاْكُلُوْہُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ
قَدْ اَرْسَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ اِلٰى
اَھْلِہٖ فَضَمَّھُمْ مَّعَ اَھْلِہٖ۔

(البدایۃ والنہایۃ۔ جلد ۷ صفحہ نمبر ۱۶۵
ثم دخلت سنۃ ثنتین وثلاثین
تذکرہ ابوذر غفاری۔ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ربذہ پہنچے۔ وہیں قیام فرمایا۔ اور اسی سال ذوالحجہ کے مہینہ میں انتقال فرما گئے۔ ان کے گھر صرف ان کی بیوی اور بچے تھے۔ یہ حضرات ان کے دفن وکفن کے اخراجات پر بھی قادر نہ تھے۔ اسی دوران عراق سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت حضرت ابوذر غفاری موت کی تیاری میں تھے۔ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے مرنے کے بعد جو کچھ کرنا تھا اس کی وصیت فرمائی۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے انتقال کر چکنے کے بعد وہاں پہنچے تھے۔

بہر حال انہوں نے ان کے کفن و دفن کا انتظام سنبھالا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو مرنے سے قبل یہ وصیت کر گئے تھے۔ کہ ان مہمانوں کے لیے بکریوں میں سے ایک بکری ذبح کر لینا۔ تاکہ میرے انتقال کے بعد وہ کھانے سے محروم نہ رہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک کارندہ بھیجا۔ تاکہ وُہ مقام ربذہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو ان کے پاس لے آئے۔ جب وہ لے آیا۔ تو آپ نے اُن کو بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ ملا لیا۔

حاصل کلام:-

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مابین مخالفین نے جو فرضی دشمنی بنا رکھی ہے۔ یعنی یہ کہ "حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ چونکہ مسلک امامیہ کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بڑے سے بڑے لوگ ان کی گرفت سے نہ بچ سکتے تھے۔ اسی بنا پر انہوں نے خلفائے ثلاثہ اور امیر معاویہ کی خوب خبر لی۔ حتی کہ ان پر لعن طعن تک کرتے" بالآخر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سے تنگ آ کر زبردستی انہیں پہلے سرزمین شام کی طرف علاقہ بدر کر دیا۔ لیکن ان کی حق گوئی اور مسلک امامیہ کی تبلیغ نے امیر معاویہ کو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ کہ انہیں واپس مدینہ بھیج دیا جائے چنانچہ مدینہ منورہ لائے گئے۔ لیکن حضرت عثمان کو پھر ان کی تبلیغ سے خطرہ لاحق ہوا۔ تو انہیں مکہ کے نزدیک "ربذہ" نامی جگہ جلاوطن کر دیا۔ یہاں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے نہایت کسمپرسی کی زندگی بسر کی۔ اور پھر اسی کیفیت میں اللہ کو پیارے ہو گئے"

یہ ہے وہ اعتراض اور الزام جو اہل تشیع حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر لگاتے ہیں اور پھر اسے خوب مرچ مصالحہ لگا کر اپنی کتابوں میں تحریر کرتے ہیں۔ ہم نے نہایت

Marfat.com

دیانت داری سے اپنی اور ان کی کتب سے اس کی حقیقت کو بیان کیا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی کسی خلیفہ کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔ اور نہ ہی مسلکِ امامیہ وجہ نزاع تھا۔ بلکہ اختلاف یہ تھا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ درویشانہ زندگی سب کے لیے چاہتے تھے۔ اور دنیوی مال و دولت سے بہت دور رہنے کی ہر ایک کو تبلیغ کرتے۔ حتیٰ کہ ایک وقت کے کھانے کے علاوہ زیادہ مقدار میں موجود غذا کو باعثِ عذاب سمجھتے۔ لیکن ان کے اِس نظریہ کی چونکہ قرآن و حدیث سے تائید نہ ہوتی تھی اس لیے صحابہ کرام نے اسے پسند نہ کیا۔ یہی درویشانہ مسلک اِن کے شام جانے اور پھر مدینہ واپس آکر مقام ربذہ جانے کا سبب بنا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں بیش قیمت تحفہ جات دیئے۔ غلام عطا کیے۔ لیکن انہیں اِن چیزوں کی پرواہ تک نہ تھی ان کے انتقال کے بعد حضرت عثمان نے ان کے اہل و عیال کو اپنے ہاں بلوا لیا۔ اور انہیں اپنے گھر والوں کے ساتھ ملا لیا۔ یہ سب باتیں کسی دشمن سے متوقع ہو سکتی ہیں۔؟ پھر سب سے بڑی یہ بات کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جناب عثمان غنی کو "خلیفۃ المسلمین" برحق مانتے تھے۔ اور ان کی اس حد تک اطاعت کرنے کے پابند تھے۔ کہ اگر حضرت عثمان ان کی سولی کا حکم دے دیں۔ تب بھی وہ اسے اپنے حق میں بہتر سمجھتے تھے۔ کیا ایسے جذبات ان دو افراد کے درمیان ہو سکتے ہیں۔ جو بقول معترض ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ فرضی دشمنی ان کی اپنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے۔ کہ تمام صحابی رسول باہم مہربان تھے۔ (رحماء بینھم)

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

طعن پنجم

عثمان غنی نے عبداللہ بن مسعود کا وہ وظیفہ بند کر دیا۔
جو انہیں فاروق اعظم کے دور سے مل رہا تھا۔
نیز ان کا قرآن جلا دیا
اور زدوکوب بھی کیا

اہل سنت کی قابل قدر کتاب اسد الغابۃ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ دو سال تک بند رکھا۔ جب ان کا وقتِ وصال نزدیک آیا۔ تو عثمان غنی نے محض ریاء اور دکھلاوے کی غرض سے ان کو سابقہ وظیفہ دینے کی پیشکش کی۔ لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول نہ کیا۔ اصل حوالہ یہ ہے۔

اسد الغابۃ:

قَالَ اَلَا اٰمُرُ لَكَ بِعَطَاءٍ قَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ قَالَ يَكُوْنُ لِبَنَاتِكَ قَالَ اَتَخْشٰى

عَلٰی بَنَاتِی الْفَقْرَ اِنِّیْ اَمَرْتُ بَنَاتِیْ اَنْ یَّقْرَأْنَ كُلَّ لَیْلَةٍ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ الْوَاقِعَةَ كُلَّ لَیْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا وَ اِنَّمَا قَالَ لَهٗ عُثْمَانُ اَلَا اٰمُرُ لَكَ بِعَطَائِكَ لِاَنَّهٗ كَانَ قَدْ حَبَسَهٗ عَنْهُ سَنَتَیْنِ۔

(اسد الغابۃ جلد ۳ ص ۲۵۹، ۲۶۰ ذکر عبداللہ بن مسعود مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ کیا میں تیرا وظیفہ تجھے نہ دے دوں؟ ابن مسعود نے کہا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں فرمایا۔ تیری بیٹیوں کے کام آئے گا۔ کہا، کیا تم میری بچیوں کے بارے میں یہ خوف رکھتے ہو۔ کہ وہ غربت میں زندگی بسر کریں گی۔ (سنو) میں نے انہیں حکم دے رکھا ہے۔ کہ روزانہ رات کو سورۃ الواقعہ پڑھ کر سویا کریں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص روزانہ رات کو سورۃ الواقعہ پڑھے گا۔ اسے عمر بھر فاقہ نہ چھوئے گا۔ حضرت عثمان نے جو یہ کہا۔ کہ میں تیرا وظیفہ تجھے نہ دے دوں؟ یہ اس لیے کہا۔ کہ انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا وظیفہ دو سال تک بند کئے رکھا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان نے اپنے دور خلافت میں صحابہ کرام کو بہت تنگ کیا۔ ان پر مظالم ڈھائے۔ ان کی وجہ سے ہی انہیں بغاوت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور بالآخر قتل کر دیئے گئے۔

Marfat.com

اس واقعہ کا اصل پس منظر

جواب

طعن مذکور کو پیش کرنے میں بڑی مہارت سے کام لیا گیا۔ اور قارئین و سامعین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ کرام کے وظائف روک دیئے تھے۔ کاش معترضین یہ بھی دیکھ لیتے۔ کہ یہ نوبت کیوں آئی۔ اور اس کے اسباب کیا تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے وظیفہ کی بندش کا جو پس منظر ہے جب تک وہ معلوم نہ ہو۔ اس وقت تک حقیقتِ حال سے بے خبری رہے گی اس لیے ہم اس واقعہ کا پس منظر بیان کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے تاریخی شواہد پیش کریں گے۔

واقعہ یہ تھا۔ کہ مدینہ منورہ سے باہر مختلف شہروں میں ایک اختلاف نے جنم لیا۔ اختلاف یہ تھا۔ کہ کچھ مسلمان حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت کتاب اللہ کو ترجیح دیتے تھے۔ اور قرآن پاک کو اسی کے مطابق پڑھنے پڑھانے پر زور دیتے تھے۔ کچھ دوسرے مسلمان دوسری قرآت کو زیادہ اہمیت دیتے اور اس کی مخالفت کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس کش مکش میں دو فریق بن گئے۔ اور آپس میں ان کے جھگڑے شروع ہو گئے۔ حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ اور درخواست کی۔ کہ اس اختلاف کو ابھی سے ختم کرنے کی کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ امت مسلمہ بھی اسی طرح تفرقہ بازی کا شکار ہو جائے۔ جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی آسمانی کتابوں میں کیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی درخواست کے جواب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اختلاف کو ختم کرنے کے لیے

Marfat.com

قدم اٹھایا۔

اس اختلاف کے پیش نظر آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ وہ نسخہ منگوایا۔ کہ جس میں آیات منسوخہ اور تفسیری جملہ جات نکال دیئے گئے تھے۔ اور اصل قرآن کی عبارت موجود تھی۔ یہ نسخہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد فاروق اعظم اور ان کے وصال کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ نسخہ منگوا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی کئی اور جلدیں اور نقول تیار کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس عظیم کام کی ذمہ داری سپرد کر دی گئی۔ اور ہدایت دی گئی۔ کہ جہاں کہیں لغت قریش کے خلاف کوئی بات نظر آئے۔ اس کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بموجب امر چند ایک نسخہ جات تیار کیے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ نسخہ جات مختلف شہروں میں بھیج دیئے۔ اور ہدایت کی۔ کہ ان کی مزید نقول تیار کر کے ہر علاقہ میں تقسیم کر دی جائیں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کافی عرصہ سے کوفہ میں سکونت پذیر تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کوفہ پر عبداللہ بن عامر گورنر مقرر تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہر شہر اور علاقہ کے عامل اور ذمہ دار شخص کو حکم دیا۔ کہ مذکورہ نسخہ کے خلاف جہاں کہیں بھی کوئی نسخہ ملے۔ اُسے بحکم سرکار ضبط کر لیا جائے اور پھر ان کو گرم پانی اور سرکہ سے دھو کر حروف اڑا دیئے جائیں۔ اور باقی ماندہ اوراق وغیرہ کو جلا دیا جائے۔ یہ ہدایات اس لیے دی گئیں۔ تاکہ اس فتنہ کا مکمل انسداد ہو جائے

گورنر کوفہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے درخواست کی۔ کہ آپ اپنا لکھا ہوا قرآنی نسخہ جمع کرا دیں۔ لیکن انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ کوفہ کے گورنر نے اس انکار پر ان کے ساتھ تادیبی کاروائی کی۔ اس تادیبی کاروائی کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو علم نہ تھا جب حضرت عبداللہ بن مسعود کے انکار کا حضرت عثمان غنی رض

Marfat.com

کو علم ہوا۔ تو انہوں نے بطور تنبیہ ان کا وظیفہ بند کر دیا۔ لیکن یہ بندش کسی ذاتی انتقام یا دشمنی کی بنا پر نہ تھی۔ بلکہ محض امت مسلمہ کے اتحاد اور اتفاق کی خاطر تھی۔ یہ بات قرین قیاس ہے۔ کہ جب تمام صحابہ کرام نے اس رائے کو درست تسلیم کیا۔ اور امت کے اتفاق کی خاطر ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا۔ تو ان تمام حضرات کی رائے کا حضرت عبداللہ بن مسعود کو بھی احترام کرتے ہوئے اپنا نسخہ جمع کرا دینا چاہیئے تھا۔ لیکن پھر بھی جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار پڑے۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پیدل چل کر ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اور وظیفہ کے اجراء کی پیش کش کی۔ اور معذرت تک پیش کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایسے وقت میں انکار کر دینا ایک بہت بڑے خطرہ کا باعث ہو سکتا تھا۔ اس کے باوجود کہ حضرت عثمان وقت کے خلیفہ ہیں۔ انہوں نے کمال ہمدردی اور اخوت کا مظاہرہ فرمایا۔ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اور انہیں سابقہ وظیفہ قبول کرنے کو کہا۔ لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے قبول نہ کیا۔

اصل واقعہ کو مدنظر رکھ کر ہر قاری اس بات کو سمجھ جاتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کر کے کوئی ظلم نہیں کیا۔ بلکہ ایک تنبیہ کے طور پر ایسا کیا گیا۔ اور ایسا کرنا وقت کا تقاضا بھی تھا۔ اسی لیے اس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ظالمانہ کاروائی کہنا از خود ایک ظلم ہے۔ اور حضرت عثمان رضا کو بدنام کرنے کی ایک بھونڈی کوشش ہے۔ اصل واقعہ کا ثبوت کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:

وہم دریں سال آنگاہ کہ حذیفۃ الیمان از آذربائیجان مراجعت میکرد۔

نخست سعید بن العاص را دیدار نمود و گفت مرا امسال کارے صعب افتادہ است اگر از آں دست بدارم مردم در قرآن دروغہا پیوندند چہ شنیدم کہ اہل حمص ہمی گفتند کہ قرآت ما از دیگر کساں نیکوتر است والیشاں سند بمقداد می برند۔ و مردم دمشق و کوفہ ہمی گفتند ما ایں قرآت از عبد اللہ مسعود یاد آریم لاجرم بر دیگر کساں فضیلت داریم۔ و مرا واجب می آید کہ ایں سخن بعثمان برم چوں بنزدیک عثمان شد۔

وقال یا امیر المؤمنین ادرك هٰذه الامّة قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود والنصاریٰ۔

گفت امت پیغمبر را در باب از آں پیش کہ در قرآن ہر کس دیگر گونہ سخن کند۔ چنانکہ یہود و نصاریٰ در توریت و انجیل کردند۔ عثمان چوں ایں بشنید عمال خویش را در بلاد امصار منشور کرد کہ بدست ہر کس مصحفی ہست ماخوذ داشتہ بنزدیک ما فرستید و بجمع مصاحف پرداخت و قرآنی را کہ ابو بکر از بہر خویش نگاشتہ بود و از پس او عمر بن الخطاب داشت ایں وقت در نزد حفصہ بود عثمان بفرستاد و آں مصحف از حفصہ بگرفت بشرط کہ استنساخ کنند و باز بدو فرستند۔

(ناسخ التواریخ جلد ۳ ص ۱۷۵ جمع آوری مصاحف در نسخہ واحد مطبوعہ تہران)

ترجمہ

اسی سال جبکہ حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ آذر بائیجان سے واپس تشریف لائے۔ سب سے پہلے ان کی ملاقات حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ اور کہنے لگے۔ کہ مجھے اس سال ایک

بہت مشکل کام کا سامنا ہے۔ کاش کہ میں اس میں کامیاب ہو جاؤں۔ لوگوں نے قرآن کریم کے متن میں ان باتوں کو درج کر لیا ہے۔ جو قرآن نہیں۔ میں نے سنا۔ کہ حمص کے باشندے یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری قرأت دوسروں کی قرأت سے بہتر ہے۔ وہ اپنی قرأت کو حضرت مقداد تک پہنچاتے ہیں۔ اور دمشق و کوفہ کے لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری قرأت چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے۔ اس لیے دوسری قرأت پر اس کی فضیلت ہے اب میں اس بات کو لازمی طور پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کروں گا۔ جب یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ تو کہا۔ اے امیر المومنین! اس امت کو قرآن پاک میں اختلاف رونما ہونے سے پہلے بچا لیں۔ ان کا اختلاف کچھ یہود و نصاریٰ کے اس اختلاف سے ملتا جلتا ہے۔ جو انہوں نے تورات و انجیل میں کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی۔ تو تمام شہروں کے عمال کو حکم دیا۔ کہ قرآن کریم کا کوئی نسخہ جس کے ہاتھ آئے۔ وہ حاصل کر کے مجھے بھیج دیا جائے۔ ادھر وہ خود قرآن کریم کے جمع کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور قرآن کریم کا وہ نسخہ جو ابوبکر صدیق نے اپنے لیے لکھ رکھا تھا۔ وہ منگوایا۔ یہ نسخہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد فاروق اعظم اور ان کے انتقال کے بعد ام المومنین، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو ان سے یہ نسخہ اس شرط پر لینے کو بھیجا کہ ہم اس کی نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔

❁

کئی سالوں سے رکا ہوا وظیفہ عثمان غنی نے ابن مسعود کو یک مشت پیش کر دیا۔

تاریخ یعقوبی:

وَقِيلَ كَتَبَ إِلَيْهِ بِذٰلِكَ حُذَيْفَةُ ابْنُ الْيَمَانِ وَ اعْتَلَّ ابْنُ مَسْعُودٍ فَأَتَاهُ عُثْمَانُ يَعُودُهُ فَقَالَ لَهُ مَا كَلَامٌ بَلَغَنِي عَنْكَ قَالَ ذَكَرْتُ الَّذِي فَعَلْتَهُ بِي إِنَّكَ أَمَرْتَ بِي فَوُطِئَ جَوْفِي فَلَمْ أَعْقِلْ صَلٰوةَ الظُّهْرِ وَلَا الْعَصْرِ وَمَنَعْتَنِي عَطَائِي قَالَ فَإِنِّي أُقِيدُكَ مِنْ نَفْسِي فَافْعَلْ بِي مِثْلَ الَّذِي فُعِلَ بِكَ قَالَ مَا كُنْتُ بِالَّذِي أَفْتَتِحُ الْقِصَاصَ عَلَى الْخُلَفَاءِ قَالَ فَهٰذَا عَطَاؤُكَ فَخُذْهُ قَالَ مَنَعْتَنِيهِ وَأَنَا مُحْتَاجٌ إِلَيْهِ وَتُعْطِينِيهِ وَأَنَا غَنِيٌّ عَنْهُ لَا حَاجَةَ لِي بِهِ۔

(تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۱۴۰
خلافت عثمان)

ترجمہ

کہا گیا ہے۔ کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے مابین قرأت کا اختلاف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پہنچایا۔ ادھر حضرت عبداللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے۔ حضرت عثمان ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اور پوچھا۔ بھائی کیا بات ہے۔ آپ کی طرف سے کچھ باتیں سننے میں آئی ہیں۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا۔ میں نے وہی کہا۔ جس کا آپ نے میرے ساتھ کرنے کا حکم دیا۔ آپ کے حکم سے میرے پیٹ کو لتاڑا گیا۔ جس کی تکلیف کی وجہ سے میں نماز ظہر اور عصر میں فرق نہیں کر سکتا۔ تم نے میرا وظیفہ بند کر دیا۔ یہ سن کر حضرت عثمان نے فرمایا۔ میں اپنی ذات کو بطور فدیہ تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ جو میں نے تم سے کیا۔ وہی تم میرے ساتھ بھی کر لو۔ تمہیں اس کی اجازت ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں خلفاء راشدین سے بدلہ لینے کا بانی کیوں بنوں؟ پھر حضرت عثمان نے فرمایا۔ یہ ہے تمہارا وظیفہ اسے لے لو۔ کہا۔ جب مجھے ضرورت تھی۔ اس وقت نہ دیا۔ اب مجھے ضرورت نہیں اور تم دے رہے ہو۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر تھے؟

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کی تفصیل اور اس کا پس منظر ہم نے تاریخی حوالہ جات سے ذکر کیا۔ لیکن کچھ لوگ اس ناراضگی کو غلط رنگ

Marfat.com

دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو درست تسلیم نہ کرتے تھے۔ اور اس کے منکر تھے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک حضرت عثمان غنی اس منصب کے اہل نہ تھے۔ وغیرہ وغیرہ

یہ استدلال سراسر لغو اور باطل ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک خاص دوست سلمہ بن شقیق اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں۔

تحفہ اثنا عشریہ:

دَخَلْتُ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ وَعِنْدَهٗ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ عُثْمَانَ فَقَالَ لَهُمْ مَهْلًا فَإِنَّكُمْ إِنْ تَقْتُلُوْهُ لَا تُصِيْبُوْنَ مِثْلَهٗ۔

(تحفہ اثنا عشریہ اردو صفحہ نمبر ۶۱۷ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ

میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیماری کے دوران حاضر ہوا۔ یہ وہ بیماری تھی۔ کہ جس میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ تو میں نے آپ کے پاس کچھ لوگوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں (اِدھر اُدھر کی) باتیں کرتے دیکھا۔ حضرت ابن مسعود رض نے ان سے کہا چپ ہو جاؤ۔ ان باتوں اور اعتراضات کو چھوڑ دو۔

Marfat.com

اگر تم نے عثمان غنی کو قتل کر دیا۔ تو ان جیسا پھر تمہیں نہ ملے گا۔

معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس وجہ سے ناراض نہ تھے کہ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بننے کا اہل نہ سمجھتے تھے۔ اگر یہی بات ہوتی۔ تو اپنے پاس بیٹھے لوگوں کو حضرت عثمان کے خلاف باتیں کرنے سے منع نہ کرتے۔ اور نہ ہی یہ فرماتے۔ کہ ان جیسا پھر تمہیں نہ ملے گا۔ ہاں انہیں اس امر کا دُکھ تھا۔ کہ ان سے زبردستی اِن کا لکھا ہوا قرآنی نسخہ کیوں لیا گیا۔ اِسے وہ اپنے متعلق زیادتی سمجھتے تھے۔ ابھی تاریخ یعقوبی کے ایک حوالہ میں یہ بیان ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خود اپنی ذات کو بدلہ کے لیے پیش کر دیا۔ لیکن حضرت ابن مسعود نے یہ کہہ کر بدلہ لینے سے انکار کر دیا۔ کہ میں خلفاء مسلمین سے بدلہ لینے کی ابتداء نہیں کر سکتا۔ یعنی وہ حضرت عثمان غنی کو امت مسلمہ کا خلیفہ مانتے ہیں۔ تبھی تو کہہ رہے ہیں۔ کہ میں خلفاء سے بدلہ نہیں لینا چاہتا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ اگر تم نے عثمان کو قتل کر دیا۔ تو پھر ایسا ملنا مشکل ہو جائے گا۔ حضرت عثمان سے ان کی رنجیدگی اسی نسخے کے لینے کی وجہ سے تھی۔ جب تمام صحابہ ایک طرف ہوں۔ اور ایک رائے پر اتفاق کر لیں۔ تو صرف ایک صحابی کا اس سے اختلاف کرنا ذرا اچھا نہیں لگتا۔ لیکن اپنے اجتہاد کے پیش نظر حضرت ابن مسعود کا یہ خیال تھا۔ کہ قرأت ایک سے زیادہ ہونے میں کیا حرج ہے۔ اس عارضی ناراضگی کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے۔ کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے آخری دن تھے۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں پیغام بھیجا۔ کہ آپ کوفہ چھوڑ کر ہمارے پاس تشریف لے آئیں۔ آپ کا پیغام سُن کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ چھوڑنے کی تیاری کی۔ اہل کوفہ نے بہت روکا۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ میرے لیے خلیفہ اور امیر کی اطاعت لازم ہے۔ لہٰذا میں اب کوفہ میں نہیں رہ سکتا۔

Marfat.com

آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اور پھر یہیں انتقال بھی فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت عثمان غنی کے خلاف بغاوت کرنے سے انکار کردیا

اسد الغابۃ:

رَوَی الْاَعْمَشُ عَنْ زَیْدِ بْنِ وَھْبٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَ عُثْمَانُ اِلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ یَأْمُرُہٗ بِالْقُدُوْمِ عَلَیْہِ بِالْمَدِیْنَۃِ وَکَانَ بِالْکُوْفَۃِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَیْہِ فَقَالُوْا اَقِمْ وَنَحْنُ نَمْنَعُکَ اَنْ یَّصِلَ اِلَیْکَ شَیْءٌ تَکْرَھُہٗ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ اِنَّ لَہٗ عَلَیَّ حَقُّ الطَّاعَۃِ وَاِنَّھَا سَتَکُوْنُ اُمُوْرٌ وَفِتَنٌ فَلَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ فَتَحَھَا فَرَدَّ النَّاسَ وَخَرَجَ اِلَیْہِ وَتُوُفِّیَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِالْمَدِیْنَۃِ سَنَۃَ اثْنَتَیْنِ وَثَلَاثِیْنَ۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد نمبر ۳
تذکرہ عبداللہ بن مسعود
مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ

زید بن وہب سے اعمش نے روایت کی۔ کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کوفہ بھیجا۔ تاکہ وہ وہاں پہنچ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام پہنچائے۔ کہ خلیفہ وقت نے انہیں کوفہ چھوڑ کر مدینہ منورہ آنے کا حکم دیا ہے۔ جب وہ شخص کوفہ پہنچا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس کچھ لوگ جمع تھے۔ وہ کہنے لگے۔ آپ یہیں رہیں۔ اگر کوئی آپ کو دکھ دینے کی کوشش کرے گا۔ تو ہم اس کا دفاع کریں گے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا۔ مجھ پر اُن کی اطاعت کرنا لازم ہے۔ اور بہت جلد فتنے اور اختلافات اٹھنے والے ہیں۔ تو میں نہیں چاہتا۔ کہ میں ہی ان کی ابتداء کرنے والا قرار پاؤں یہ کہہ کر لوگوں کی بات نہ مانی۔ اور مدینہ منورہ تشریف لے آئے ۳۲ھ میں ان کا یہیں انتقال ہو گیا۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق اور واجب الاطاعت امیر سمجھتے تھے۔ رہی یہ بات کہ جب ایسا ہی تھا۔ تو پھر حضرت ابن مسعود نے رُکا ہوا وظیفہ لینے سے کیوں انکار کر دیا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ ایک وقتی ناراضگی کی وجہ سے تھا۔ ایسا دو دوستوں میں کبھی کبھار ہو ہی جاتا ہے۔ اس وجہ سے کوئی دشمنی نہیں ہو جاتی۔ یہ ناراضگی بالآخر ختم ہو گئی۔ وہ اس طرح کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آخری ایام میں حضرت زبیر کو وصیت کی۔ کہ میرا دو سالہ رُکا ہوا وظیفہ لے کر میری اولاد پر خرچ کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

Marfat.com

حضرت ابن مسعود نے کئی سالوں کا وظیفہ اکٹھا وصول کیا

طبقات ابن سعد:

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ اَوْصٰى اِلَى الزُّبَيْرِ وَقَدْ كَانَ عُثْمَانُ حَرَمَهٗ عَطَاءَهٗ سَنَتَيْنِ فَاَتَاهُ الزُّبَيْرُ فَقَالَ اِنَّ عِيَالَهٗ اَحْوَجُ اِلَيْهِ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ فَاَعْطَاهُ عِشْرِيْنَ اَلْفًا اَوْ خَمْسَةً وَّعِشْرِيْنَ اَلْفًا۔

(الطبقات الکبریٰ ابن سعد۔ جلد ۳ ذکر ما اوصٰی بہ عبد اللہ بن مسعود مطبوعہ بیروت)

ترجمہ

ہشام بن عروۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا دو سال کا وظیفہ روک رکھا تھا۔ وصیت یہ کی۔ کہ مذکورہ وظیفہ جا کر لے آنا۔ بموجب وصیت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آئے۔ اور حضرت عثمان غنی سے عرض کیا۔ کہ عبد اللہ بن مسعود

Marfat.com

کے بال بچے اس وظیفہ کے بیت المال کی بہ نسبت زیادہ محتاج ہیں۔ یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو جمع شدہ وظیفہ دے دیا۔ جو ایک روایت کے مطابق بیس ہزار درہم اور دوسری کے مطابق پچیس ہزار درہم تھے۔

الحاصل:

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شخصیت چونکہ اہل سنت اور اہل تشیع کے نزدیک محترم اور معزز ہے۔ اگرچہ دونوں کا معیار اپنا اپنا ہے۔ بہر حال ان کے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مابین ایک انفرادی مسئلہ میں اختلاف ہو گیا۔ اور کچھ ناراضگی بھی ہو گئی۔ لیکن اس ناراضگی کو ذاتی ناراضگی پر محمول کرنا اور پھر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ حضرت عثمان غنی کی خلافت کو ابن مسعود درست تسلیم نہ کرتے تھے۔ اور یہ کہ ان میں اہلیت نہ تھی۔ کسی طور پر بھی درست نہیں۔ کم مطالعہ اور عام ذہن کے سنی حضرات کو ورغلانے اور عقائد حقہ سے پھسلانے کی کوشش کرتے ہوئے اہل تشیع یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ خود سنیوں کی مشہور کتاب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی نے ان (عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کر دیا ان پر ظلم کیا۔ ان کے قرآن کو جلا دیا۔ لیکن جس کتاب کا نام لیتے ہیں۔ اس میں ان الزامات کا نام تک نہیں۔ یہ "اسد الغابہ"، کا یہ وظیفہ کرتے پھرتے ہیں۔ ہم نے اس کی عبارت من وعن درج کر دی۔ ہاں اتنی بات اس میں ضرور مذکور ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی نے ان کا وظیفہ بند کر دیا تھا۔ لیکن اسد الغابہ کے علاوہ کیا کسی اور اہل سنت کی کتاب نے اس واقعہ کو اس رنگ میں پیش کیا ہو۔ کہ اس سے حضرت عثمان غنی کی ذات پر طعن کیا جا رہا ہے۔ حاشا وکلا ایسا ہرگز نہیں۔ یہ گھٹیا طریقہ اور پرفریب چال اہل تشیع ہی چلتے ہیں۔ یہ وظیفہ بھی بعد میں ان کی وصیت کے مطابق مانگنے والے کو دیا گیا۔ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال پر خرچ کیا گیا۔ اسی اسد الغابہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی نے یہ رقم دے

Marfat.com

دی تھی۔

"فَلَمَّا تُوُفِّیَ اَرْسَلَهٗ اِلَی الزُّبَیْرِ فَدَفَعَهٗ اِلٰی وَرَثَتِهٖ"

ترجمہ

جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ تو ان کا رکا ہوا وظیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر کو دیا۔ انہوں نے وہ رقم حضرت ابن مسعود کے ورثاء کے سپرد کر دی۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ تمام رقم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ورثاء پر خرچ کرنے کے لیے دے دی۔ تو پھر شیعہ لوگوں کو اس پر واویلا اور شور مچانے کی کیا مصیبت پڑی ہے۔ اس تمام تحریر سے جو بات ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی ذاتی رنجش نہ تھی۔ جس کی خاطر حضرت عثمان نے ان کا وظیفہ بند کر دیا۔ صرف وقتی ناراضگی تھی۔ اسی لیے حضرت عثمان نے ان کی عیادت کی۔ ان کو بدلہ لینے کی دعوت دی۔ ان کو واپس مدینہ منورہ بلوایا۔ اور ان کے وصال کے بعد ان کی رکی رقم ان کے ورثاء کو دے دی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

طعن ششم

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) نے جلیل القدر صحابہ کرام کو معزول کر کے اپنے عزیز و اقارب کو عہدوں سے نوازا

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دورِ خلافت میں انتظامی طور پر ایک ایسا قدم اٹھایا۔ کہ جس سے پوری ملت اسلامیہ کی جڑیں ہل گئیں۔ ہر طرف افراتفری کا عالم اور بے چینی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ ان کے مقرر کردہ عمال کی شکایات روز کا معمول بن گئیں۔ وہ قدم یہ تھا۔ کہ انہوں نے مختلف عہدہ جات سے جلیل القدر صحابہ کرام کو معزول کر دیا اور ان عہدوں پر اپنے خاندان کے افراد کو لا کھڑا کر دیا۔ ان انتظامی غلطیوں کا نتیجہ تھا۔ کہ

Marfat.com

آپ کو خود بھی خلافت سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اور آپ کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا۔

جواب اول

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مملکت اسلامیہ بہت پھیلی ہوئی تھی۔ ایک طرف مصر و شام اور افریقہ تک کے علاقہ جات زیر نگیں تھے۔ اور دوسری طرف ساحلِ مکران تک کا حصہ زیر تصرف تھا۔ اتنے طویل و عریض رقبہ کے افراد کے حقوق کے تحفظ اور دوسرے انتظامی امور کے لیے دو چار آدمیوں کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ ایک معتد بہ تعداد مطلوب تھی۔ تاکہ اس وسیع رقبہ کا انتظام و انصرام باحسن وجوہ سرانجام دیا جا سکے۔ ان تمام عہدہ جات کے بارے میں یہ کہنا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صرف اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو ہی ان سے نوازا۔ اور دوسرے اہل حضرات کو کوئی اہمیت نہ دی۔ بلکہ ان کو معزول تک کر دیا۔ یہ سراسر بہتان اور زیادتی ہے۔ تاریخی حقائق اس کی قطعاً تائید نہیں کرتے۔ تاریخ کی ورق گردانی سے اُن کے بہت سے عمال کے نام اور ان کی تقرری کی جگہ کا علم ہوتا ہے۔ ان کے بارے میں ایک فہرست دی جا رہی ہے۔ جو علامہ توکلی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے۔ اس کے ساتھ اس کی تائید کی صورت میں ہم نے اہل تشیع کی کتب کے حوالہ جات بھی دیئے ہیں۔ تاکہ سند رہے۔

ش

Marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت عمال کی فہرست

از کامل ابن اثیر و ناسخ التواریخ۔

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت از تاریخ اہل سنت و اہل تشیع
(۱) خالد بن عاص مخزومی	مکہ	(۱) استیعاب میں خالد بن عاص بن ہشام مخزومی صحابی کو عہد عثمان میں عامل مکہ لکھا ہے۔ جو عہد فاروقی میں بھی اسی عہدے پر فائز تھے۔ (۲) تجرید اسمائے صحابہ جلد ۱ ص ۱۵۶ تحت خالد بن عاص مطبوعہ حیدر آباد دکن انڈیا۔ (۳) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶۔ (۴) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶
(۲) قاسم بن عبداللہ بن ربیعہ ثقفی	طائف	(۱) الکامل ابن اثیر الجوزی جلد ۳ ص ۱۸۶ تحت عمال عثمان طبع بیروت) (۲) طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ تحت عمال عثمان (۳) تاریخ یعقوبی شیعی جلد ۲ ص ۱۷۶ تحت عمال عثمان۔

Marfat.com

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت از تاریخ اہل سنت کامل۔ طبری وغیرہ
۳۔ یعلیٰ بن امیہ تمیمی (صحابی)	صنعاء	حضرت یعلیٰ عہد فاروقی میں بھی صنعاء کے عامل تھے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ تحت عمال عثمان۔ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ تحت عمال عثمان۔ (۳) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶ اعمال عثمان۔
۴۔ عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمی	بصرہ	عہد فاروقی میں بصرہ کے عامل حضرت ابوموسیٰ اشعری تھے خلافت عثمانی کے ابتدائی دور میں بھی یہی عامل تھے۔ عہد عثمانی کے تیسرے سال اہلِ ایذج واکراد نے ارتکاب کفر کیا۔ اس لیے حضرت ابوموسیٰ نے لوگوں کو پیدل جہاد کی ترغیب دی۔ مگر خود سوار ہو کر نکلے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے باگ پکڑ لی۔ اس پر ابوموسےٰ اشعری نے لوگوں کو چابک مار کر ہٹا دیا۔ یہ شکائت حضرت عثمان کے پاس پہنچی۔ آپ نے انہیں بصرہ کی ولایت سے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ عبداللہ بن عامر مقرر کیے گئے یہ ۲۹ھ کا واقعہ ہے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ تحت عمال عثمان (۲) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶ (۳) طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ (۴) مروج الذہب جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۳۴)

Marfat.com

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۵۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی (صحابی)	جند	حضرت عبداللہ عہد فاروقی میں بھی جند کے عامل تھے۔ (۱) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ تحت عمال عثمان۔ (۲) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ تحت عمال عثمان۔
۶۔ معاویہ بن ابی سفیان اموی (صحابی)	شام	حضرت معاویہ فاروقی عہد میں دمشق اور اردن کے عامل مقرر ہوئے تھے۔ اوائل عہد عثمانی میں عامل حمص و قنسرین جناب عمیر بن سور بیمار ہو کر مستعفی ہو گئے ادھر عامل فلسطین جناب عبدالرحمٰن بن علقمہ انتقال کر گئے لہذا حمص، قنسرین اور فلسطین کا بھی امیر معاویہ کو عامل مقرر کر دیا گیا۔ حضرت امیر معاویہ خداداد صلاحیت اور قابلیت کی وجہ سے پورے شام کے گورنر ہو گئے۔ ان کی طرف سے حمص پر عبدالرحمٰن بن خالد قرشی مخزومی، قنسرین پر حبیب بن مسلمہ قرشی فہری، اردن پر ابوالاعور سلمی اور فلسطین پر علقمہ بن حکیم فراسی کنانی اور بحری علاقہ پر عبداللہ بن قیس فزاری مامور تھے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ (۲) طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ (۳) یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶ (۴) مروج الذہب جلد ۲ ص ۳۳۴

Marfat.com

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۷۔ ابوموسیٰ اشعری (صحابی)	کوفہ	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی۔ کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کا دوبارہ عامل مقرر کیا جائے۔ کیونکہ ان کی معزولی کسی خیانت یا برائی کی وجہ سے نہ ہوئی تھی۔ اسی لیے حضرت سعد بن ابی وقاص ایک سال سے کچھ اوپر عامل کوفہ رہے۔ ان کے بعد ولید بن عقبہ پانچ سال تک کوفہ کے عامل رہے۔ پھر سعید بن عاص مامور ہوئے۔ اہل کوفہ ان سے خوش نہ تھے آخر کار انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو اپنا حاکم بنا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ان کی منظوری لے لی۔ (۱) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۱ تا ۱۷۲۔ (۲) کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶
۸۔ جریر بن عبداللہ بجلی (صحابی)	قرقیسیا	حضرت جریر کوفہ میں رہا کرتے تھے۔ جب اہل کوفہ نے حضرت عثمان پر سب وشتم شروع کیا۔ تو یہ قرقیسیا میں آ گئے۔ اور کہنے لگے میں ایسے شہر میں نہیں رہ سکتا۔ جہاں حضرت عثمان پر سب وشتم ہو۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ (۲) طبری جلد ۵ ص ۱۴۸۔

Marfat.com

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۹۔ اشعث بن کیس کندی (صحابی)	آذربائیجان	عہد فاروقی میں حذیفہ بن الیمان اور عتبہ بن فرقد سلمی جو فتح آذربائیجان میں شامل تھے۔ یکے بعد دیگرے عامل تھے۔ جب حضرت عثمان نے عتبہ کو معزول کیا۔ تو اہل آذربائیجان نے نقض عہد کیا۔ اس لیے ۲۵ھ میں ولید عقبہ عامل کوفہ مع اشعث بن قیس کے آذربائیجان بھیجے گئے۔ انہوں نے اہالی آذربائیجان کو صلح حذیفہ پر مجبور کیا۔ ولید کی واپسی پر اشعث بطور عامل وہیں رہ گئے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ (۲) طبری جلد ۵ ص ۱۴۸
۱۰۔ عتبہ بن نہاس	حلوان	حلوان عراق میں ایک بڑا آباد شہر تھا۔ جریر بن عبداللہ بجلی نے اسے ۱۹ھ میں فتح کیا تھا۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹
۱۱۔ مالک بن حبیب ابو محجن ثقفی	ماہ	حضرت مالک موصوف جاہلیت اور اسلام میں بڑے شجاع تھے۔ جنگ قادسیہ میں شامل تھے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۰۹

Marfat.com

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۱۲۔ نسیر بن ثور عجلی	ہمدان	نہاوند کے نواح میں نسیر ایک قلعہ کا نام بھی ہے۔ چونکہ اس قلعہ کو حضرت نسیر نے فتح کیا تھا۔ اس لیے آپ کے نام پر موسوم بہ نسیر ہوا۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹
۱۳۔ سعید بن قیس	رے	(۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹
۱۴۔ سائب ابن اقرع ثقفی	اصفہان	حضرت سائب فتح نہاوند میں شامل تھے۔ حضرت فاروق اعظم نے ان کو عامل مدائن مقرر کر دیا تھا۔ ایک روز اپنی والدہ ملیکہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا مبارک ہاتھ ان کے سر پر پھیرا۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹
۱۵۔ خنیس	ماسبذان	(۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹

Marfat.com

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۱۶۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی عامری	مصر	حضرت فاروق اعظم کے انتقال کے وقت مصر میں عمرو بن العاص اور عبداللہ بن سعد دو عامل تھے۔ حضرت عمرو کو جنگ کا بہت تجربہ تھا۔ اور دشمن کے دل میں ان کی ہیبت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ حضرت عمرو کو صیغۂ جنگ پر اور حضرت عبداللہ کو خراج مصر پر مامور کیا جائے۔ مگر حضرت عمرو نے انکار کر دیا۔ اس لیے حضرت عمرو معزول ہو گئے۔ اور عبداللہ خراج مصر اور حرب دونوں پر مامور ہوئے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان ذوالنورین نے عبداللہ کو خراج مصر پر متعین کر دیا تھا۔ پھر دونوں میں کچھ قیل وقال ہوئی۔ عبداللہ نے دربار عثمانی میں شکایت کر دی۔ جس پر حضرت عمرو معزول کر دیئے گئے۔ (۱) فتوح البلدان بلاذری۔ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ (۳) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶ (۴) مروج الذہب جلد ۲ ص ۲۳۴
۱۷۔ زید بن ثابت (صحابی)	مدینہ منورہ	زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عثمان غنی کے دورِ خلافت میں جب حضرت عثمان حج پر جاتے۔ تو انہیں اپنا نائب مقرر کرتے۔ (۱) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ للجزری۔ جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۲۲ ذکر زید بن ثابت۔

نوٹ :۔ قارئین کرام! ان عاملین کی فہرست آپ نے دیکھی۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کی شہادت کے وقت مختلف شہروں پر متعین و مامور تھے۔ان سترہ عاملین میں سے صرف تین وہ عامل ہیں۔جن کی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے رشتہ داری تھی۔بقیہ چودہ عامل غیر رشتہ دار تھے۔وہ تین عامل جو آپ کے رشتہ دار تھے۔وہ یہ ہیں۔(۱) عبداللہ بن عامر جو بصرہ کے عامل تھے۔یہ حضرت عثمان کے ماموں زاد تھے۔(۲) عبداللہ بن ابی سرح جو مصر کے عامل تھے۔یہ جناب عثمان کے اخیافی بھائی تھے۔(۳) امیر معاویہ جو شام کے عامل تھے۔یہ ان کے چچازاد تھے۔ان تین حضرات کو یوں ظاہر کرنا کہ پورے ملک میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار عامل تھے۔کون عقل منداس کو مانے گا۔ان تین کے عامل بننے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اقربا پرور کہنا اور اپنوں کو نوازنے کا الزام نری جہالت اور پرلے درجے کی حماقت ہے۔اس جہالت اور حماقت کا ثبوت ہماری فہرست سے واضح ہو رہا ہے۔اب ان معترضین نے ایک اور پلٹا کھایا۔اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ایک اور چال چلی۔کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جن چند رشتہ داروں کو اپنے عامل مقرر کیا۔وہ اس عہدہ کے اہل نہ تھے۔اور جن کو معزول کیا گیا۔وہی موزوں اور اہل تھے ہم آئندہ اوراق میں اس طعن کو ذکر کر کے اس کا جواب بھی لکھ رہے ہیں۔

(وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔)

Marfat.com

طعن ہفتم

(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) نے جن عامل صحابہ کرام کو معزول کیا ان کی جگہ اپنے نااہل رشتہ داروں کو مقرر کیا۔

یہ وہ طعن ہے۔ کہ جسے اہل تشیع بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ظالم اور اقربا پرور ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں ان کا کہنا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کے اس قدم اٹھانے سے مملکت اسلامیہ میں افراتفری پھیل گئی۔ لوگوں نے یہ اعتراضات شروع کر دیئے۔ کہ حضرت عثمان نے قابل اور اہل،

Marfat.com

صحابہ کرام کو معزول کر دیا ہے۔ ان کی جگہ نا اہل لیکن اپنے رشتہ داروں کو عامل مقرر کر دیا۔ ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سعد بن ابی وقاص ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر صحابہ کرام کو منصب ولائت سے معزول کر کے ان کی جگہ ولید بن عقبہ، عبداللہ بن ابی سرج اور سعید بن العاص ایسے لوگوں کو مقرر کیا۔ جس کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ اور نہ ہی اُن کی معزولی کا کوئی جرم مذکور ہے تو اس طریقہ کار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی قرابت اور رشتہ داری کو صحابیت اور اہلیت پر ترجیح دی۔ اسی غلط فیصلہ سے ملک تباہی کے بھنور میں جا پھنسا۔ اور اسی غلطی کی پاداش میں خود حضرت عثمان بھی شہید کر دیئے گئے

جواب

مذکورہ طعن کا قواعد وضوابطِ حکومت اور شرعی قانون سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا بے بنیاد ہے

کسی بھی نظام حکومت و خلافت میں اس حکومت کے عمال و ولاۃ کا مقرر کرنا یا انہیں معزول کر دینا محض ایک شورائی اور اجتہادی مسئلہ ہے۔ جس کا اختیار ارباب حل وعقد کو اور بالآخر وقت کے خلیفہ کو ہوتا ہے۔ باہم رائے اور صوابدید خلیفہ کے مطابق کسی جگہ کے حالات کے پیشِ نظر کس کی تقرری اور کس کی معزولی روبعمل ہوتی ہے۔ اس پر کوئی شرعی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس کا واضح ثبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے دور میں بھی ملتا ہے۔ کہ جن کی امامت و خلافت کو معترض بڑے تشدد ومد کے ساتھ اور

Marfat.com

"وعیمیم قلب" کے ساتھ مانتے ہیں۔) حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے بہت سے عمال کو معزول کر دیا تھا۔ حالانکہ صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد ان کے اس فیصلہ کے خلاف تھی۔ اور اس پر مزید یہ کہ آپ نے اپنے وصال سے قبل ہی اپنے لخت جگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا ولی عہد مقرر کر لیا تھا۔ آپ کے ان فیصلہ جات پر کوئی شرعی اعتراض نہ کیا گیا۔ کیونکہ تقرری اور معزولی کا معاملہ خلیفہ وقت کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ کسی کو معزول کر دے۔ یا کسی کو مقرر کر دے۔ وہ بہتر سمجھتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی محض اپنے اجتہاد اور رائے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایسے جرنیل کو معزول کر دیا۔ جن کی آج تک دنیا کوئی نظیر پیش نہ کر سکی۔ ان کی جگہ علیبدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ حالانکہ عمومی اور ظاہری حالات کے اعتبار سے آپ کو یہ فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس بارے میں مخالفت کرتے ہوئے کوئی بھی خالد بن الولید کو سپہ سالار مقرر نہ کر سکا۔ یہ سب کچھ اس لیے ماننا پڑا۔ کہ وقت کے خلیفہ کا فیصلہ ہے۔ اور وہ اس بارے میں مکمل اختیار رکھتا ہے۔

اسی طرح سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جن عمال کو معزول کیا۔ اور جن کو مقرر کیا۔ وہ ان کی اپنی رائے اور صوابدید پر موقوف تھا۔ اس لیے ولید بن عقبہ وغیرہ کی تقرری کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔ ہمارے اس بیان کی وضاحت اور تشریح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

قرۃ العینین:-

میگوئیم کہ نصب وعزل مفوض است برائے خلیفہ۔ اگر اجتہاد خلیفہ مودی شود باآنکہ از فلاں شخص کار امت سرانجام می یابد لازم می شود بروے

نصب او۔

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین صفحہ نمبر ۲۷۲
بحث مطاعن ختنین مطبوعہ مجتبائی دہلی)

ترجمہ:۔

ہم کہتے ہیں۔ کہ (عمّال دولاۃ) کی تقرری اور معزولی کا معاملہ خلیفہ وقت کے سپرد ہوتا ہے۔ اگر خلیفہ کا اجتہاد اور رائے اس بات کی طرف راستہ کھولتی ہے۔ کہ فلاں شخص کے ذریعہ ملتِ اسلامیہ کا کام بخوبی ادا ہو سکتا ہے۔ تو ایسے آدمی کی تقرری خلیفہ پر لازم ہو جاتی ہے۔

نوٹ:۔

خلیفۂ وقت آخر انسان ہے۔ اس لیے ان معاملات کو یہ کہنا کہ اس کا فیصلہ غلط نہیں ہونا چاہیئے۔ یا غلط نہیں ہو سکتا۔ درست نہیں۔ کیونکہ نہ وہ عالم الغیب ہوتا ہے۔ اور نہ معصوم ہونا اس کے لیے شرط ہے۔ بلکہ یہ از اول تا آخر محض اجتہاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسا ممکن ہے کہ خلیفۂ وقت نے اپنی صوابدید کے مطابق کسی کو کسی علاقہ کا عامل مقرر کیا لیکن وقت گزرنے پر اس عامل نے کوئی خیانت یا غلط قدم اٹھایا۔ اس خیانت اور غلطی کا ذمہ دار خلیفہ نہیں ہو گا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ خیانت کے مرتکب کی گرفت میں غفلت کرے۔ تو بجا طور پر خلیفہ موردِ الزام ہو گا۔ شاہ ولی اللہ نے بھی حضرت عثمان غنی کے مقرر کردہ عمّال کے متعلق انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔

☆

قرۃ العینین :۔

میگوئیم ہرچہ از ایشاں بوقوع آمد نہ بامر ذی النورین بود و نہ بوفق صلاح دید وے و در خلافت علم غیب خود شرط نیست آنچہ شرط خلافت است اجتہاد است و ذی النورین در اجتہاد تقصیر نہ کرد۔

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص ۲۷۲ بحث مطاعن ختنین مطبوعہ دہلی)

ترجمہ :۔

ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عامل مقرر کرنے کے بعد ان عمال سے جو کچھ اچھا برا ہوا۔ وہ نہ تو حضرت عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوا۔ اور نہ ہی ان کے صلاح و مشورہ سے انہوں نے ایسا کیا۔ خلافت میں علم غیب کا حامل ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ خلیفہ صاحب اجتہاد ہو۔ اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اجتہاد میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی وہی بات کہی۔ جو ہم کہہ چکے ہیں۔ یعنی یہ کہ کسی شخص کی معزولی یا تقرری خلیفہ وقت کی صوابدید پر ہوتی ہے۔ کسی علاقہ اور عوام کے حالات کا جائزہ لینا خلیفہ وقت کا کام ہے۔ اور پھر اپنی اجتہادی بصیرت سے وہ جسے چاہے وہاں اپنا نمائندہ مقرر کر دے۔ اور جس شخص کے بارے میں اس کا اجتہاد یہ کہتا ہو۔ کہ اس کا اس مقام و عہدہ پر برقرار رہنا ملت کیلئے مفید نہیں۔ اس کو معزول کرنا بھی اسی کے دائرہ اختیار میں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ خلیفہ کو ان فیصلہ جات کے لیے اپنی اجتہادی صلاحیتوں کو پوری طرح کام میں لانا چاہیے۔ اس کے بعد اگر کسی عامل سے کوئی غلطی رونما ہوتی ہے

Marfat.com

تو خلیفہ اس میں اُس وقت حصہ دار شمار کیا جا سکتا ہے جب اس کے ایماء اور اس کی صلاح سے وہ ہوئی ہے۔ اس کے بغیر خلیفہ ذمہ دار نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی قابلِ گرفت۔ لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جن عمال کی تقرری یا معزولی ہوئی۔ اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح ان کے مقرر کردہ عمال اگر بدعملیوں کے مرتکب ہوئے۔ تو یہ بات بھی حضرت عثمان پر اعتراض کا باعث نہیں بن سکتی۔

اگر کسی عامل کی بدکرداری خلیفہ پر اعتراض کا سبب بنتی ہے۔ تو پھر یہی کیفیت حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی نظر آتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چند عمال کے کردار پر گرفت کرتے ہوئے انہیں خطوط لکھے۔ خطوط کی عبارات ملاحظہ ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بدعنوان عمال کی بدکرداری پر انہیں ڈانٹ پلائی۔ اس کے باوجود ان پر کوئی اعتراض نہیں۔

خط اوّل۔

حضرت علی کی طرف سے اپنے کردار گورنروں کے نام

نہج البلاغۃ:

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي كُنْتُ أَشْرَكْتُكَ فِي أَمَانَتِي وَجَعَلْتُكَ شِعَارِي وَبِطَانَتِي وَلَمْ يَكُنْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِي أَوْثَقَ مِنْكَ

Marfat.com

فِي نَفْسِي لِمُوَاسَاتِي وَمُوَازَرَتِي وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ اِلَيَّ فَلَمَّا رَاَيْتَ الزَّمَانَ عَلَى ابْنِ عَمِّكَ قَدْ كَلِبَ وَالْعَدُوَّ قَدْ حَرِبَ وَاَمَانَةَ النَّاسِ قَدْ خَزِيَتْ وَهٰذِهِ الْاُمَّةَ قَدْ فَنَكَتْ وَشَغَرَتْ قَلَبْتَ لِابْنِ عَمِّكَ ظَهْرَ الْمِجَنِّ فَفَارَقْتَهُ مَعَ الْمُفَارِقِيْنَ وَخَذَلْتَهُ مَعَ الْخَاذِلِيْنَ وَخُنْتَهُ مَعَ الْخَائِنِيْنَ فَلَا ابْنَ عَمِّكَ اٰسَيْتَ وَلَا الْاَمَانَةَ اَدَّيْتَ وَكَاَنَّكَ لَمْ تَكُنْ لِلّٰهِ تُرِيْدُ بِجِهَادِكَ وَكَاَنَّكَ لَمْ تَكُنْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِنْ رَّبِّكَ وَكَاَنَّكَ اِنَّمَا كُنْتَ تَكِيْدُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ عَنْ دُنْيَاهُمْ وَتَنْوِي غِرَّتَهُمْ عَنْ فَيْئِهِمْ فَلَمَّا اَمْكَنَتْكَ الشِّدَّةُ فِي خِيَانَةِ الْاُمَّةِ اَسْرَعْتَ الْكَرَّةَ وَعَاجَلْتَ الْوَثْبَةَ وَاخْتَطَفْتَ مَا قَدَرْتَ عَلَيْهِ مِنْ اَمْوَالِهِمُ الْمَصُوْنَةِ لِاَرَامِلِهِمْ وَاَيْتَامِهِمْ اِخْتِطَافَ الذِّئْبِ الْاَزَلِّ دَامِيَةَ الْمِعْزَى الْكَسِيْرَةِ فَحَمَلْتَهُ اِلَى الْحِجَازِ رَحِيْبَ الصَّدْرِ بِحَمْلِهِ غَيْرَ مُتَاَثِّمٍ مِنْ اَخْذِهِ كَاَنَّكَ لَا اَبَا لِغَيْرِكَ حَدَرْتَ اِلٰى اَهْلِكَ تُرَاثَكَ مِنْ اَبِيْكَ وَاُمِّكَ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ اَمَا تُؤْمِنُ بِالْمَعَادِ اَوَمَا تَخَافُ نِقَاشَ الْحِسَابِ اَيُّهَا الْمَعْدُوْدُ كَانَ

عِنْدَنَا مِنْ اُولِی الْاَلْبَابِ كَيْفَ تُسِيْغُ شَرَابًا وَّ طَعَامًا وَ اَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّكَ تَاْكُلُ حَرَامًا وَ تَشْرَبُ حَرَامًا وَ تَبْتَاعُ الْاِمَاءَ وَتَنْكِحُ النِّسَاءَ مِنْ اَمْوَالِ الْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدِيْنَ الَّذِيْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ هٰذِهِ الْاَمْوَالَ وَاَحْرَزَ بِهِمْ هٰذِهِ الْبِلَادَ فَاتَّقِ اللّٰهَ وَارْدُدْ اِلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ اَمْوَالَهُمْ فَاِنَّكَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ ثُمَّ اَمْكَنَنِیَ اللّٰهُ مِنْكَ لَاُعَذِّرَنَّ اِلَى اللّٰهِ فِيْكَ وَلَاَضْرِبَنَّكَ بِسَيْفِیَ الَّذِیْ مَا ضَرَبْتُ بِهٖ اَحَدًا اِلَّا دَخَلَ النَّارَ وَ وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَعَلَا مِثْلَ الَّذِیْ فَعَلْتَ مَا كَانَتْ لَهُمَا عِنْدِیْ هَوَادَةٌ وَّلَا ظَفَرَا مِنِّیْ بِاِرَادَةٍ حَتّٰى اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْهُمَا وَاُزِيْحَ الْبَاطِلَ عَنْ مَظْلَمَتِهِمَا وَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ مَا يَسُرُّنِیْ اَنَّ مَا اَخَذْتَهٗ مِنْ اَمْوَالِهِمْ حَلَالٌ لِّیْ اَتْرُكُهٗ مِيْرَاثًا لِّمَنْ بَعْدِیْ فَضَحِّ رُوَيْدًا فَكَاَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ الْمَدٰى وَدُفِنْتَ تَحْتَ الثَّرٰى وَعُرِضَتْ عَلَيْكَ اَعْمَالُكَ بِالْمَحَلِّ الَّذِیْ يُنَادِیْ

Marfat.com

الظَّالِمُ فِيهِ بِالْحَسْرَةِ وَيَتَمَنَّى الْمُضَيِّعُ فِيهِ الرَّجْعَةَ وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ۔

(نہج البلاغہ خط ۴۱ ص ۴۱۲ تا ۴۱۴ مطبوعہ بیروت طبع جدید چھوٹا سائز)

ترجمہ:۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت نے یہ خط تحریر فرمایا ہے ''حمد ونعت کے بعد معلوم ہو کہ میں نے تجھے اپنی امانت میں شریک کر لیا میں نے تجھے اپنے پیراہن اپنے جامۂ خلافت کا استر بنا لیا۔ میرے عزیز واقرباء میں سے کوئی شخص میرے نزدیک تجھ سے زیادہ معتمد نہیں تھا۔ جو میری مدد کرے میری اعانت کرے۔ اور اموال بیت المال کو مجھے ادا کرتا رہے۔ مگر جب تو نے دیکھا کہ تیرے ابن عم (امیر المومنین) پر زمانہ سختیاں کر رہا ہے۔ دشمن لڑائی کے لیے صفیں آراستہ کر رہے ہیں۔ لوگوں کی امانت (بیت المال) میں خیانت ہو رہی ہے۔ اور یہ امت فرصت ڈھونڈ رہی ہے۔ ان حالات سے بالکل بے خبر ہے تو۔ تو نے بھی پشتِ سپر کو اپنے ابن عم کے لیے برگشتہ کر دیا۔ (اس سے منہ پھیر لیا۔) جدا ہونے والوں کی طرح اُس سے جُدا ہوا۔ ساتھ چھوڑ دینے والوں کی مانند اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ خیانت کرنے والوں کی مثل اس کے ساتھ خیانت کی ۔ نہ اپنے ابن عم کی مدد کی نہ اس کی امانت کو ادا کیا۔ گویا خدا کی راہ میں تیرا جہاد کرنے کا ارادہ ہی نہ تھا۔ گویا تو اپنے پروردگار کی جانب سے کسی دلیل وبرہان پر قائم ہی نہ تھا۔ گویا تو اس امت کے ساتھ ان کی دنیا کے سبب سے مکر کر رہا ہے۔ گویا تو انہیں ان کی مال غنیمت کے ساتھ فریب دے رہا تھا۔ اب جس وقت تجھے موقعہ مل گیا۔

کہ تو نہایت شدت کے ساتھ خیانت کرے تو تو نے نہایت تیزی کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اور حملہ کے لیے جست کرنے میں تعجیل سے کام لیا۔ مسلمانوں کے اموال جو تیرے قبضۂ قدرت میں تھے انہیں لے لیا۔ وہ اموال جن کی بیوہ عورتوں اور یتیموں کے لیے محافظت کی گئی تھی۔ ان اموال کو اس طرح لے گیا۔ جس طرح خون خوار بھیڑیا بکری کے شکستہ بچے کو لے جاتا ہے۔ پھر ان اموال کو ولایت حجاز کی طرف بار کر دیا۔ اس وقت تیرا سینہ کشادہ تھا۔ ان کو بار کرتے وقت خوشحالی تیرے چہرے سے ٹپکی پڑتی تھی۔ تجھے اس گناہ کی برداشت میں کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ تیرے غیر کے واسطے باپ نہ ہو۔ تو نے اس طرح اس مال کو اپنے اہل و عیال کے پاس اتار دیا۔ گویا ماں باپ کی طرف سے پہنچی ہوئی میراث تھا۔

سبحان اللہ! کیا تو معاد پر ایمان نہیں لاتا۔ کیا مناقشہ روز حساب کا تجھے ذرا بھی خوف نہیں۔

اے ہم جیسے عقلمندوں کے نزدیک شمار کیے ہوئے تو نے کیونکر اس شربت اور طعام کو گوارا کیا۔ جس کا تجھے علم تھا۔ تو از روئے حرام اکل و شرب کر رہا ہے۔ ایسے یتیموں، مسکینوں، مومنین و مجاہدین کے مال سے کنیزیں خرید رہا ہے۔ عورتوں سے نکاح کر رہا ہے۔ جنہیں خداوند عالم نے یہ مال ان کی غنیمت میں عطا فرمایا ہے۔ اور جن کے سبب سے ان شہروں کی محافظت کی ہے۔ تو خدا سے ڈر اور ان لوگوں کا مال ان کی طرف لوٹا دے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو خداوند عالم مجھے تجھ پر مسلط کر دے گا۔ (میں تجھے بحکم سزا دوں گا۔) اور تیری سزا کے بارے میں خداوند عالم کے سامنے معذور ہوں گا۔ میں تجھے اپنی اس شمشیر سے ماروں گا۔ کہ جس سے سوائے اہل نار کے میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے۔ قسم خدا کی اگر حسن و حسین (علیہما السلام) ایسا فعل کرتے جیسا کہ تو نے کیا ہے۔ تو ہرگز میری

طرف سے انہیں اجازت نہ ہوتی۔ نہ وہ اپنی مراد پر میری جانب سے ظفر حاصل کر سکتے حتی کہ میں ان سے حق کو اخذ کر لیتا۔ اور ان کے مظلمہ سے باطل کو نیست و نابود کر دیتا۔ (حق بحقدار پہنچتا) میں رب العالمین کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ تو نے جو مستحقین کا مال لیا ہے۔ مجھے اس امر نے مسرور نہیں کیا نہ یہ میرے نزدیک امر حلال ہے۔ کہ میں اس مال کو اس شخص کے لیے میراث چھوڑوں جو میرے بعد ہو۔ تھوڑی دیر صبر کر اور دیکھ کہ گویا اپنی انتہائی عمر کو پہنچ کر زیر خاک دفن کر دیا گیا ہے۔ تیرے اعمال تیرے سامنے اس مکان میں پیش ہو رہے ہیں۔ جہاں ستمگار حسرت اور ندامت کو پکارا کرتا ہے۔ حقوق کا ضائع کرنے والا دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا کرتا ہے۔ (تاکہ ان حقوق کو ادا کرے۔) مگر افسوس کہ وہ مقام عذاب سے گریز کرنے کا نہیں۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۴۲۸ تا ۴۳۰
مطبوعہ یوسفی دہلی طبع قدیم)

خط دوم :-

نہج البلاغہ :-

وَمِن كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَلَغَنِي عَنْكَ أَمْرٌ إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتَ رَبَّكَ وَعَصَيْتَ إِمَامَكَ وَأَخْزَيْتَ أَمَانَتَكَ بَلَغَنِي أَنَّكَ جَرَّدْتَ الْأَرْضَ فَأَخَذْتَ مَا تَحْتَ قَدَمَيْكَ وَأَكَلْتَ مَا تَحْتَ يَدَيْكَ فَارْفَعْ إِلَى حِسَابَكَ وَاعْلَمْ أَنَّ حِسَابَ اللهِ

اَعْظَمُ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ وَالسَّلَامُ۔

(نہج البلاغہ خط ۴۰ ص ۴۱۲ مطبوعہ بیروت
چھوٹا سائز طبع جدید)

ترجمہ:۔

ایک عامل کے نام حضرت نے یہ فرمان جاری کیا ہے۔ حمد ونعت کے بعد معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مجھے تیری طرف سے ایک خبر پہنچی ہے۔ اگر واقعی تو نے وہ کام کیا ہے۔ تو بے شک تو نے اپنے پروردگار کو غضب ناک کیا۔ اپنے امام کی نافرمانی کی۔ اپنی امانت میں خیانت کو دخل دیا۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تو نے اشجار و زراعت سے زمین کو برہنہ کر دیا۔ اپنے ظلم وستم سے کھیتوں کے باغات کو خراب کر ڈالا جو کچھ تیرے قدموں کے نیچے ہے۔ اسے لے لیا۔ اور ان اشیاء کو کھا لیا جو تیرے دست تصرف کے ماتحت تھیں۔ اب تو فوراً اپنے جمع خرچ کا حساب میرے سامنے بھیج دے۔ اور خوب جان لے کہ خداوند عالم کا حساب انسانوں کے حساب سے کہیں زیادہ بڑا ہوا ہے۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ
خط نمبر ۴۰ ص ۲۲۸ مطبوعہ یوسفی دہلوی
طبع قدیم)

خط سوم:۔

نہج البلاغہ:۔

وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى الْمُنْذِرِ بْنِ

Marfat.com

اَبِیْ جَارُوْدِ الْعَبْدِیْ وَقَدْ خَانَ فِیْ بَعْضِ مَا وَلَّاہُ مِنْ اَعْمَالِہٖ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ صَلَاحَ اَبِیْکَ غَرَّنِیْ مِنْکَ وَظَنَنْتُ اَنَّکَ تَتَّبِعُ هَدْیَهٗ وَ تَسْلُکُ سَبِیْلَهٗ فَاِذَا اَنْتَ فِیْمَا رُقِّیَ اِلَیَّ عَنْکَ لَا تَدَعُ لِهَوَاکَ اِنْقِیَادًا وَ لَا تُبْقِیْ لِاٰخِرَتِکَ عَتَادًا تَعْمُرُ دُنْیَاکَ بِخَرَابِ اٰخِرَتِکَ وَتَصِلُ عَشِیْرَتَکَ بِقَطِیْعَةِ دِیْنِکَ وَ لَئِنْ کَانَ مَا بَلَغَنِیْ عَنْکَ حَقًّا لَجَمَلُ اَهْلِکَ وَشِسْعُ نَعْلِکَ خَیْرٌ مِنْکَ وَمَنْ کَانَ بِصِفَتِکَ فَلَیْسَ بِاَهْلٍ اَنْ یَسُدَّ بِهٖ ثَغْرٌ اَوْ یُنْفَذَ بِهٖ اَمْرٌ اَوْ یُعْلٰی لَهٗ قَدْرًا وَ یُشْرَکَ فِیْ اَمَانَةٍ اَوْ یُؤْمَنَ عَلٰی جِبَایَةٍ فَاَقْبِلْ اِلَیَّ حِیْنَ یَصِلُ اِلَیْکَ کِتَابِیْ هٰذَا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ قَالَ الرَّضِیْ وَالْمُنْذِرُ بْنُ جَارُوْدَ هٰذَا هُوَ الَّذِیْ قَالَ فِیْهِ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّهٗ لَنَظَّارٌ فِیْ عِطْفَیْهِ مُخْتَالٌ فِیْ بُرْدَیْهِ تَفَّالٌ فِیْ شِرَاکَیْهِ۔

(نہج البلاغہ سائز چھوٹا خطبہ ۷۱ ص ۱۶۱ ھ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

منذر ابن جارود کے پاس حضرت نے کچھ اشیاء امانت رکھی تھیں۔ اس نے

خیانت کی۔ تو حضرت نے فرمان اسے رقم فرمایا۔ حمد و نعت کے بعد معلوم ہو کہ تیرے باپ کی صلاح و سداد نے مجھے تیری طرف سے فریب دیا۔ اور میں نے غلط گمان کر لیا۔ کہ تو اسی کے طریقہ کی متابعت کرے گا۔ کہ اسی کے راستہ پر چلے گا۔ ناگاہ تو خیانت کا مرتکب ہوا۔ اور اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کو ترک نہیں کرتا۔ اپنی آخرت کے لیے کوئی توشۂ راہ باقی نہیں رکھتا۔ اپنی آخرت کو خراب کر کے اپنی دنیا کو آباد کر رہا ہے۔ اپنے دین کو قطع کر کے اپنے اقربا کے ساتھ صلہ رحمی بجا لا رہا ہے۔ یہ خبر جو تیری طرف سے مجھے پہنچی ہے۔ اگر صحیح ہے تو بے شک تیرے اہل کا شتر اور تیری جوتی کا تسمہ تجھ سے بہتر ہے۔ (بہائم اور جمادات بھی تجھ سے بہتر ہیں) اور جو شخص بھی تیری صفت کا ہو ہرگز سزاوار نہیں ہے کہ اس کے ساتھ کسی دشمن کا رخنہ بند کیا جائے۔ یا اس کے سبب سے کوئی حکم جاری کیا جائے یا اس کا مرتبہ بلند کیا جائے۔ اور اسے کسی امانت میں شریک کیا جائے۔ یا اسے خیانت سے بچایا جائے۔ وہ ان امور کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے۔ تو میرے پاس چلا آ۔ انشاء اللہ۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں۔ کہ یہ منذر ابن جارود وہ شخص ہے۔ جس کی مذمت میں حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ وہ اپنے دائیں بائیں بہت کثرت سے دیکھنے والا ہے۔ یعنی ناز و انداز سے کبھی اپنی دائیں طرف دیکھتا ہے۔ کبھی بائیں طرف اپنے لباس فاخرہ کو پہن کر فخر کرتا ہے۔ اپنے جوتوں کے تسموں پر گرد نہیں پڑنے دیتا۔ نہایت ہی تبختر کے ساتھ چہل قدمی کرتا ہے۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۴۸۰

مطبوعہ یوسفی دہلوی قدیم)

Marfat.com

لمحہ فکریہ :۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ غیب دان تھے تو بدکردار عامل کیوں بنائے

قارئین کرام! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعض خطوط سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ کے دورِ خلافت میں ان کے اپنے اور بیگانے عامل کچھ ایسے بھی تھے۔ جو نہایت عیاش اور دنیا پرست تھے۔ ان کی عیاشی اور دنیاداری پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں کس قدر لعن طعن کیا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض عمال بھی اچھے اخلاق کے حامل نہ تھے لیکن دونوں حضرات نے اپنی صواب دید کے مطابق اپنے طور پر اچھے آدمیوں کا انتخاب کیا تھا۔ آگے چل کر اگر کوئی عامل بدکردار نکل آتا ہے۔ تو اس سے خلیفہ پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خلیفہ اپنے اجتہاد اور حسن ظن کی بنا پر کسی کو عامل مقرر کرتا ہے۔ انہیں غیب کا حال تو معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کل کوئی عامل کیسا ہو جائے گا۔ ورنہ کبھی کوئی خلیفہ کسی ایسے عامل کو مقرر نہ کرتا۔ جو ملک و ملت کے لیے وبال بن جانے والا ہو۔

البتہ اہل تشیع کو اس کا حل تلاش کرنا چاہیئے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایسے بدکردار لوگوں کو منتخب کیوں کیا۔ کیونکہ ان کے ہاں عقیدہ ہے۔ کہ امام ”غیب دان“ ہوتا ہے۔ یعنی کسی آدمی کے بارے میں وہ پہلے سے جانتے ہوتے ہیں۔ کہ وہ خائن ہو گا۔ یا نہیں۔ وہ بدکرداری پر اتر آئے گا۔ یا نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ ان کے عقائد کے مطابق خلیفہ کے لیے آئندہ کے حالات و واقعات سے آگاہی ضروری ہوتی ہے۔ یہ عقیدہ ان کا اجماعی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی :۔

عن یونس بن یعقوب عن الحارث بن المغیرۃ و عدۃ من اصحابنا منھم عبد الاعلیٰ و ابو عبیدۃ

Marfat.com

وعبد اللہ بن بشر الخثعمی سَمِعُوْا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا فِی الْجَنَّۃِ وَ اَعْلَمُ مَا فِی النَّارِ وَ اَعْلَمُ مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ قَالَ ثُمَّ مَکَثَ ھُنَیْئَۃً فَرَاٰی اَنَّ ذٰلِکَ کَبُرَ عَلٰی مَنْ سَمِعَہٗ مِنْہُ فَقَالَ عَلِمْتُ ذٰلِکَ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ فِیْہِ تِبْیَانُ کُلِّ شَیْءٍ۔

(اصول کافی جلد ۱ ص ۲۶۱ کتاب الحجۃ الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) کچھ لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ کہ آپ فرمارہے ہیں کہ میں ان تمام اشیاء کو جانتا ہوں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ میں جنت اور دوزخ کی ہر چیز کو بھی جانتا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جو کچھ ہو چکا وہ کیا تھا۔ اور جو کچھ ہوگا وہ کیا ہوگا۔ یہ کہہ کر آپ نے کچھ لمحوں کے لیے توقف فرمایا۔ اور سمجھا کہ میری باتیں حاضرین کو کچھ بُری لگی ہیں۔ تو فرمایا۔ مجھے ان تمام اشیاء کا علم اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ نے اس میں فرمایا ہے۔ یہ قرآن ہر چیز کا مفصل بیان ہے۔
اب اہل تشیع کو دونوں خلفاء کے طریقہ انتخاب میں فرق نظر آجانا چاہیے۔

Marfat.com

وہ یہ کہ حضرت عثمان تو صرف اپنی رائے اور اجتہاد سے کسی کی تقرری فرماتے تھے۔ لیکن حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ علم غیب کی روشنی میں کسی کے مستقبل کو دیکھ کر پھر اس کی تقرری فرماتے تھے۔ ان دونوں اقسام کی تقرریوں کے بعد اگر مقررہ عامل نااہل نکلتا ہے۔ بددیانت ثابت ہوتا ہے۔ خائن بن بیٹھتا ہے۔ لوگوں کے مال غصب کرنا شروع کر دیتا ہے۔ تو پھر زیادہ اعتراض کس خلیفہ پر ہونا چاہیئے۔ اس پر جو کہ محض اجتہاد سے انتخاب کرتا ہے۔ یا اس پر جو پوری بصیرت اور غیب دانی کے مقام پر فائز ہوتے ہوئے منتخب کرتا ہے؟ اہل تشیع سے جواب کی توقع کی جا سکتی ہے۔ صاحبانِ خرد اسی سے سمجھ جائیں گے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والے اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے منہ موڑنے والے عقل سے خالی ہیں۔ دل میں کدورت ہے۔ اور بصیرت اندھی ہو چکی ہے۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ایک خاص عامل کی داستان

زیاد بن ابیہ:۔

یہ وہ شخص ہے جسے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں علاقہ "فارس" کا عامل بنایا تھا۔ بہت سی کتب شیعہ میں اس کے بنائے جانے کی تصدیق موجود ہے۔

Marfat.com

الاخبار الطوال :-

فَلَمّا وَلّی عَلِیّ ابنُ ابی طَالِبٍ وَلّی زِیادًا ارضَ فَارِسٍ۔

(الاخبار الطوال ص ۲۱۹ - تذکرہ
زیاد بن ابیہ - مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ :-

جب حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے خلافت کا منصب سنبھالا۔ تو آپ نے زیاد بن ابیہ کو فارس کا عامل مقرر فرمایا۔

یہ کون تھا؟

زیاد بن ابیہ جیسا کہ اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا فارس پر مقرر کردہ عامل تھا۔ اس نے اپنی تقرری کا صلہ یہ دیا۔ کہ عمر بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان کو انگلیوں پہ نچاتا رہا۔ اس شخص کی اصل دیکھی جائے۔ تو وہ بھی قابلِ مذمت تھی۔ یہی زیاد اتنا بے حیا اور بد اخلاق تھا۔ کہ اپنے ولد الزنا ہونے پر فخر کرتا۔ اپنی والدہ پر زنا کروانے کی علی الاعلان گواہی دیتا۔ واقعہ یوں ہوا کہ۔

"ابو سفیان" نے اسلام لانے سے قبل ایک مشہور طبیب حارث ثقفی کی لونڈی سمیہ نامی سے ناجائز تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ ان تعلقات کے نتیجہ میں اس لونڈی کے ہاں ایک ناجائز بچہ پیدا ہوا۔ بظاہر یہ لونڈی اسی طبیب کے ایک غلام کے نکاح میں تھی۔ یہ ناجائز بچہ "عبد الحارث" کے لقب سے مشہور ہوا۔ جوان ہونے پر شرافت و بلاغت اور خوش تقریری و خوش تحریری میں بڑا چرچا ہوا۔ دور دور تک پہچانا جانے

کھنگا۔ حتیٰ کہ ایک دن قریش کے ایک سنجیدہ بزرگ عمرو بن عاص نے کہا۔ یہ لڑکا اگر قریش سے ہوتا۔ تو پورے عرب کو لاٹھی سے ہانکتا۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا۔ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ مَنْ وَضَعَہٗ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ۔ خدا کی قسم! میں اس شخص کو بخوبی جانتا ہوں جس کا یہ نطفہ ہے۔ مجلس میں موجود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ وہ کون ہے۔؟ ابوسفیان نے کہا۔ "وہ میں ہوں"، فرمایا بس رہنے دے۔

اسی زیاد بن سمیہ کی امام حسن کی شان میں گستاخی

زیاد بن ابیہ از آں کین و کید کہ از امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام و شیعیان آنحضرت در خاطر داشت چندانکہ توانست دوستانِ امیر علیہ السلام را بقتل و نہب و شکنج زحمت می کرد۔ سعید بن ابی سرح مولی حبیب بن عبد الشمس از شیعیان علی علیہ السلام بود و در کوفہ می زیست چوں زیاد وارد کوفہ شد در خاطر نہاد کہ او را ماخوذ دارد و بقتل رساند سعید ایں معنی را تفرس کرد و از کوفہ فرار کردہ بمدینہ آمد و صورت حال را بعرض امام حسن علیہ السلام رسانید از آنسوئے چوں زیاد فرار او را بدانست فرمان کرد تا خانۂ او را با خاک پست کردند و برادرش را و زن و فرزندش را بگرفتند و در مجلس خانہ افگندند و اموالش را بالغارت بردند و ایں سعید از آں جملہ مردم بود کہ در کتاب مصالحۃ امام حسن علیہ السلام با معاویۃ بشرط بود کہ مامون و مصون باشند بالجملہ امام حسن علیہ السلام بزیاد ابن ابیہ بدیں گونہ مکتوب کرد۔

مِنْ حَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ اِلٰی زِیَادٍ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّكَ عَمَدْتَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ لَہٗ مَا لَھُمْ وَعَلَیْہِ مَا عَلَیْھِمْ فَھَدَمْتَ دَارَہٗ وَ

Marfat.com

اَخَذْتَ مَالَهٗ وَحَبَسْتَ اَهْلَهٗ وَعِيَالَهٗ فَاِنْ اَتَاكَ كِتَابِيْ هٰذَا فَابْنِ لَهٗ دَارَهٗ وَارْدُدْ عَلَيْهِ عِيَالَهٗ وَمَالَهٗ وَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَقَدْ اَجَرْتُهٗ وَالسَّلَامُ۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم ص ۱۰۶ حالات امام حسن مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

زیاد بن ابیہ اس وجہ سے کہ اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض و کینہ تھا۔ آپ کے شیعوں سے بھی ناخوش تھا۔ اس وجہ سے جتنا ممکن ہوا اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دوستوں کو تنگ کیا کسی کو قتل کیا۔ کسی کو لوٹا اور کسی کو شکنجے میں کسا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شیعوں میں سے ایک شیعہ سعید بن ابی سرح تھا۔ جو کہ حبیب بن عبد الشمس کا مولیٰ تھا۔ اس کی رہائش کوفہ میں تھی۔ جب زیاد کوفہ میں آیا۔ تو اس کے دل میں تھا کہ وہ سعید بن ابی سرح سے مواخذہ کرے گا۔ اور اسے ہو سکا تو قتل کرے گا۔ سعید نے اس ارادے کو بھانپ لیا۔ لہٰذا کوفہ سے بھاگ کر مدینہ آگیا۔ اور تمام حالات امام حسن رضی اللہ عنہ کو سنائے۔ ادھر جب زیاد کو سعید کے فرار ہو جانے کا پتہ چلا۔ تو اس نے حکم دیا۔ کہ سعید کے گھر کو زمین بوس کر دیا جائے۔ اس کے بھائی، بیوی اور بچوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جائے۔ اس کا مال متاع لوٹ لیا جائے۔

یہ سعید ابن ابی سرح ان حضرات میں سے ایک تھا۔ کہ امام حسن اور امیر معاویہ کے

Marfat.com

درمیان طے پانے والے سمجھوتے میں جن کو امان دی گئی تھی۔ اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری لی گئی تھی۔ مختصر یہ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے زیاد کی طرف یہ خط لکھا۔

من جانب حسن بن علی بطرف زیاد۔ اما بعد! تو نے اس شخص کو ستانے کا تہیہ کیا ہے۔ جو مسلمانوں کے نفع و نقصان میں برابر کا شریک ہے۔ تو نے اس کے گھر کو منہدم کر دیا۔ اس کا مال و متاع قبضہ میں لے لیا۔ اس کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔ اگر تیرے پاس میرا یہ رقعہ پہنچے۔ تو سعد مذکور کے گھر کو تعمیر کروا دینا۔ اس کے بال بچوں کو واپس لوٹا دینا۔ میری سفارش اس کے حق میں قبول کر لینا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بڑے حسن ظن کے ساتھ اس کو یہ خط لکھا۔ کیونکہ آپ یہ جانتے تھے۔ کہ یہ شخص میرے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا گورنر رہ چکا ہے۔ لہٰذا میرا رقعہ اس کے لیے بطور حکم نامہ کے ہوگا۔ اور فوراً عمل بجا لائے گا۔ لیکن اس نامراد اور بے اصل نے جو جواب دیا۔ وہ ہم درج ذیل کر رہے ہیں۔

ناسخ التواریخ:۔

مِنْ زِيَادِ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ اِلَى الْحَسَنِ
ابْنِ فَاطِمَةَ اَمَّا بَعْدُ!
فَقَدْ اَتَانِيْ كِتَابُكَ تَبْدَءُ فِيْهِ بِنَفْسِكَ
قَبْلِيْ وَ اَنْتَ طَالِبُ حَاجَةٍ وَ اَنَا سُلْطَانٌ وَ
اَنْتَ سُوْقَةٌ وَ تَامُرُنِيْ فِيْهِ بِاَمْرِ الْمُطَاعِ
الْمُسَلِّطِ عَلٰى رَعِيَّتِهٖ كَتَبْتَ اِلَيَّ فِيْ فَاسِقٍ
اٰوَيْتَهٗ اِقَامَةً مِّنْكَ عَلٰى سُوْءِ الرَّاْيِ وَ
رِضًا مِّنْكَ بِذٰلِكَ وَ اَيْمُ اللّٰهِ لَا تَسْبِقُنِيْ بِهٖ

Marfat.com

وَ لَوْ كَانَ بَيْنَ جِلْدِكَ وَ لَحْمِكَ فَإِنَّ اَحَبَّ لَحْمٍ عَلَيَّ اَنْ آكُلَهُ اللَّحْمُ الَّذِيْ اَنْتَ مِنْهُ فَسَلِّمْهُ بِجَرِيْرَتِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ اَوْلٰى بِهٖ مِنْكَ فَاِنْ عَفَوْتُ عَنْهُ لَمْ اَكُنْ شَفَّعْتُكَ فِيْهِ فَاِنْ قَتَلْتُهُ لَمْ اَقْتُلْهُ اِلَّا لِحُبِّهٖ اَبَاكَ الْفَاسِقَ۔ وَ السَّلَامُ۔

(ناسخ التواریخ حالات حضرت امام حسن جزء دوم از کتاب پنجم ص ۱۰۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

از زیاد بن ابوسفیان بطرف حسن بن فاطمہ۔ اما بعد

تمہارا خط مجھے ملا۔ تم نے اس میں میرے نام سے پہلے اپنا نام لکھا ہے۔ حالانکہ تم ضرورت مند ہو۔ اور میں بادشاہ ہوں۔ تم ایک بازاری آدمی ہو اور مجھے یوں حکم دے رہے ہے۔ جس طرح کوئی رعایا پر مسلط حاکم حکم دیتا ہے تم نے مجھے ایک بدکردار اور فاسق شخص کے بارے میں لکھا۔ جو تمہاری پناہ میں ہے۔ لیکن یہ تمہاری بری عادت ہے۔ اور تمہاری خوشنودی بھی غلط ہے۔ خدا کی قسم! تم اس کے متعلق زبردستی فیصلہ نہیں کروا سکتے۔ اگر وہ شخص تمہارے گوشت پوست میں بھی سما جائے۔ تو مجھے اس گوشت سے بڑھ کر کوئی دوسرا گوشت مرغوب نہ ہوگا۔ لہٰذا یہی بہتر ہے۔ کہ تم اُسے اپنے سے بہتر (یعنی مجھ) کو سپرد کر دو۔ اگر میں نے اُسے معافی دے دی۔ تو یہ اس وجہ سے نہ ہوگی۔ کہ تمہاری سفارش مانی گئی۔ اور اگر میں نے اُسے جان سے مار ڈالا۔ تو یہ اس

Marfat.com

ایسے ہو گا۔ کہ وہ تیرے فاسق باپ سے محبت کرتا ہے۔
یہ خط جب امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملا۔ تو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کو ایک خط تحریر فرمایا۔ جس میں اس زیاد کی زیادتیوں کا ذکر تھا۔ اس کے ساتھ ہی امام موصوف نے زیاد کی طرف سے ملنے والا مندرجہ بالا خط بھی روانہ کر دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پڑھ کر زیاد پر سخت غصہ آیا۔ پھر آپ نے زیاد مذکور کو درج ذیل الفاظ پر مشتمل خط لکھا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زیاد ابن سمیہ کی طرف خط

ناسخ التواریخ:۔

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ بَعَثَ اِلَيَّ بِكِتَابِكَ اِلَيْهِ جَوَابًا عَنْ كِتَابٍ كَتَبَهُ اِلَيْكَ فِي ابْنِ سَرْحٍ فَاَكْثَرْتُ الْعَجَبَ مِنْكَ وَ عَلِمْتُ اَنَّ لَكَ رَأْيَانِ اَحَدُهُمَا مِنْ اَبِي سُفْيَانَ وَ الْاٰخَرُ مِنْ سُمَيَّةَ فَاَمَّا الَّذِي مِنْ اَبِي سُفْيَانَ فَحِلْمٌ وَحَزْمٌ وَاَمَّا الَّذِي مِنْ سُمَيَّةَ فَمَا يَكُوْنُ مِنْ رَاْيِ مِثْلِهَا مِنْ ذٰلِكَ كِتَابُكَ اِلَى الْحَسَنِ تَشْتِمُ اَبَاهُ وَ تَعْرِضُ لَهُ بِالْفِسْقِ وَلَعَمْرِي اِنَّكَ اَوْلٰى بِالْفِسْقِ مِنْ اَبِيْهِ فَاَمَّا اَنَّ الْحَسَنَ تَبَدَّءَ بِنَفْسِهِ اِرْتِفَاعًا عَلَيْكَ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَضَعُكَ لَوْ عَقَلْتَ وَ اَمَّا

Marfat.com

تَسَلُّطُهٗ عَلَيْكَ بِالْاَمْرِ فَحَقٌّ لِمِثْلِ الْحَسَنِ اَنْ يَتَسَلَّطَ وَ اَمَّا قَوْلُكَ فِيْمَا شَفَّعَ فِيْهِ اِلَيْكَ فَحَظٌّ دَفَعْتَهٗ عَنْ نَفْسِكَ اِلٰى مَنْ هُوَ اَوْلٰى بِهٖ مِنْكَ فَاِذَا وَرَدَ عَلَيْكَ كِتَابِيْ فَخَلِّ مَا فِيْ يَدَيْكَ لِسَعْدِ بْنِ اَبِيْ سَرْحٍ وَ ابْنِ لَهٗ دَارَهٗ وَ ارْدُدْ عَلَيْهِ مَالَهٗ وَلَا تَعْرِضْ لَهٗ فَقَدْ كَتَبْتُ اِلَى الْحَسَنِ اَنْ يُخَيِّرَهٗ اِنْ شَاءَ اَقَامَ عِنْدَهٗ وَ اِنْ شَاءَ رَجَعَ اِلٰى بَلَدِهٖ وَلَا سُلْطَانَ لَكَ عَلَيْهِ لَا بِيَدٍ وَلَا لِسَانٍ اَمَّا كِتَابُكَ اِلَى الْحَسَنِ بِاسْمِهٖ وَ اِسْمِ اُمِّهٖ وَ لَا تَنْسِبُهٗ اِلٰى اَبِيْهِ فَاِنَّ الْحَسَنَ وَيْحَكَ مَنْ لَا يَرْمِىْ بِهِ الرَّامُوْنَ وَ اِلٰى اَيِّ اُمٍّ وَكَّلْتَهٗ لَا اُمَّ لَكَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَذٰلِكَ اَفْخَرُ لَهٗ لَوْ كُنْتَ تَعْقِلُهٗ۔

(ناسخ التواریخ حالات امام حسن جزدوم ص ۱۰۸/ مطبوعہ تہران، طبع جدید)

ترجمہ:-

امابعد! حسن بن علی نے تیرا وہ رقعہ میرے پاس بھیجا جو تو نے ان کے خط

کے جواب میں انہیں لکھا تھا۔ جس میں ابن سرح کے متعلق لکھا تھا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا میں نے جان لیا۔ کہ تو دو غلا آدمی ہے۔ تیرے اندر ایک رائے ابوسفیان کی اور دوسری سمیہ کی ہے۔ ابوسفیان کا حلم اور پختہ ارادہ تجھ میں ہے۔ اور سمیہ کا حصّہ وہ ہے۔ جو امام حسن کی طرف لکھے گئے خط سے نظر آتا ہے۔ تو نے ان کے والد کو فاسق کہا اور انہیں گالیاں بکیں۔ خدا کی قسم! ان کے باپ کی بہ نسبت تو فسق کا زیادہ حق دار ہے۔ رہا یہ کہ امام حسن نے اپنا نام تجھ سے قبل کیوں لکھا۔ تو اس سے تیرا کیا نقصان ہو گیا۔ رہا ان کا تجھ پر تسلط تو یہ ان کو ہی شایان ہے۔ اور ابن سرح کے بارے میں تو نے جو کچھ امام پر چھوڑ دیا۔ تو تو نے اپنے سے بہتر شخص کے معاملہ سپرد کر دیا ہے۔ جب میرا خط تجھ تک پہنچے۔ تو سعد بن ابی سرح کی تمام اشیاء کی خلاصی کر دینا۔ اس کا گھر بنوا دینا۔ اور اس کا مال و متاع اس کو واپس کر دینا اس میں رکاوٹ مت بننا۔ میں نے امام حسن کو لکھ دیا ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی سے ابن سرح کو اپنے پاس رکھیں۔ یا واپس گھر بھیج دیں۔ تجھے اس پر کوئی حکمرانی نہیں۔ نہ ہاتھ کے ذریعہ اور نہ زبان کے ذریعہ۔ تیرا رقعہ امام حسن کے نام اس طرح لکھنا کہ ان کو ان کی والدہ کی نسبت سے لکھا۔ حالانکہ ہم سب ان کو باپ کی طرف نسبت کر کے بلاتے ہیں۔ تو سن لے۔ امام حسن ان لوگوں میں سے ہے۔ جن پر کوئی حرف زنی نہیں کر سکتا۔ تیری ماں برباد ہو۔ تو تجھے پتہ ہے۔ انہیں کس ماں کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے۔ کیا تجھے پتہ ہے۔ وہ فاطمہ ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر ہیں۔ یہ رشتہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے لیے قابلِ فخر ہے۔ لیکن تجھے عقل آئے تو۔

زیاد بن سمیہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو جن الفاظ سے مخاطب کیا آپ نے پڑھ لیا اسی بدذات کا بیٹا عبید اللہ بن زیاد ہے۔ جس نے اپنے باپ کی کسر بھی پوری کر دی۔

Marfat.com

یہی وہ شخص ہے جس نے میدانِ کربلا میں امام حسین اور دیگر افراد اہل بیت پر جو مظالم ڈھائے ان کے تذکرہ سے زمین و آسمان کانپ اٹھتے ہیں۔ اس زیاد ولد الزنا کو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فارس کا گورنر بنایا۔ لوگوں کو نمازیں پڑھاتا رہا۔ بقول اہل تشیع لوگوں کی نمازیں برباد کرتا رہا۔

ان تمام تر خرابیوں کے باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسے معزول نہ کیا۔ اس کا عامل بنے رہنا۔ جب حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے لیے باعث الزام و طعن نہیں، بنا۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بدکردار عامل ان کے لیے کیونکر موردِ طعن بن گئے۔ آخر کوئی معیار اور ترازو ہونا چاہیے۔ جس میں سب کو تولا جا سکے۔

جواب کا خلاصہ :۔

اہل سنت کے نزدیک خلیفہ کے لیے اس کے اجتہاد اور صواب دید پر یہ بات موقوف ہے۔ کہ کسی کو عامل مقرر کرے یا کسی مقرر شدہ کو معزول کر دے۔ یہ ضروری نہیں کہ جس کو خلیفہ عامل مقرر کر دے۔ تو وہ تقرری کے بعد صحیح الاعتقاد اور نیک کردار ہی رہے۔ یہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ خلیفہ اس کا ذمہ دار نہیں۔ ہمارے نزدیک جس طرح خلیفہ کے لیے معصوم ہونا شرط نہیں۔ اسی طرح اس کا عالم الغیب ہونا بھی مشروط نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ خلیفہ اسلام کی سربلندی اور ملک و ملت کی اصلاح و ترقی کے لیے جو ضروری سمجھے وہ ضرور قدم اٹھائے۔ لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان اصولوں کے قیام و استحکام کی خاطر ہر ضروری قدم اٹھائے۔ اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ تقدیر میں جام شہادت نوش کرنا لکھا ہوا تھا اس لیے تدریجی طور پر حالات وہ رُخ اختیار کرتے رہے جس کا بالآخر نتیجہ شہادت کی صورت میں رونما ہونا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عمال پر بدکرداری کا الزام جتنا جائیں لگائیں لیکن

Marfat.com

ایک بات شیعوں کو ماننی پڑے گی۔ کہ آپ کے عمال بہر حال وفادار تھے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عمال بدکردار ہوتے ہوئے انتہاء درجہ کے بے وفا تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطوط میں انہیں خائن غادر کہا۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں۔ جن کے ظلم کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور خاندانِ اہل بیت پر مظالم ڈھانے والے چار آدمی مشہور ہیں۔ یزید۔ شمر، ابن سعد اور ابن زیاد لیکن شیعہ تاریخ یہ فیصلہ کرتی ہے۔ کہ ان تمام کو مات کرنے والا اور اخبث شخص ابن زیاد ہے۔ جو اسی زیاد کا بیٹا ہے۔ جس کو حضرت علی نے عامل فارس بنایا تھا۔

منتخب التواریخ:۔

مخفی نہ ماند کہ ظاہراً ابن زیاد از یزید وازابن سعد و شمر اخبث وارذل بودہ و شاہد برایں زیاد است۔

(منتخب التواریخ ص ۲۳۲/ باب پنجم در تاریخ شہادت خامس آل عباء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ابن زیاد ظاہری طور پر یزید، ابن سعد اور شمر سے بڑھ کر خبیث تھا۔ اور ان تمام سے زیادہ ذلیل بھی تھا۔ اس کے خبیث ترین اور ذلیل ترین ہونے کی دلیل اس کا باپ ہے۔ کیونکہ اس کا باپ حرام زادہ تھا۔ جب وہ ذلیل اور خبیث تھا۔ تو بیٹا کب اس سے کم ہوگا۔

☆

Marfat.com

جوابِ دوم

خلافتِ عثمانی میں معزول شدہ عمال کے عزل کا مختصر تذکرہ!

کوفہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کوفہ کے پانچ گورنر رہے جن میں اوّل و آخر دو گورنر غیر اموی تھے۔ دوسرے اموی یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ سب سے پہلے دورِ عثمانی میں کوفہ کی گورنری صحابیٔ رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ کے پاس تھی۔ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور سے اس عہدہ پر کام کرتے چلے آ رہے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ کوفہ کی گورنری سے انہیں معزول کر کے ان کی جگہ سعد بن ابی وقاص کو گورنر بنایا جائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس وصیت کے مطابق جناب مغیرہ کو معزول کر

Marfat.com

دیا۔ اور حضرت سعد کو یہ منصب دے دیا۔ تاریخ شیعہ کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:۔

چوں سہ روز از جلوس عثمان بر مسند خلافت سپری شد سعد بن ابی وقاص را طلب داشت و فرمود عمر بن الخطاب وصیت کرد کہ از پس من ہر کہ زمام خلافت بدست گیرد سعد را کار فرماید پس فرمان کرد کہ مغیرہ بن شعبہ از کوفہ حاضر درگاہ شود۔ وحکومت کوفہ را با سعد بن ابی وقاص مفوض داشت۔

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۳ ص ۵۱۱
ذکر مامور داشتن عثمان بن عفان خویش الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ الکامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ نمبر ۷۹
ذکر عزل مغیرہ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۳۔ تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۶۸
ذکر ایام عثمان بن عفان مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت پر بیٹھے ابھی تین دن گزرے تھے۔ کہ آپ نے سعد بن ابی وقاص کو طلب فرمایا۔ اور کہا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی ہے۔ کہ جو شخص ان کے بعد خلافت کی باگ دوڑ سنبھالے۔ وہ سعد بن ابی وقاص کو گورنر مقرر کردے۔ لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا۔ کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ سے واپس آجائیں

Marfat.com

اور کوفہ کی گورنری حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں۔

شیعہ تاریخ نے یہ واضح کر دیا۔ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی معزولی کسی بدکرداری یا خیانت وظلم کے نتیجہ میں نہ ہوئی تھی۔ بلکہ وقتی بہتری کے تقاضہ کے پیش نظر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وصیت کو جاری فرمایا۔ ان کی معزولی کے بعد جنہیں کوفہ کی گورنری سپرد کی گئی۔ وہ بھی ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ لہذا ایک صحابی گورنر کی معزولی اور دوسرے صحابی کی تقرری کسی طرح بھی قابل اعتراض نہیں ہو سکتی کیونکہ وقت کے تقاضوں کے پیش نظر یہ نصب وعزل ہی مناسب تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب ضرورت پڑی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پھر انہی حضرت مغیرہ بن شعبہ کو دوبارہ ایک اور علاقہ کا والی مقرر کر دیا۔ اگر کسی خیانت و بددیانتی کی وجہ سے ان کی معزولی ہوتی تو دوبارہ تقرری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علاقہ مسقط پر بحیثیت عامل ان کی تقرری اہل تشیع کی کتاب سے ملاحظہ ہو۔

تاریخ یعقوبی:-

فَوَلّٰی عُثْمَانُ حُذَیْفَۃَ بْنَ الْیَمَانِ الْعَبَسِی ثُمَّ صَرَفَہٗ وَوَلّٰی الْمُغِیْرَۃَ بْنَ شُعْبَۃَ۔

(تاریخ یعقوبی ص ۱۶۸ / جلد دوم)

ترجمہ:-

(جب مسقط کا عامل جہاد میں شہید ہو گیا۔) تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن الیمان کو مسقط کا والی مقرر فرمایا۔ پھر انہیں ہٹا کر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مسقط کی گورنری سپرد کی گئی۔

Marfat.com

کیا اہل تشیع حضرت مغیرہ کو جلیل القدر صحابی مانتے ہیں

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی معزولی پر برافروختہ ہونے والوں کی ناراضگی اور اس کو حضرت عثمان غنی پر طعن کا سبب بنانا کہ انہوں نے "جلیل القدر صحابی" کو معزول کر دیا یہ کیا ان کے ہاں حقیقت ہے۔ انہی معترضین کا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مکار اور ملعون تھے۔ (معاذ اللہ) حوالہ دیکھئے۔

منتخب التواریخ:۔

در سنہ چہل و ہشت مغیرہ ابن شعبہ ملعون کہ حاکم کوفہ بود بدرک واصل گردید۔
(منتخب التواریخ باب چہارم ص ۲۱۵)

ترجمہ

۴۸ھ ہجری میں کوفہ کا گورنر مغیرہ بن شعبہ ملعون جہنم میں پہنچ گیا۔ (انتقال ہو گیا۔)

منتخب التواریخ:۔

داویکے از چہار نفری است۔ کہ از مکاران شمردہ شدہ اند معاویہ ابن ابی سفیان و عمرو بن العاص و مغیرہ ابن شعبہ و

زیاد ابن ابیہ۔

(منتخب التواریخ باب سوم ص ۱۴۴)

ترجمہ:۔

مغیرہ ابن شعبہ ان چار مکاروں میں سے ایک ہیں۔ جن کو لوگ فریبی کہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ معاویہ ابن ابی سفیان۔ عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد بن ابیہ۔

ان دو عدد حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مکار اور ملعون سمجھتے ہیں۔ تو ایسے شخص کی معزولی پر انہیں خوشی منانی چاہیئے تھی۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس پرستائش کرنی چاہیئے تھی۔ لیکن جناب مغیرہ کی معزولی کے غم نے انہیں نڈھال کر دیا اور تاقیامت اس پر سر پیٹ رہے ہیں۔ آخر یہ کیا ہے؟ معلوم ہوا انہیں تو حضرت عثمان پر طعن کرنا مقصود ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی معزولی کے

اسباب

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی بحیثیت گورنر کوفہ سے سبکدوشی کے بعد ان کی جگہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا۔ جن وجوہات کی بنا پر حضرت سعد کو معزول کرنا پڑا وہ مختصراً یہ ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کے دور گورنری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیت المال کے خازن تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کچھ رقم بطور قرض لی لیکن وقت آنے پر ادا نہ کر سکے۔ اس وجہ سے دونوں کے درمیان

Marfat.com

تنازع ہوا۔ اس کی اطلاع حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ تو آپ نے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ۲۶ھ میں حضرت سعد کو معزول کر کے ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو گورنر مقرر کر دیا۔ عبد اللہ بن مسعود اپنے عہدے پر ہی رہے۔

ناسخ التواریخ:

و دست آویز حضرت عثمان در عزل سعد بن ابی وقاص ایں بود کہ ہنگام حکومت سعد در کوفہ عبد اللہ بن مسعود حامل بیت المال آں بلدہ بود و سعد برسم قرض مبلغی از بیت المال ماخوذ داشتہ در اداۓ آں کار بمسامحت و مساھلت می گزاشت چندانکہ میان ابن مسعود و او کار مناظرہ و مشاجرہ انجامید ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص برادرزادہ سعد حاضر مجلس بود گفت دریغ میخورم کرمیان دو تن از صنادید اصحاب رسول خداۓ صلی اللہ علیہ وسلم از بہر حطام دنیوی کر یشمنرے نیز زد کار بمبارات و معادات رود و بزلال نصیحت آتش خشم ایشا نرا فرو نشاند۔
پس عبد اللہ بن مسعود از مجلس بیرون شد و جماعتی براۓ اخذ وجوہ بیت المال درمیانہ میانجی ساخت و سعد اداۓ آں دین را مہلتے مقرر داشت چوں ایں قصہ بعثمان برداشتند ابن مسعود را برسر عمل باز داشت و سعد را از عمل باز کردہ بسوۓ مدینہ طلب فرمود۔ ولید بن عقبہ را کہ ایں وقت عامل جزیرہ بود مکتوب کرد کہ بکوفہ رود و امارت آں ولایت را خاص خویش داند۔

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۳ ص ۲۲۳ ذکر وقائع سال بیست و پنجم مطبوعہ تہران)

(۲۔ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۶۵ مطبوعہ بیروت۔ جدید)

(۳۔ الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۸۲ ذکر عزل سعد عن الکوفہ مطبوعہ بیروت جدید)

Marfat.com

ترجمہ:۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ ان کی (سعد) گورنری کے دوران کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیت المال کے عامل تھے۔ حضرت سعد نے ان سے کچھ رقم بطور قرض لی لیکن اس کی ادائیگی میں کچھ تاخیر سے کام لیا۔ حتیٰ کہ دونوں کے درمیان مناظرہ اور اختلاف رونما ہو گیا۔ مجلس میں حضرت سعد کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بھی موجود تھے۔ کہنے لگے افسوس ہے کہ تم جیسے دو عظیم صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم محض دنیوی ٹکوں کی خاطر آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے ہیں۔ نصیحت کے میٹھے پانی سے ان کی باہمی رنجش کو بجھانے کی کوشش کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مجلس سے باہر چلے گئے۔ اور بیت المال کی رقوم کی واپسی کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دی۔ ادھر حضرت سعد نے قرض کی ادائیگی کے لیے مہلت طلب کر لی۔ جب یہ قصہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو اسی عہدہ پر مقرر رکھا۔ اور جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلوا لیا۔ جزیرہ کے عامل ولید بن عقبہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ اور تحریر لکھ دی۔ کہ کوفہ جا کر اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

یہ تھے مختصر اسباب جن کی بنیاد پر حضرت سعد بن ابی وقاص کی معزولی عمل میں آئی۔ ان میں کوئی بھی حسد اور عناد کار فرما نہیں۔ بلکہ ایک وقتی مصلحت کے پیش نظر یہ سب کچھ ہوا۔ قرض کی بر وقت ادائیگی نہ کرنے سے ان کے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے درمیان جو اختلاف رونما ہو چکا تھا۔ اُسے کنٹرول کرنے کے لیے یہ قدم ضروری تھا۔ تاکہ لوگوں کا بیت المال پر اعتماد بحال رہ سکے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص پر نہ تو غبن کا کوئی الزام

Marfat.com

لگایا گیا۔ اور نہ ہی کسی پر زیادتی اور ظلم کی شکایت تھی۔ یہ الزام لگایا بھی کیسے جاتا۔ کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ صرف ایک موہوم فتنہ کو دبانے کی خاطر یہ اصلاحی قدم اٹھایا گیا۔

ولید بن عقبہ اگرچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اخیافی بھائی ہے۔ لیکن اس کی تقرری اقرباء پروری کے ضمن میں نہیں آتی۔ کیونکہ حضرت فاروق اعظم کے دور سے ہی یہ شخص جزیرہ کا عامل چلا آ رہا ہے۔ اس کی تقرری حضرت عثمان نے نہیں کی تھی۔ صرف تبادلہ حضرت عثمان نے کیا۔ ہم گزشتہ اوراق میں یہ امر ثابت کر چکے ہیں۔ کہ عامل کی تقرری اور معزولی کا اختیار خلیفہ کو ہوتا ہے۔ اور اس اختیار کو استعمال کرنے پر انہیں موردالزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ یہاں تو صرف ایک جگہ سے دوسری جگہ تبادلہ ہی کیا گیا۔ کیا معترضین اس کو بھی قابل طعن گردانتے ہیں۔ بہرحال اس تبادلہ کی وجہ تاریخ کے اوراق میں ثابت ہے۔

کامل ابن اثیر:۔

وَقَدِمَ الْكُوفَةَ وَالِيًا عَلَيْهَا وَاَقَامَ عَلَيْهَا خَمْسَ سِنِيْنَ وَهُوَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلٰى اَهْلِهَا۔

ترجمہ:۔

جب ولید بن عقبہ کوفہ کا گورنر بن کر آیا۔ تو وہاں پانچ سال تک اس عہدے پر رہا۔ اور یہ شخص اہل کوفہ کی نظر میں بہت محبوب تھا۔

(کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ نمبر ۸۲ ذکر عزل سعد عن الکوفہ ولایۃ ولید بن عقبہ)

اس کے علاوہ جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ شخص مذکور نااہل تھا۔ اور حضرت عثمان غنی نے صرف اپنی برادری کے لحاظ سے اسے عامل مقرر کیا تھا۔ یہ اعتراض بھی ایسا ہے۔ کہ

Marfat.com

تاریخ کی ورق گردانی اسے غلط اور لغو قرار دیتی ہے۔ جس کی تفصیل عنقریب ایک مستقل فصل میں آرہی ہے:۔

ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص کی معزولی کے اسباب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۲۹ھ میں اہل کوفہ نے ولید بن عقبہ پر الزام لگایا۔ کہ شراب نوشی کرتا ہے۔ لہٰذا اس شکایت پر حضرت عثمان نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ سعید بن العاص کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ لیکن اہل کوفہ نے ان کے خلاف بھی پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ ان کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو عامل مقرر کیا گیا۔ جو شہادتِ حضرت عثمان تک اور اس کے بعد بھی یہاں کے عامل رہے حوالہ ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:۔

آنگاہ ابو موسیٰ اشعری را بحکومت کوفہ فرستاد۔

(ناسخ التواریخ جلد ۳ ص ۲۳۲)

ترجمہ:۔

سعید بن العاص کی معزولی کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری کو کوفہ کا گورنر مقرر کر کے وہاں بھیجا گیا۔

ثابت ہوا کہ:۔

کوفہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جن عمال کی تقرری کی یا معزولی کا حکم صادر فرمایا۔ ان میں سے دو (ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص کی تقرری اموی خاندان

سے ہوئی۔ اور بقیہ تین یعنی مغیرہ بن شعبہ، سعد بن ابی وقاص اور ابو موسیٰ اشعری غیر اموی تھے اس حقیقت حال کو سامنے رکھ کر ہر شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہاں تک اپنوں کو عہدوں سے نوازا اور غیر رشتہ داروں کے لیے کہاں تک دروازے بند کر دیئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان پر اقربا پروری کا الزام محض حسد اور کینہ کی پیداوار ہے۔ سچائی اور حقیقت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

بصرہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری کی معزولی کے اسباب

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں بصرہ کے گورنر مقرر ہوئے تھے۔ ان کی تقرری دورِ عثمان کی نہیں۔ اہل بصرہ عادی طور پر شر پسند اور تخریب کار لوگ تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تو ان کی شرارت دبی رہی۔ کیونکہ فاروقی رعب و دبدبہ ان پر حاوی تھا۔ لیکن دورِ عثمانی میں جب وہ بات نہ رہی۔ تو اہل بصرہ نے پرانی روش اپنانی شروع کر دی۔

حضرت ابو موسےٰ اشعری کے خلاف باتیں ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی بردباری اور حلم سے کام لے کر ابو موسیٰ اشعری کو معزول کر دیا تاکہ اہل بصرہ کی زبانیں بند ہو جائیں۔ ان کی معزولی میں کسی خیانت بددیانتی کا کوئی دخل نہ تھا اور نہ ہی یہ بات تھی۔ کہ ان کو معزول کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے کسی رشتہ دار کو وہاں کا گورنر مقرر کرنا چاہتے تھے۔ تاریخ شیعہ سے اس کی شہادت سنیئے۔

روضۃ الصفا:۔

ودر خلال ایں احوال مردم بصرہ از والیِ خویش ابو موسیٰ اشعری کہ از مدت مدید

Marfat.com

حکومت انجا باو بود شکایت کردند بنا براں معزول گشت۔

(روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۷۶۷)

ترجمہ:-

ان حالات میں بصریوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی شکایتیں کرنا شروع کردیں۔ جو ایک لمبی مدت تک بصرہ کے گورنر رہے تھے۔ ان شکایات کی بنا پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کردیا۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی معزولی ۲۸ھ میں ہوئی۔ ان کی جگہ حضرت عثمان نے اپنے خالہ زاد بھائی عبداللہ بن عامر کو گورنر مقرر کیا۔ حضرت عثمان کی شہادت کے وقت بھی یہ گورنر تھا۔ لیکن اس تقرری میں حضرت عثمان غنی کو اقربا پروری ہرگز مقصود نہیں تھی۔ اور یہ کہنا کہ صحابی رسول کو معزول کر کے اپنے خالہ زاد بھائی کو گورنر بنانا غلط تھا۔ خود ہی غلط ہے۔ رہا یہ کہ یہ عبداللہ بن عامر نااہل تھا۔ امور سلطنت سے ناآشنا تھا۔ تو اس کا تفصیلی رد اگلے صفحات پر آرہا ہے۔ لہٰذا محض رشتہ دار ہونے کی وجہ سے حضرت عثمان پر اقربا پروری کا الزام اور خود عبداللہ بن عامر کو نااہل قرار دینا جس کی کوئی دلیل نہ ہو۔ کون ذی عقل ایسا الزام لگاتا ہے۔ اور کون صاحب خرد اس قسم کے الزامات کی طرف دھیان دیتا ہے۔ اسی عبداللہ بن عامر کی فتوحات پر تاریخ شاہد ہے۔ جو اس کی امور سلطنت میں اس کی بصیرت کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔

یہ بھی ذہن نشین رہے۔ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے معزولی پر جو آخری خطاب اہل بصرہ سے کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ انہیں اس معزولی سے کوئی ناراضگی نہ تھی۔ اور اپنی جگہ نئی تقرری پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ بلکہ نئے گورنر کی آمد ان الفاظ سے بیان کی۔

تاریخ یعقوبی:-

فَلَمَّا بَلَغَ اَبَا مُوْسٰی وَلَایَةُ عَبْدِ اللّٰهِ

Marfat.com

بْنَ عَامِرٍ قَامَ خَطِيْبًا فَحَمِدَ اللهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ وَصَلّٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ ثُمَّ قَالَ قَدْ جَآءَكُمْ غُلَامٌ كَثِيْرُ الْعَمَّاتِ وَالْخَالَاتِ وَالْجَدَّاتِ فِيْ قُرَيْشٍ يُفِيْضُ عَلَيْكُمُ الْمَالَ فَيْضًا۔

(تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۶۶ طبع

بیروت جدید)

ترجمہ:۔

جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا۔ کہ میری جگہ عبد اللہ بن عامر گورنر بن کر آ رہا ہے۔ تو آپ نے اہل بصرہ کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ اللہ کی تعریف و ثناء اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر صلوٰۃ وسلام کے بعد تمہارے پاس ایک نوجوان گورنر آ رہا ہے۔ جو قریشی ہے۔ اس کی چچیاں پھوپھیاں اور دادیاں بکثرت ہیں۔ وہ تم پر پانی کی طرح مال بہائے گا۔

نوٹ:۔

تاریخ کی اکثر کتب میں "کریم العمات الخ" کے الفاظ آئے ہیں۔ جن کا معنی ہے۔ کہ اس کی چچیاں وغیرہ نہایت سخی عورتیں ہیں لیکن تاریخ یعقوبی کے مصنف نے اپنی شیطنت سے اِسے تبدیل کر کے "کثیر العمات" لکھ دیا۔ بہر حال حضرت ابو موسیٰ اشعری سے حضرت عثمان کو کوئی ناراضگی نہ تھی۔ بلکہ ایک وقتی مصلحت اور اصلاح کی خاطر ایسا کیا گیا۔ یہی ابو موسیٰ اشعری ہیں کہ جنہیں انہی حضرت عثمان غنی نے حالات کا جائزہ لے کر کوفہ کی گورنری دوبارہ دی تھی جو شہادت عثمان کے بعد بھی جاری رہی۔ حوالہ کے لیے ناسخ التواریخ جلد ۳ ص ۲۳۲- اور تاریخ یعقوبی ص ۱۷۶/ کو دیکھ لیا جائے۔

مِصر

حضرت عمرو بن العاص رضؓ کی معزولی کے اسباب

سیدنا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی مصر کے گورنر مقرر ہو چکے تھے۔ مصر وہ جگہ تھی کہ مملکت اسلامیہ کی اس سرحد کے ساتھ ساتھ غیر مسلمان حکومتیں تھیں۔ جن کے ساتھ ہر وقت جذبہ جہاد کے ساتھ روابط رکھنے ضروری تھے۔ آئے دن رومیوں کے ساتھ جھڑپیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ ۲۵ھ میں حضرت عثمان غنی ذوالنورین نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اسکندریہ پر حملہ کر کے اسے فتح کرنے کے لیے مامور فرمایا۔ یہ شہر پہلے ایک مرتبہ مسلمانوں کے زیر تصرف آچکا تھا۔ لیکن رومی بادشاہ قسطنطین نے دوبارہ حاصل کر لیا تھا۔ عمرو بن العاص کی روانگی پر وہاں کے انتظامی امور کی انجام دہی کے لیے کسی باشعور اور صاحب فراست شخص کی ضرورت تھی۔ جو لوگوں سے خراج کی وصولی کرتا اور پھر بیت المال کی حفاظت بھی کرتا۔ اس کام کے لیے حضرت عثمان غنی نے جناب عبداللہ بن ابی سرح کو مقرر فرمایا۔ جو رشتہ کے اعتبار سے ان کے رضاعی بھائی تھے۔ انہوں نے اپنی تقرری کے بعد بیت المال کے نظام کو بڑے احسن

Marfat.com

طریقہ سے چلایا۔حتی کہ مصر کا خزانہ بھر گیا۔اس کا تذکرہ ان کی سیرت و کردار کے باب میں کریں گے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اسکندریہ کی فتح سے واپس پلٹے۔یہ پہلے سے ہی مصر کے گورنر چلے آرہے تھے۔لیکن اب عبداللہ بن ابی سرح کے ہاتھ میں بیت المال کا کنٹرول آنے سے دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔جس کے نتیجے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جناب عمرو بن العاص کو معزول کر دیا۔

اور ان کی جگہ عبداللہ بن سرح کو گورنر کر دیا۔عبداللہ بن ابی سرح کے فتح افریقہ کی صورت میں کارہائے گرانمایہ سامنے آچکے تھے۔ملک کے حالات پر کنٹرول کرنا بھی بخوبی جانتے تھے۔لہذا ان خوبیوں کے پیش نظر حضرت عثمان غنی نے اپنی رائے اجتہاد سے ان کی تقرری کا فیصلہ فرمایا۔اسی بات کی تائید و تصدیق کتب شیعہ میں یُوں موجود ہے۔

ناسخ التواریخ:۔

عبداللہ بن ابی سرح و نام ابی سرح حسام است ہو حسام بن الحارث حبیب بن جذیمہ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی بفرمان عمر بن الخطاب در بلدہ فیوم کارگزار بود ایں وقت مردم مصر بعثمان بن عفان مکتوب کردند کہ قسطنطین بادشاہ روم منویل خصی را بالشکر باسکندریہ فرستاد تا آں بلدہ را دیگر بارہ فرد گرفت صواب چناں می نماید کہ عمرو بن العاص برحسب فرمان بہ اسکندریہ تاختن کند۔و دفع دشمن فرماید لاجرم عثمان فرمان کرد تا عمرو بن العاص طریق اسکندریہ گرفت و بالشکر روم رزمہائے نیکو داد اسکندریہ را از دشمن تہی ساخت ہم چناں از طرف دیگر عثمان عبداللہ بن سعد بن ابی سرح را فرمان کردہ کہ بمصر آمد۔خراج خاص او باشد و عمرو بن العاص در نظم مملکت و صیانت

Marfat.com

ملک روزگار برد۔

منشور عثمان را در فیوم بعبد اللہ بن سعد آوردند و او برائے نظم فیوم و اطراب مردی از قبل خود بگماشت و طریق فسطاط مصر برداشت و در فسطاط بود تا اسکندریہ کشادہ شد و عمرو بن العاص مراجعت نمود چوں بقانون است کہ دو شمشیر در یک نیام و دو شیر در یک کنام راست نیائید۔ میان عمرو بن العاص و عبد اللہ بن سعد کار بمعادات و مبارات کشید و ہر دو در کار یک دیگر خلل ہمی کردند و ثلمہ انداختند و نبزدیک عثمان شکایت و سعایت نگاشتند ایں ہنگام عثمان عمرو بن العاص را یکبار از حکومت مصر معزول ساخت و فرمان گزاری مصر و اسکندریہ را گوش تا گوش با عبد اللہ بن سعد گزاشت۔

(ناسخ التواریخ حالات خلفاء جلد ۳ ص ۱۲۰)

ترجمہ:۔

عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح بن حارث بن جلیب بن خذیمہ بن نصر بن مالک بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان سے شہر فیوم میں عامل تھے۔ کہ اہل مصر نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ (اے امیر المومنین) شاہ روم قسطنطین نے چڑھائی کر کے اسکندریہ دوبارہ حاصل کر لیا ہے۔ آپ عمرو بن العاص کو اسکندریہ فتح کرنے کے لیے روانہ فرمائیں۔ تو یہ بہت نیک شگون ہوگا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی عمرو بن العاص کو اسکندریہ پر لشکر کشی کا فرمان جاری کر دیا۔ اُدھر عبد اللہ بن سعد کو مصر میں آ کر خراج وصول کرنے کی ڈیوٹی پر قائم ہو جانے کا حکم دیا۔ اور ملک کا دوسرا انتظام و انصرام عمرو بن العاص کو ہاتھ میں لینے کا

Marfat.com

فرمان جاری کیا۔

عبداللہ بن سعد فیوم میں کسی اور کو اپنی جگہ مقرر کر کے مصر میں آئے۔ اور وہاں کا انتظام سنبھال لیا۔ عمرو بن العاص اسکندریہ فتح کر کے واپس ہوئے چونکہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں اس لیے دونوں کے مابین کشاکشی پیدا ہو گئی۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے عمرو بن العاص کو معزول کر دیا۔ اور عبداللہ بن سعد کو مصر اور اسکندریہ کا مستقل عامل بنا دیا۔

روضۃ الصفاء:۔

دہم در اوائل حکومت فرمود کہ اخذ خراج مصر تعلق بعبداللہ بن سعد بن ابی سرح باشد و عمرو بن عاص بلشکر کشی و سروری سپاہ آمد بار قیام نماید و در امر مال دخل نہ کنند و بعد از چند گاہ عثمان عبداللہ بن رافع را با سپاہ جرار بمدد عبداللہ و عمرو عاص فرستادہ پیغام داد کہ اعیانِ اسلام لشکر بجانب افریقیہ و اندلس گشتند و خواطر بر فتح آں بلاد مقصود دارند و ایشاں بموجب فرمودہ عمل نمودہ بفتح بلدان و اخذ غنایم رایتِ افتخار و مباہات باوج سمٰوٰت رسانیدند و چوں عمرو بن عاص را داعیہ آں بود کہ بیت المال نیز در تصرف او باشد با عبداللہ شیوہ معادات و رزیدہ در معاونت و مظاہرت او تجاہل و تغافل می نمود و عبداللہ ایں معنی را معلوم کردہ مکتوبی مشتمل بر شکایت او بعثمان فرستاد و از موقف حکومت حکم بعزل عمرو بن عاص صادر شدہ امر حرب و سرداری لشکر نیز بعبداللہ تعلق گرفت۔ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۶۷۴

ترجمہ:۔

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اوائل حکومت میں فرمایا کہ مصر کا خراج عبداللہ بن سعد بن ابی سرح سے متعلق ہوگا۔ اور عمرو بن العاص لشکر کشی اور سپاہ گری پر متعین ہوں گے۔ بیت المال سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے عبداللہ بن رافع کو حضرت عمرو کی امداد کے لیے بھیجا۔ چنانچہ ان دونوں نے مل کر افریقہ اور اندلس پر چڑھائی کردی۔ اور اسلامی فتوحات کا غلغلہ آسمانوں تک پہنچا دیا۔ حضرت عمرو بن العاص چاہتے تھے کہ بیت المال بھی میرے قبضے میں رہے اس سلسلے میں حضرت عمرو بن العاص نے عبداللہ بن سعد کے ساتھ کچھ جھگڑا بھی کیا اور ان کے ساتھ تعاون میں کچھ نرمی بھی اختیار کی۔ عبداللہ بن سعد کو جب اس بات کا علم ہوا تو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس ان کے متعلق شکایات ارسال کیں۔ لہٰذا عمرو بن العاص حکومت سے معزول کر دیے گئے۔ (اور ان کی جگہ عبداللہ حاکم ہوئے۔) اس کے ساتھ ہی سپہ سالاری اور جنگی انتظامات بھی عبداللہ بن سعد کے سپرد کر دیے گئے۔

پھر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تک عاملِ مصر رہے اور بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آخری وقت عبداللہ بن سعد کی جگہ عمرو بن العاص کو دوبارہ مقرر کر دیا تھا۔

بہرحال ایک بات جو ہم قارئین کرام پر واضح کرنا چاہتے وہ یہ ہے کہ اہل تشیع کے نزدیک حضرت عمرو بن العاص معاذ اللہ قابلِ طعن و ملامت ہیں۔ ان کی کتابیں ایسے گندے مواد سے لبریز ہیں۔ بالفرض اگر وہ ایسے ہی تھے جیسے شیعوں کا گمان فاسد ہے۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر کے کونسا جرم کیا؟ اور اگر وہ بالکل ٹھیک ٹھاک

Marfat.com

تھے۔ پھر تو انہیں معزول کرنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے زیبا نہیں تھا۔ تو پھر شیعہ لوگ عمرو بن العاص کو موردِ طعن کیوں ٹھہراتے ہیں۔؟ ع

اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جسے جہاں مناسب سمجھا عامل بنا دیا۔ اور یہ بات خلیفۂ وقت کے لیے معیوب نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ عبداللہ بن سعد کو آپ نے اپنا رضاعی بھائی ہونے کی وجہ سے امیر و سالار بنا دیا ورنہ وہ اس منصب کے اہل نہیں تھے تو یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ آئندہ فصل میں دورِ خلافتِ عثمانی کے عاملین کی سیرت و کردار پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ قارئین پر یہ بات عیاں ہو جائے گی۔ کہ آپ کے عاملین خصوصاً عبداللہ بن سعد کن کن خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔

Marfat.com

جواب سوم

دور عثمانی میں اموی عمال کی اہلیت اور کارکردگی

گذشتہ اوراق میں طعن مذکور کے جواب میں اس امر کو پیش نظر رکھا گیا تھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور کے تمام عمال ان کے اپنے خاندان سے متعلق نہ تھے۔ اگر تھے تو وہ بھی گنے چُنے اور وہ بھی ایسے کہ ان میں اکثر کی تقرری حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے سے پہلے دورِ فاروقی میں ہو چکی تھی۔ اور جن نئے عمال کو حضرت عثمان نے ذمہ داریاں سونپیں۔ وہ تمام عمال کا نصف بھی نہ تھے۔ اس پہلے طعن مذکور کا وہ حصہ کہ جس میں یہ کہا گیا تھا۔ کہ حضرت عثمان نے اپنے دور میں اپنے عزیز و اقارب کو زیادہ مناصب عطا کئے تھے۔ اس کا جواب تفصیلی ہو چکا ہے۔

اب اسی طعن کے دوسرے رُخ کی طرف ہم متوجہ ہو رہے ہیں۔ وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اپنے خاندان کے مقرر کردہ عمال نا اہل تھے۔ کاروبار حکومت سے نا آشنا تھے۔ ان کی نا اہلی اور لاعلمی نے مملکت اسلامیہ کو تباہی کے کنارے پر لا کھڑا کیا۔ اور ان کی ہی وجہ سے حضرت عثمان کو شہادت تک پہنچنا پڑا۔ لہٰذا اس فصل میں ان عمال کی اہلیت کا ذکر کریں گے۔ ان کی کارکردگی پر ایک نظر ڈالیں گے۔ اور اس سلسلہ میں دونوں طرف کی کتب سے حوالہ جات پیش کئے جائیں گے۔

Marfat.com

دور عثمانی کے اموی عامل اول کے گورنر کوفہ ولید بن عقبہ کی سیرت

ولید بن عقبہ کے محامد

ام حکیم کہ زوجۂ کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف است وام حکیم مادر اروی بنت کریز مذکور است۔ واروی مادر عثمان بن عفان و ولید بن عقبہ است۔

منتخب التواریخ (شیعہ)
ص ۲۹، ۳۰ باب اول درحالات
اولاد عباس الخ مطبوعہ
تہران طبع جدید۔

ترجمہ:

"ام حکیم" کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف کی بیوی ہے یہی ام حکیم اروی بنت کریز کی ماں ہے۔ اور اروی (جو کہ ام حکیم کی بیٹی ہے) حضرت عثمان غنی اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما کی والدہ ہے۔

تہذیب التہذیب:

قَالَ ابْنُ سَعْدٍ مُیکَنّٰی اَبَا وَهْبٍ اَسْلَمَ یَوْمَ الْفَتْحِ بَعَثَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

Marfat.com

وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَلٰی صَدَقَاتِ بَنِی الْمُصْطَلِقِ
وَوَلَّاہُ عُمَرُ صَدَقَاتِ بَنِیْ تَغْلِبَ وَ
وَلَّاہُ عُثْمَانُ الْکُوْفَۃَ .... وَکَانَ مِنْ
رِجَالِ قُرَیْشٍ ظَرْفًا وَحِلْمًا وَشُجَاعَۃً وَ
اَدَبًا وَکَانَ شَاعِرًا شَرِیْفًا۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر
عسقلانی۔ جلد ۱۱ ص ۱۴۲ حرف الواؤ
مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

ابن سعد نے کہا۔ کہ ولید بن عقبہ کی کنیت ابو وہب تھی۔ فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنی المصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا عامل بنایا تھا۔ ... خاندان قریش سے متعلق تھے۔ خوش طبعی، بردباری شجاعت اور ادب میں اپنے خاندان کے معزز افراد میں سے تھے۔ اور شریف الطبع ہونے کے ساتھ شاعر بھی تھے۔

ولید بن عقبہ کی فتوحات

سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری سونپی۔ تو کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت عثمان کو اطلاع ملی۔ کہ آذر بائیجان کے لوگوں نے بغاوت کر دی ہے۔ اور مملکت اسلامیہ کے مقرر کردہ لوگوں کو زکوٰۃ دینے سے انکار

Marfat.com

کر دیا ہے۔ اس خبر کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ گورنر کوفہ کو لکھا کہ اس بغاوت کو ختم کر دو، اور ان باغیوں کو پھر سے سلام کی اتباع اور خلیفہ کی اطاعت پر لانے کی کوشش کرو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس حکم کے ملتے ہی کوفہ کے مذکور گورنر نے ان باغیوں کے خلاف سخت قدم اٹھایا۔ بالآخر باغیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی تصدیق تاریخ شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:۔

بالجملہ در بدءِ حکومت ولید بن عقبہ در کوفہ خبر بعثمان آورد کہ مردم آذربائیجان سراز فرمان برتافتند وآں خراج کہ عمر ابن الخطاب بر ایشاں نہادہ بود باز گرفتند با آنکہ عمر شش ہزار مرد مبارز برائے حفظ ثغور واخذ خراج در آذربائیجان باز داشتہ بود۔ چوں ایں خبر بعثمان رسید۔ ولید بن عقبہ را مکتوب کرد کہ با لشکر فراواں تسخیر آذربائیجان را تصمیم عزم دہد پس ولید عرض لشکر دادہ راہ برگرفت ہمانا در بعض از کتب تواریخ مسطور است کہ شش ماہ بعد از خلافت عثمان مردم ہمدان بیوفائی کردند۔ و عثمان فرمان کرد تا منیرہ بن شعبہ لشکر بہمدان برد۔ و مردم آں بلاد را بتحت فرمان آورد۔ و ایں سخن استوار نیفتاد۔ چہ عثمان روز سیم خلافتِ عثمان خویش سعد را بکوفہ فرستاد و منیرہ را معزول ساخت پس فتح ہمدان نیز بدست ولید بن عقبہ بپائے رفت۔ و با ایشان کار بمصالحہ کرد۔ واز آں جا طریق آذربائیجان گرفت۔ مردم آں مملکت نیز جنگ عرب ناآزمودہ داشتند و دانستہ بودند کہ بآں جماعت زور منازعت بیروں شدن باد بچنبر بستن وکوہ بناخن خستن است ناچار از در مصالحت ومسالمت درآمدند وکار بصلح کردند۔ وآں خراج وجزیت

کہ اندیش برایشاں بستہ بودند بر دفت نہادند۔ پس ولید بن عقبہ دد آذربائیجان بنشست، و بہمان قانون کہ با حذیفہ الیمان عہد بستہ بودند اخذ خراج نمود و سلیمان بن زبیع باھلی را با دوازدہ ہزار دو لشکری گسیل ارمینیہ داشت تا بر بعضی از اراضی آں مملکت تاختن برد و اموال فراواں بغنیمت گرفت و اسیران بسیار بدست کرد۔ وبآذربائیجان شدہ بولید بپیوست۔

۱۔ ناسخ التواریخ خلفاء جلد ۳ صہ ۱۲۳-۱۲۴ حکومت ولید بن عقبہ در کوفہ۔ مطبوعہ تہران جدید۔
۲۔ البدایہ والنہایۃ جلد ۷ صہ ۱۴۹ سنۃ اربع وعشرین۔ مطبوعہ مصر۔
۳۔ تاریخ طبری صہ ۴۵ جلد ۵، واقعات ۲۴ھ۔

ترجمہ۔

مختصر یہ کہ ولید بن عقبہ کے عامل کوفہ بننے کے بعد ابتدائی دنوں میں ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک لوگوں نے یہ خبر پہنچائی۔ کہ آذربائیجان کے عوام نے بغاوت کر دی ہے۔ اور خراج کی رقم جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان پر مقرر کی تھی۔ وہ انھوں نے خود اپنے قبضہ میں لے لی ہے۔ باوجود اس کے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ ہزار مجاہدین سرحد کی حفاظت اور ان سے خراج وصول کرنے کے لیے مقرر فرما رکھے تھے۔ جب یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی تو انھوں نے ولید بن عقبہ گورنر کوفہ کو تحریری حکم بھیجا کہ ایک بہت بڑا لشکر لیکر آذربائیجان کو شکست دیجائے۔ اس حکم کے ملنے پر ولید بن عقبہ ایک بڑا لشکر لیکر آذربائیجان کیطرف روانہ ہوگیا۔

Marfat.com

بعض تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے "کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ ماہ بعد ہمدان کے لوگوں نے بیوفائی کی۔ حضرت عثمان نے جناب مغیرہ بن شعبہ کو حکم دیا کہ ہمدان پر چڑھائی کی جائے اور اس کے باغیوں کو ہتھیار ڈلوا کر اطاعتِ امیر پر آمادہ کیا جائے۔"

(مولف کتاب ہذا کہتا ہے) لیکن مجھے اس بات سے اتفاق نہیں کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالنے کے تیسرے دن بعد حضرت سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر بنا کر حضرت مغیرہ کو معزول کر دیا تھا۔ لہٰذا فتح ہمدان (حضرت مغیرہ کی بجائے) ولید بن عقبہ کے ہاتھوں ہی ہوئی اور ان باغیوں نے ولید کے ساتھ ہی معاہدہ اور صلح کی تھی۔ اس کو فتح کرنے کے بعد ولید بن عقبہ آذربائیجان کی طرف بغاوت کو سر کرنے کے لیے چل پڑا۔

آذربائیجان کے باشندے اچھی طرح جانتے تھے کہ عربوں کے ساتھ لڑنا کیسا مشکل کام ہے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے ساتھ محاذ آرائی اور مقابلہ کرنا ہوا کو رسی سے باندھنا اور پہاڑ کو ناخن سے چھیلنے کے مترادف ہے۔ مجبوراً جنگ بندی اور صلح پر آمادہ ہو گئے اور وہ خراج اور جزیہ جو اس سے قبل اُن پر مقرر تھا اُسے دینے پر راضی ہو گئے۔ اس صلح کے بعد ولید بن عقبہ وہیں آذربائیجان میں ٹھہر گئے اور ان سے حضرت حذیفہ الیمان کے قانون کے مطابق جزیہ وصول کرتے رہے۔ سلمان بن ربیعہ باہلی کو ولید بن عقبہ نے بارہ ہزار کا لشکر جرار دیکر آرمینیہ کی طرف روانہ کر دیا انہوں نے آرمینیہ کی کچھ زمین پر قبضہ کر لیا اور بہت سا مال بطور غنیمت اکٹھا کیا۔ کافی تعداد میں لوگوں کو قیدی بنایا اور اس کامیابی کے ساتھ واپس ولید بن عقبہ کو ملا۔

مزید فتوحات

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب انتقال فرما چکے تو اہلِ روم نے مسلمانوں کیخلاف

لڑنے کیلئے ایک بڑے لشکر کو تیار کر لیا۔ رومی بادشاہ قسطنطین نے ایک بڑے بہادر اور جنگ جو مرزوان نامی شخص کی زیرِ قیادت بیس ہزار کا لشکر اس غرض سے ترتیب دیا کہ ان کو لیکر مرزوان عربوں کو مطیع بنائے۔ اس بات کا جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو انھوں نے تمام صورت حالات حضرت عثمان کو لکھ بھیجی اور خود حبیب بن مسلم کو فرمایا کہ دو ہزار سوار اور دو ہزار پیدل لشکر کو لیکر رومیوں سے مقابلہ کرو۔ ادھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اطلاع ملنے پر ولید بن عقبہ کو لکھا کہ دس ہزار جنگ جو مردوں کو حضرت امیر معاویہ کے پاس بھیج دے تاکہ رومیوں سے خاطر خواہ مقابلہ کیا جا سکے۔ ادھر خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سلمان بن ربیعہ باہلی کی زیرِ قیادت دس ہزار کا لشکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدد کیلئے ارسال فرمایا۔ جب یہ دونوں لشکر پہنچے تو اس سے پہلے ہی رومیوں نے شکست قبول کر لی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حاصل شدہ مال غنیمت دونوں لشکروں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک اور حکم یہ تھا کہ ولید بن عقبہ اپنے لشکر کو لیکر دوسرے مقرر کردہ علاقہ جات کو زیرِ نگیں کرنے کے لیے روانہ ہو جائے۔ اس کی تفصیل تاریخ (شیعہ) سے ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ

چوں مرزبان و لشکر روم بدست حبیب بن مسلم شکستہ شد و خبر بعثمان بن عفان بردند سلمان بن ربیعہ باہلی را منشور فرستاد کہ اکنوں کہ جنگ روم پرداختہ شد طریق مملکت ارمینیہ می سپار۔ و آں اراضی را بتحت فرمان می دار۔ پس برحسب فرمان با آں سپاہ کہ از کوفہ برآوردہ بود بجانب ارمینیہ کوچ دار۔ چوں مردم آں مملکت آہنگ عرب بدانستند عظیم درہول و ہرب افتادند۔ و پناہندہ معلقہائے سخت و حصارہائے استوار گشتند و گروہے بجانب بیشہ ہا و درہ ہا گریختند و با یکدیگر ہمی گفتند کہ ایں لشکر کہ آہنگ ما کردہ از آسمان فرود آمدہ اند۔ با ایشاں مقابلہ نتواں کرد و طریق

Marfat.com

مقاتلہ نتواں سپرد چہ تیغ وتبر در تن ایشاں کارگر نیست چہ از بس خبر نصرت عرب وظفر مندی ایشاں را در جنگہا اصغا بودند گمان داشتند کہ ایں جماعت را خداوند از برائے فتح بلاد از آسمان فرستاد۔

بالجملہ سلمان کوچ بر کوچ تا بشہر بیلقان تافتن برد و در عرض راہ بستی قلعہ ہا وقصبہ ہا بگشود و بسیار کس بکشت و اسیر گرفت مردم بیلقان اورا پذیرہ شدند و علف و آذوقہ بلشکرگاہ آوردند۔ وخراج بر ذمت نہادند۔ پس سلمان از آنجا کوچ دادہ بشہر برذعہ آمد مردم آں بلدہ نیز امان طلبیدند وکار بمصالحہ کردند۔ از آنجا نیز درہم ودینار فراواں بگرفت وبر لشکر قسمت کرد وبے توانی بجانب باجروان روان شد مردم آں شہر نیز کار بصلح کردند۔ وخراج بر گردن نہادند۔ واز آنجا بشہر شروان آمدند ودر ظاہر آں بلدہ لشکرگاہ کرد فرمانگزار شروان کس بدو فرستاد ولز در مصالحت ومسالمت بیروں شد وخراج بداد سلمان از آنجا بمسقط آمد وملوک طبرستان ودیلمانرا طلب داشت ہمگاں اورا اجابت کردند۔ رنزد وے آمدند وخراج آں مملکت بدادند۔ آنگاہ سلمان آں ملوک را بولایت خویش باز پس فرستاد واز آنجا بشہر شابران عبور داد دریں وقت خاقان باسی صد ہزار مرد در آں اراضی لشکرگاہ داشت چوں خبر سلمان بن ربیعہ ولشکر عرب بشنید طریق ہزاں بیش داد بزرگاں درگاں گفتند اے بادشاہ باسی صد ہزار مرد لشکر از دہ ہزار تن مرد عرب بہزیمت میروی۔ گفت شما ندانید ایں لشکر از آسمان فرود شدہ اند۔

۱۔ ناسخ التواریخ الخلفاء جلد ۲ صفحہ ۱۲۶-۱۲۷

مطبوعہ تہران طبع جدید۔

۲۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۱۵۰ ذکر ۳۲ھ طبع بیروت۔

Marfat.com

ترجمہ

مرزبان اور لشکر روم کو جب حبیب بن مسلمہ کے ہاتھوں شکست ہوئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سلمان بن ربیعہ باہلی کو حکم دیا۔ (یہ سلمان، ولید بن عقبہ گورنر کوفہ کے جرنیل تھے) کہ رومی شہروں کو فتح کیلئے آرمینیہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ چنانچہ سلمان بن ربیعہ اُس فوج کو لیکر آرمینیہ کی طرف چل پڑا جو اسے ولید بن عقبہ نے دی تھی۔ وہاں کے باشندوں کو جب اس کا علم ہوا۔ تو عرب کے لشکر کا نام سُن کر ان کے دل کانپ اُٹھے۔ اپنی پناہ گاہیں مضبوط کرنا شروع کر دیں اور خیال کیا یہ عرب کا لشکر آسمان سے اترا ہے ان پر کوئی تیر تلوار اثر نہیں کر سکتے کیونکہ انہیں اللہ نے اتارا ہے۔

بالجملہ یہ سلمان سفر در سفر کرتا ہوا (بیلقان) شہر پر حملہ آور ہوا۔ راستے میں بہت قلعے اور قصبہ جات فتح کرتا آیا۔ بے شمار مالِ غنیمت اور لاتعداد قیدی ہاتھ میں تھے۔ بیلقان والوں نے استقبال کیا اور لڑائی کے بغیر ہی اطاعت قبول کر لی۔ وہاں سے فارغ ہو کر سلمان کا لشکر (برذعہ) پر حملہ آور ہوا۔ یہاں بھی صلح ہو گئی۔ اور بے شمار درہم و دینار حاصل ہوئے جو لشکر میں تقسیم کر دیے گئے اور پھر بڑی تیزی کے ساتھ (باجروان) پر چڑھائی کر دی۔ وہاں پہنچتے ہی مصالحت ہو گئی۔ اور خراج لاگو کر دیا گیا۔ وہاں سے (شروان) پھر (مسقط) پھر (طبرستان) اور (دیلمان) کو فتح کیا۔ اس کے بعد (شابران) پر تاراج کیا۔ وہاں کے خاقان نے چھ لاکھ فوج بٹھا رکھی تھی۔ اُسے جب سلمان کی آمد کا علم ہوا تو سب بھاگ اُٹھے۔ خاقان کے پاس شہر کے بزرگ آئے اور کہا چھ لاکھ لشکر کے باوجود دس ہزار کی فوج سے بھاگ رہے ہو؟ کہا تم نہیں جانتے یہ لشکر آسمان سے اترا ہے۔

Marfat.com

لمحہ فکریہ: اہل تشیع کی کتب تاریخ سے مذکورہ حوالہ جات پڑھنے والے ہر شخص کے لیے اس امر کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کرنا سراسر لغو اور فضول ہے کہ آپ نے صرف اپنی رشتہ داری کی بنا پر ولید بن عقبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ رضاعی بھائی کے رشتہ کے علاوہ اس میں نہ کوئی اہلیت تھی نہ امور مملکت میں کوئی تجربہ تھا۔ اس الزام کے برخلاف انھی کتب نے تو یہ ثابت کر دکھایا کہ ولید بن عقبہ نہ صرف امور مملکت سے واقف تھا بلکہ ایک عظیم جرنیل بھی تھا۔ جدھر رخ کرتا وہاں کے لوگ بن لڑے اطاعت کر لیتے اور جزیہ دینے پر آمادہ ہو جاتے ان علاقہ جات اور شہروں کے کچھ نام اوپر ناسخ التواریخ میں آپ نے پڑھ لیے۔ حتیٰ کہ چھ لاکھ کی فوج نے اپنے سے ساٹھ گنا کم تعداد کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ لوگ تو اس کے لشکریوں کو آسمانی فرشتے سمجھیں اور معترض اسی جرنیل کے نام پر حضرت عثمان کو موردِ الزام ٹھہرائے۔ کاش! اپنی ہی کتب کا مطالعہ کیا ہوتا۔ اور ان کی زبانی اس جرنیل کی اہلیت اور تجربہ کاری پر یقین ہوتا۔ لیکن یہ تو اس کے لیے ہے جو اس کی تلاش میں ہو جسے محض الزام تراشی کرنا ہو۔ اُسے قرآن کی آیات سے بھی حق تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

یہی ولید بن عقبہ نہ صرف حضرت عثمان کے مقرر کردہ گورنر تھے۔ بلکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انھیں زکوٰۃ کی وصولی کی ذمہ داری سونپی تھی، صحابیٔ رسول ہیں۔ حضرت عثمان کی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھی رشتہ دار ہیں یعنی آپ کی پھوپھی زاد بہن عروہ کے بیٹے ہونے کی وجہ سے حضرت علی کے بھانجے قرار پائے لہٰذا ایسے جلیل القدر جرنیل صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام تراشی اور ان کے ذریعہ حضرت عثمان پر طعن کرنا کسی بے وقوف اور دشمن اسلام کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت حضرت عثمان سے محبت اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے پیار کرنے والا اس الزام سے کوسوں دور بھاگے گا۔ پھر مزید یہ کہنا کہ ولید بن عقبہ کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حالات و اسباب پیدا ہوئے۔ انتہائی جرأت اور بے ایمانی کا ثبوت ہے۔ اللہ ہدایت عطا کرے۔

Marfat.com

دور عثمانی کے اموی عامل دوم

گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ

جناب عبداللہ بن عامر کے والد (عامر) اور عروہ دونوں حقیقی بہن بھائی ہیں.

یہ عروہ وہی ہیں جو ام حکیم بیضا کی بیٹی ہیں اور ام حکیم بیضاء سیدنا حضرت عبداللہ اور ابوطالب کی حقیقی ہمشیرہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن عامر حضور علیہ السلام اور حضرت علی کی پھوپھی زاد ہمشیرہ عروہ کے بھتیجے بھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عامر صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہی رشتہ دار نہیں بلکہ حضور سرور کائنات اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد ہمشیرہ کے بھتیجے بھی ہیں۔ ان کی ایام طفولیت میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا تھا۔ لعاب دہن چوسنے کے بعد ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ بیٹا ہمارا بیٹا ہے اور ہمارا مشابہ بھی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو یہ کرامت ملی کہ جہاں سے زمین کھودتے وہیں سے پانی نکل آتا۔ اہل تشیع اور اہل سنت دونوں کی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔

وُلِدَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ بِمَكَّةَ بَعْدَ الْهِجْرَةِ بِأَرْبَعِ سِنِيْنَ فَلَمَّا كَانَ عَامُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ سَنَةَ سَبْعٍ وَ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ مُعْتَمِرًا حُمِلَ إِلَيْهِ ابْنُ عَامِرٍ وَ هُوَ ابْنُ ثَلَاثِ سِنِيْنَ فَحَنَّكَهُ فَتَلَمَّظَ وَ تَثَاءَبَ فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فِيْهِ وَ قَالَ هٰذَا

Marfat.com

اِبْنُ السُّلَمِيَّةِ ؟ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ هٰذَا اِبْنُنَا وَ هُوَ اَشْبَهُكُمْ بِنَا وَ هُوَ مُسْقًى فَلَمْ يَزَلْ عَبْدُ اللّٰهِ شَرِيْفًا وَكَانَ سَخِيًّا كَرِيْمًا كَثِيْرَ الْمَالِ وَالْوُلْدِ وُلِدَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَ هُوَ ابْنُ ثَلَاثَ عَشَرَةَ سَنَةً۔

(طبقات ابن سعد جلد ۵۔ ص ۴۴-۴۵ ذکر عبداللہ بن عامر۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہجرت کے چار سال بعد مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔ پھر جب سات سن ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضاء کرنے کے لیے مکہ تشریف لائے۔ تو آپ کی بارگاہ میں عبداللہ بن عامر کو لایا گیا۔ اس وقت ان کی عمر تین سال کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گھٹی دی۔ اس بچہ نے جمائی لی تو منہ کھلنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے منہ میں لعاب لگایا۔ اور پوچھا کیا یہ سلمی قبیلے سے متعلق ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں اسی قبیلہ کا بچہ ہے۔ فرمایا، یہ ہمارا بیٹا ہے اور یہ تم سے زیادہ ہمارے مشابہ ہے اور اس کو پانی بھی پلایا گیا ہے (یعنی اس کے منہ میں تھوک ڈالا گیا ہے۔) اس لعاب کی برکت سے یہ عبداللہ ساری زندگی شریف رہا اور صاحب سخا وکرم تھا۔ مال کی فراوانی تھی اور اولاد کی کثرت تھی۔ سب سے پہلا بچہ اس کے گھر اس وقت پیدا ہوا جب اس کی عمر صرف تیرہ برس کی تھی۔ بیٹے کا نام عبدالرحمٰن تھا۔

Marfat.com

تنقیع المقال۔

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ الْقَرَشِى الْعَبَسِىُّ عَدَّهُ الثَّلٰثَةُ اَعْنِىْ عَبْدَ الْبَرِّ وَابْنَ مَنْدَهْ وَاَبَا نُعَيْمٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَقَالُوْا اِنَّهٗ وُلِدَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَا يُعَالِجُ اَرْضًا اِلَّا ظَهَرَ لَهُ الْمَآءُ وَكَانَ كَرِيْمًا مَيْمُوْنَ النَّقِيْبَةِ وَاسْتَعْمَلَهٗ عُثْمَانُ عَلَى الْبَصْرَةِ سَنَةَ تِسْعٍ وَعِشْرِيْنَ بَعْدَ اَبِىْ مُوْسٰى وَ وَلَّاهُ اَيْضًا بِلَادَ فَارِسٍ بَعْدَ عُثْمَانَ ابْنِ اَبِى الْعَاصِ وَكَانَ عُمْرُهٗ لَمَّا وَلِىَ الْبَصْرَةَ اَرْبَعًا وَخَمْسًا وَعِشْرِيْنَ سَنَةً۔

(تنقیع المقال للمامقانی جلد ۲ ص ۱۹۱ من ابواب العین مطبوعہ تہران جدید۔)

ترجمہ۔

عبداللہ بن عامر کریز قریشی عبسی کو عبداللہ، ابن مندہ اور ابونعیم نے صحابہ کرام میں سے شمار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عبداللہ مذکور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیدا ہوا۔ اس کی کرامت تھی کہ جب کبھی کہیں سے زمین کھودتا

Marfat.com

تو اس سے پانی نکل آتا بڑا سخی تھا۔ مہربان اور مبارک خیال تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اُسے کوفہ کا گورنر بنایا۔ یہ ۲۹ سنہ ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد اس کی گورنری شروع ہوتی ہے اور عثمان بن ابی العاص کے بعد ایران کا اسے عامل بنایا گیا۔ جب وہ بصرہ کا گورنر بنا تو اس کی عمر چوبیس پچیس سال تھی۔

دونوں حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے :-

۱۔ عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے منہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس گھٹی ڈالی۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کے منہ ڈالا۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں اپنا بیٹا فرمایا۔

۴۔ اس کو اپنا مشابہ قرار دیا۔

۵۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس سے پینے کی کرامت یہ تھی کہ جہاں کہیں زمین کھودتے۔ وہیں سے ہی چشمہ نکل آتا۔

۶۔ بہت زیادہ صاحب مال اولاد ہونے کے علاوہ سخی اور شریف آدمی تھے۔

لمحۂ فکریہ۔

حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دونوں اقسام کی کتب سے حوالہ جات ذکر کرنے اور ان سے نتائج ذکر کرنے کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان کا کردار درست نہ تھا۔ ان میں کوئی خوبی نہ تھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے محض رشتہ داری کی بناء پر اسے عامل مقرر کیا۔ حالانکہ اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رشتہ داری تھی تو جس خوش نصیب کو حضور کا لعاب دہن پینے کو ملا۔ آپ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے گھٹی ملی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے آپ کی مشابہت کی سند ملی۔ ایسے کو اگر کوئی مردار اور بے اصل آدمی لعن طعن کرتا ہے اور اس کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مورد الزام ٹھہراتا ہے تو اس کے مستحق نار ہونے میں کونسا شک رہ جاتا ہے۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سرتاپا برکت تھے۔ کہ جب مٹی کھودتے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے انہیں اس کرامت سے نوازتا کہ اس جگہ سے پانی نکل آتا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

حضرت عبداللہ بن عامر کی اہلیت اور فتوحات۔

فَلَمَّا قَدِمَ ابْنُ عَامِرٍ الْبَصْرَةَ وَجَّهَ الْجُنُوْدَ لِفَتْحِ سَابُوْرَ وَ فَسَا وَدَارَابْجَرْدِ وَ اِصْطَخْرَ مِنْ اَرْضِ فَارِسٍ وَعَلٰى ذٰلِكَ الْجُنْدِ الَّذِىْ فَتَحَ اِصْطَخْرَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مَعْمَرِ التَّيْمِيُّ فَقُتِلَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مَعْمَرٍ فِىْ اَصْلِ مَدِيْنَةِ اِصْطَخْرَ فَقَامَ مَقَامَهٗ عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ الْمَدِيْنَةَ ثُمَّ سَارَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ بِنَفْسِهٖ اِلٰى اِصْطَخْرَ وَ وَجَّهَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ اِلٰى سَجِسْتَانَ فَافْتَتَحَ زَرَنْجَ بَعْدَ نَكِيْبَةٍ شَدِيْدَةٍ۔

وَلَمَّا وَلّٰى عُثْمَانُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرٍ

Marfat.com

اَلْبَصْرَةَ وَوَلّٰى سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ الْكُوْفَةَ كَتَبَ
اِلَيْهِمَا اَيُّكُمَا سَبَقَ اِلٰى خُرَاسَانَ فَهُوَ اَمِيْرٌ
عَلَيْهَا فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ وَسَعِيْدُ
بْنُ الْعَاصِ فَاَتٰى دِهْقَانٌ مِنْ دَهَاقِيْنِ
خُرَاسَانَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ فَقَالَ مَا
تَجْعَلُ لِيْ اِنْ سَبَقْتُ بِكَ قَالَ لَكَ خِرَاجُكَ
وَخِرَاجُ اَهْلِ بَيْتِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
فَاَخَذَ بِهٖ عَلٰى طَرِيْقٍ مُخْتَصَرٍ اِلٰى
قُوْمَسَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَازِمٍ السُّلَمِيُّ عَلٰى
مُقَدَّمَتِهٖ فَسَارَ اِلٰى نِيْسَابُوْرَ وَاَقَامَ
عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَلَقِيَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ
فَافْتَتَحَ نِيْسَابُوْرَ عَنْوَةً فِيْ سَنَةٍ ۳۰ وَصَالَحَ
اَهْلَ الطَّبَسَيْنِ عَلٰى خَمْسَةٍ وَّسَبْعِيْنَ
اَلْفًا ثُمَّ سَارَ حَتّٰى صَارَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ اَبْرَ
شَهْرٍ فَحَاصَرَهُمْ شُهُوْرًا ثُمَّ فَتَحَهَا
وَصَالَحَهُمْ وَكَتَبَ اِلٰى اَهْلِ هِرَاةٍ فَكَتَبُوْا
اِلَيْهِ اِنْ فَتَحْتَ اَبْرَشَهْرٍ اَجَبْنَاكَ اِلٰى مَا
سَاَلْتَ وَبُوْذَ شَيْخٌ وَبَادَغِيْسَ يَوْمَئِذٍ
اِلٰى هِرَاةٍ كَانَتْ طُوْسٌ وَنِيْسَابُوْرُ اِلٰى اَبْرَ
شَهْرٍ ثُمَّ فَتَحَهَا وَصَالَحَهُمْ عَلٰى اَلْفِ
اَلْفِ دِرْهَمٍ

وَبَعَثَ الْاَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ اِلٰى هِرَاةِ وَمَرْوِ الرُّوْذِ فَسَارَ اِلٰى هِرَاةٍ فَلَقِيَهٗ صَاحِبُهَا بِالْمِيْرَةِ وَالطَّاعَةِ ثُمَّ سَارَ اِلٰى مَرْوِ الرُّوْذِ فَفَتَحَهَا عَنْوَةً وَفَتَحَ الطَّالِقَانَ وَالْغَارِيَابَ وَطَخَارِسْتَانَ وَلَمْ يَرْجِعْ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ حَتّٰى شَرِبَ مِنْ نَهْرِ بَلْخٍ۔

وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ خُرَاسَانَ وَجَّهَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَامِرٍ حِيْنَ افْتَتَحَ نِيْشَابُوْرَ بِالْجُيُوْشِ فَبَعَثَ الْاَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ اِلٰى مَرْوِ الرُّوْذِ وَبَعَثَ اَوْسَ بْنَ ثَعْلَبِي التَّيْمِيَّ اِلٰى هِرَاةَ وَبَعَثَ حَاتِمَ بْنَ نُعْمَانَ الْبَاهِلِيَّ اِلٰى مَرْوٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ خَازِمِ السُّلَمِيَّ اِلٰى سَرْخَسٍ فَفَتَحَ الْقَوْمُ جَمِيْعًا مَا بُعِثُوْا لَهٗ خَلَا مَرْوٍ صَالَحَتْ حَاتِمًا عَلٰى اَلْفَيْ اَلْفٍ وَمِائَتَيْ اَلْفٍ اَوْقِيَةٍ وَعَلٰى اَنْ يُّوَسِّعُوْا لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْ مَنَازِلِهِمْ۔

وَلَمَّا فَتَحَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ هٰذِهِ الْكُوْرَ اِنْصَرَفَ اِلٰى عُثْمَانَ وَخَالَفَ بَيْنَ التُّرْكِ وَالدَّيْلَمِ وَكَانَ قَدْ

صَيَّرَ خُرَاسَانَ اَرْبَاعًا وَ وَلّٰی قَيْسَ
ابْنَ الْهَيْثَمِ السُّلَمِيَّ عَلٰى رُبْعٍ وَ
رَاشِدَ بْنَ عَمْرٍو الْجُدَيْدِيَّ عَلٰى رُبْعٍ
وَ عِمْرَانَ ابْنَ الْفُصَيْلِ الْبُرْجُمِيَّ
عَلٰى رُبْعٍ وَ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْخُزَاعِيَّ
عَلٰى رُبْعٍ فَلَمَّا رَدَّهٗ عُثْمَانُ وَجَّهَ اَمِيْرَ
ابْنَ اَحْمَدَ الْيَشْكُرِيَّ اِلٰى خُرَاسَانَ وَ
صَارَ اِلٰى مَرْوٍ فَاَنَاخَ بِهَا ثُمَّ اَدْرَكَهُ
الشِّتَآءُ وَ اَدْخَلَهٗ اَهْلَ مَرْوٍ وَ
بَلَغَهٗ اَنَّهُمْ يُرِيْدُوْنَ الْوُثُوْبَ بِهٖ
فَجَرَّدَ فِيْهِمُ السَّيْفَ حَتّٰى اَفْنَاهُمْ
ثُمَّ قَفَلَ اِلٰى عُثْمَانَ فَلَمَّا رَاٰهُ عُثْمَانُ
خَوَّفَهٗ فَانْصَرَفَ عَنْهُ مُغْضِبًا عَلَيْهِ
وَ كَانَ عُثْمَانُ اَنْكَرَ عَلَيْهِ قَتْلَ اَهْلِ
مَرْوٍ وَّ رَجَعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ اِلَى
الْبَصْرَةِ ثُمَّ صَارَ اِلٰى كِرْمَانَ فَاَنَاخَ
بِهَا فَنَالَهُمْ مُجَاعَةٌ شَدِيْدَةٌ حَتّٰى
كَانَ الرَّغِيْفُ بِدِيْنَارٍ ثُمَّ اَتَاهُ الْخَبَرُ
بِاَنَّ عُثْمَانَ قَدْ حُوْصِرَ فَانْصَرَفَ
وَ خَلَّفَ بِخُرَاسَانَ قَيْسَ ابْنَ
الْهَيْثَمِ ابْنِ الصَّلْتِ فَافْتَتَحَ

قَیْسُ طَحَارَسْنَانَ ۔

۱۔(تاریخ یعقوبی جلد ۲۔ ص ۱۶۶ تا ۱۶۸۔
ذکر ایام عثمان بن عفان مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

۲۔(ناسخ التواریخ تاریخ الخلفاء جلد ۲
ص ۱۵۱ تا ۱۵۴ سفر کردن عبداللہ بن عامر
بخراسان الخ۔ مطبوعہ تہران جدید۔)

۳۔(تاریخ روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۴۶۸،
ذکر خلافت عثمان۔ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ۔

عبداللہ بن عامر نے گورنر بصرہ بنتے ہی سابور۔ فسا۔ دالجرد اور اصطخر وغیرہ علاقہ ہائے فارس کی فتح کے لیے متعدد لشکر روانہ کیے۔ فتح اصطخر کے لیے لشکر کا سپہ سالار عبید اللہ بن معمر تیمی کو بنایا۔ عبید اللہ شہر اصطخر کی فصیل کے پاس شہید ہو گیا تو اس کی جگہ عمر بن عبید اللہ نے لے لی۔ تا آنکہ شہر فتح ہو گیا۔ اس کے بعد گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر خود اصطخر آ گئے اور عبداللہ بن سمرہ کو سجستان کی فتح کے لیے بھیجا جو شدید لڑائی کے بعد فتح کر لیا گیا۔

جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر کو عامل بصرہ اور سعید بن العاص کو عامل کوفہ بنایا تو دونوں کی طرف یہ خط لکھا۔ کہ تم میں سے جس نے خراسان فتح کر لیا وہ خراسان کا بھی عامل قرار پائے گا۔ یہ دونوں اس کی فتح کو نکلے خراسان کا ایک دیہاتی عبداللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر میں آپ کو خراسان بہت جلدی لے چلوں تو مجھے کیا ملے گا؟ فرمایا قیامت تک تمہارے خاندان سے

Marfat.com

جزیہ معاف کر دیا جائے گا۔ وہ دیہاتی حضرت عبد اللہ کو مختصر راستہ سے لیکر بہت جلدی قومس[6] لے آیا۔ عبد اللہ بن حازم سلمی، ابن عامر کے لشکر کے مقدمۃ الجیش پر تھا۔ اس نے نیشاپور[7] جا فتح کیا۔ پیچھے سے عبد اللہ بن عامر بھی نیشاپور پہنچ گئے۔ اور یہ شہر سنہ ۳۰ھ میں تلوار کے زور سے فتح ہوا۔ اس کے بعد طبسین[8] والوں نے ہر سال ۵۰، ہزار درہم ادا کرتے رہنے پر صلح کر لی۔ عبد اللہ بن عامر وہاں سے ابرشہر[9] پہنچا۔ کئی مہینے اس شہر کا محاصرہ کیا۔ آخر کار صلح کے ساتھ شہر فتح ہو گیا۔ اس کے بعد عبد اللہ نے وہاں سے ہرات[10] والوں کو لکھا کہ میں آ رہا ہوں۔ انھوں نے جواب لکھا کہ اگر تم ابرشہر کا تمام علاقہ فتح کر لو تو ہم تمہارے مطیع ہو جائیں گے۔ ان دنوں بوشنج اور بادغیس ہرات کے زیر اثر تھے۔ اور طوس اور نیشاپور ابرشہر کے تحت۔ ابرشہر فتح ہوا۔ اور انھوں نے ہر سال دس لاکھ درہم ادا کرتے رہنے پر صلح کر لی۔ چنانچہ عبد اللہ بن عامر نے احنف بن قیس کو ہرات اور مرو[11] کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ احنف ہرات پہنچا تو وہاں کا امیر اطاعت گزار بن گیا۔ اس کے بعد مرو تلوار سے فتح ہوا۔ پھر تالقان[12]، فاریاب[13] اور طخارستان[14] فتح ہوئے۔ اس طرح احنف بن قیس آگے بڑھتا رہا۔ اور بلخ کی نہر پر پہنچ کر ہی عبد اللہ بن عامر کے پاس واپس آ گیا۔

بعض اہلِ خراسان کہتے ہیں۔ عبد اللہ بن عامر نے نیشاپور فتح کرنے کے بعد مختلف لشکر روانہ کیے۔ احنف بن قیس کو مرو روز کی طرف، عبد اللہ بن خازم کو سرخس[15] اور اوس بن ثعلبہ کو ہرات اور حاتم بن نعمان باہلی کو مرو کی طرف روانہ کیا۔ حاتم کے علاوہ تمام سالاروں نے اپنے اپنے علاقے تلوار سے فتح کیے۔ جبکہ اہلِ مرو نے بائیس لاکھ اوقیہ چاندی سالانہ دیتے رہنے پر صلح کر لی۔ اس طرح سارا خراسان اسلام کے زیر سایہ آ گیا۔

Marfat.com

عبداللہ بن عامر نے تمام علاقہ فتح کر لینے کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضری دی۔ جانے سے پہلے ترک اور ویلم میں باہمی جنگ چھیڑ دی تھی۔ اور سارے خراسان کے چار صوبے کر دیے۔ جو قیس بن ہشیم، اشد بن عمر، عمران بن فصیل اور عمرو بن مالک خزاعی کے مابین تقسیم کر دیے تھے۔ اسکے بعد عبداللہ دوبارہ صوبائی دارالخلافہ بصرہ واپس آگئے۔ وہاں سے کرمان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور وہاں کا محاصرہ کر لیا۔ بھوک بڑی سخت تھی۔ وہاں غلّہ بہت مہنگا تھا۔ اس دوران اطلاع پہنچی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا گیا ہے تو یہ سن کر عبداللہ بن عامر وہاں سے واپس لوٹ آئے۔

ناسخ التواریخ۔

ایں وقت عبداللہ بن عامر عم زادہ خویش عبدالرحمٰن بن سمرۃ بن عبد شمس را حاضر ساخت و لشکرے لائق بدو داد۔ و فرمان کرد۔ کہ بولایت سجستان رود۔ واین اراضی را از مردم گردن کش صافی سازد۔ پس عبدالرحمٰن با سپاہ راگرفت و در مملکت سجستان او را از جہائے صعب روتے داد سم در پایان کار آں ملک مصفا داشت۔ و مال برده فراواں بگرفت و از آنجا آہنگ قابل (کابل) کرد۔ حکمران کابل کہ باعراج مشہور بود۔ چوں ایں بدانست۔ لشکر بساخت واز کابل بیروں تافت۔ و چند کرّت جنگہائے سخت درمیان ایشاں برفت۔ آنگاہ اعراج بشہر باز شد۔ و در فراز کرد۔ و دیگر از پئے ومبازرت بیروں شد۔ عبدالرحمٰن آں شہر را حصار داد در پایاں کار بحکم غلبہ دیورش بکشاد۔ و تیغ در نہاد۔ مردم سپاہی را بتمامت بکشند۔ و زن فرزند اسیر گرفتند اعراج نیز دستگیر شد۔ اورا نزد عبدالرحمٰن آوردند۔ خواست تا عرضہ تیغش دارد۔

Marfat.com

کلمہ بگفت و مسلمانی گرفت پس عبدالرحمن اورا عزیز بداشت و آں قصور را بعبداللہ عامر بگذاشت ۔ و خمس غنائم فرستاد ۔ و دیگر را بر لشکریاں تقسیم کرد ۔ عبداللہ بن عامر اولین خبر شاد شد ۔ و اقرع بن سائب تیمی را بخواند ۔ دہزار مرد جنگجو ملازم خدمت او ساخت و فرمود بجوزجان شو و با مردم آں بلاد چوں دیگر بلدان کار بمصالحت میکن ۔ و خراج و جزیت مقرر مبداد ۔ اقرع بر حسب حکم رواں شد ۔ و چوں بکنار جوزجان رسید مردم شہر ساختہ بجنگ شدند ۔ و از شہر بیروں تافتند و کوس بکو فتند ۔ دبر کشیدند ۔ و شمشیری کمر دانیدند ۔ و بادیگر سلاحہار العب میکروند ۔ چوں ہر دو لشکر روئی بروئی شدند ۔ جنگ برپائے ایستاد ۔ و رزم صعب درمیانہ برفت ۔ کافراں نصرت یافتند و مسلماناں را با تیغ درگزرانیدند الاں عددے قلیل کہ زخمی یا کوفتہ باز شدند و بنزدیک عبدالرحمن بن عامر آمدند ۔

عبداللہ عظیم بیازرد ۔ و احنف بن قیس را طلب داشت و گفت اے ابوالبحر! من زیارت مکہ را تصمیم عزم دادہ ام ناچار ایں آرزو با مضا میرسانم ۔ اکنوں از میان بزرگان عرب کہ حاضر اند ترا اختیار کردم و نیابت خراسان ترا دادم چہ ہیچکس را مکانت و کفایت تو نیست ایں کار بدار تا من از زیارت مکہ باز آیم ۔ بالجملہ احنف را بگذاشت ۔ خود طریق مکہ برداشت ۔ چوں خبر بیروں شدن عبداللہ بن عامر از خراسان رفت پراگندہ شد مردم طالقان و مروالروز برشوریدند ۔ و سہ ہزار کس لشکرے فراہم کردند ۔ چوں ایں خبر بہ احنف بن قیس آوردند لشکر بساخت و ادرا بر گرفت و بقدم عجل و شتاب تا دہ فرسنگی مروالروز براند و آنجا فرود شد کہ بکوشک احنف معروف است ۔ لشکر طالقان با استقبال جنگ شتافتند چوں راہ نزدیک شد ہر دو لشکر صف راست کردند ۔ و میمنہ و میسرہ بیاراستند ۔ مردمی از لشکر طالقان کہ علمی زد بدست داشت اسب

Marfat.com

برانگیخت وگرد میدان برآمد و مبارز طلبید احنف بن قیس چوں شیر خشمگین بمیدان تاخت وہم در آں دمی او را باز خم نیزہ از اسپ در انداخت دیگرے بیروں شد او را نیز بکشتہ سہ دیگر را بہ تیغ درگور اینید آنگہ باآواز بلند تکبیر بگفت وحملہ در انداخت لشکر یکبار بانگ تکبیر بداوند و حملہ کردند۔ لختی درمیانہ کار بسیف و سنان رفت کافراں را طاقت وتوانائی بنود پشت بداوند مسلماناں در فرسنگ از دنبال ایشاں می تاختند و می زدند و می کشتند۔ و مال اسیر می گرفتند۔ چوں ایں فتح بدست احنف راست شد۔ آنجا بسوئے بلخ شتاب گرفت۔ تا ظاہر آں بلدہ براند۔ پادشاہ بلخ کہ ابرار نام داشت چوں ایں جلادت بعرب دید۔ در ہول و ہرب افتاد۔ کس بنزدیک احنف فرستاد درخواست مصالحت کرد۔ احنف اجابت نمود بشرط کہ چہار ہزار درہم نقد تسلیم میداد۔ وہر سال خراج میگذارد۔ و پانچ صد کر گندم وجو میرساند برایں جملہ ثیقتی نگاشتند و احنف از بلخ باز شد۔ وگرد خراسان ہمی برآمد۔ وہر شہر بگرفت۔ و مال دیرہ بدست گرفت۔ خمس بعثمان فرستاد وعبدالرحمن بن سمرہ در سجستان و کابل گرد بر می آمدند و خراج می ستد۔ و بعثمان بن عفان می فرستاد۔ واز کم و بیش او را آگہی میداد۔ چوں عثمان معلوم داشت کہ مملکت خراسان صافی شد مروالروز آں نواحی را تا ہرات باحنف بن قیس گزاشت و بلخ را بجسین بریوعی داد تا آں بلدہ را باطخارستان بدارد و قیس بن ہبیرہ السلمی را بامارت نیشاپور گماشت وخالد بن عبداللہ واحمد بن انس وانس بن احمد را نیز باراضی خراسان فرستاد تا بصوابدید احنف ہر یک در محلی بر سر عمل بر داشتند۔

(ناسخ التواریخ تاریخ الخلفاء جلد ۳۔

صہ ۱۵۴ تا ۱۵۶۔ حالات دوران

خلافت عثمان۔ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ۔

(خراسان فتح کرنے کے بعد) عبداللہ بن عامر نے اپنے چچیرے بھائی عبدالرحمٰن بن سمرہ کو طلب کیا۔ اور پھر اسے ایک بہت بڑا لشکر دے کر سجستان پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ عبدالرحمٰن نے لشکر کو ساتھ لیا اور سجستان کی مملکت میں وسیع پیمانے پر جنگوں کا آغاز کر دیا۔ بالآخر پورا سجستان فتح کر لیا۔ یہاں سے بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ پھر کابل کا رُخ کیا۔ کابل کا حکمران بنام اعراج مقابلہ کے لیے لشکر لے کر باہر نکلا۔ چند دفعہ میدان کارزار گرم رہنے کے بعد اعوج شہر میں محصور ہو گیا۔ شہر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ ایک دن سخت حملہ کر کے مسلم لشکر نے شہر کے دروازے توڑ دیے۔ مردوں سے تلواریں رکھوا لیں۔ اور عورتوں بچوں کو قیدی بنا لیا۔ اعراج خود بھی گرفتار ہوا۔ جب اس کے قتل کا حکم دیا گیا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ عبدالرحمٰن نے اسے معاف کر دیا۔ حاصل شدہ مالِ غنیمت کا پانچواں حصّہ نکال کر بقیہ سارا مال لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ عبداللہ بن عامر نے جب سجستان اور کابل کی فتح کی خبر سنی تو بہت خوش ہوئے۔ اور فوراً اقرع بن سائب تیمی کو بلا کر ایک ہزار جنگ جُو نوجوان ساتھ دیے۔ اور جوزجان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اقرع فرمان کے مطابق اپنے مقررہ ہدف کی طرف چل پڑا۔ ابھی یہ لشکر شہر کے قریب ہی پہنچا تھا کہ وہاں کے لوگ نعرے مارتے ہوئے تلواریں ہاتھ میں لیے اور ڈھول پیٹتے ہوئے باہر نکل پڑے۔ سخت ترین جنگ ہوئی۔ کفّار چونکہ زیادہ تھے۔ اس لیے میدان اُن کے ہاتھ رہا۔ مسلمانوں میں سے چند ایک کے سوا تمام نے جامِ شہادت نوش کر لیا۔ جب یہ خبر عبداللہ بن عامر کو

ملی نہایت رنج اور شدید دُکھ ہوا۔ احنف بن قیس کو بلایا اور کہا۔ اے ابو بحر! میں نے مکہ مکرمہ کا پختہ ارادہ کر لیا ہے جسے چھوڑ نہیں سکتا۔ عرب کے بڑے بڑے سردار یہاں جمع ہیں۔ مگر خراسان میں تیرے سوا کوئی دوسرا امیری نیابت کے فرائض سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس لیے تجھے خراسان پر میں اپنا نائب مقرر کر رہا ہوں۔ جب حرم پاک کی حاضری سے واپس آؤں گا تو اس بارے میں مزید سوچ بچار کریں گے۔ یہ کہا اور عبداللہ بن عامر بیت اللہ کو روانہ ہو گیا۔

عبداللہ بن عامر کے باہر چلے جانے کے بعد اس کی خبر مفتوحہ علاقہ جات میں پھیل گئی۔ تو طالقانی اور دور دراز کے لوگوں نے بغاوت کر دی۔ اور تیس ہزار کا لشکر تیار کر لیا۔ احنف بن قیس کو معلوم ہوا تو فوراً لشکر جمع کیا۔ اور بجلی کی تیزی سے مرو روز پہنچا۔ جسے آج بھی کو شک احنف کہتے ہیں۔ طالقانی لشکر جنگ کے ارادے سے استقبال کو نکلا۔ دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ طالقانی لشکر کا علم بردار شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان میں آکر مبارز اور مقابل کو للکارنے لگا۔ احنف بن قیس گرجدار آواز سے شیر کی طرح بپھرا ہوا خود میدان میں آیا۔ چند ایک مرتبہ ایک دوسرے پر وار کیے۔ احنف کا وار کارگر ہوا۔ اور مد مقابل تیر کھا کر گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ پھر ایک اور لڑنے کے لیے سامنے آیا۔ وہ بھی مارا گیا۔ تین اور اشخاص کو تلوار کے وار سے فنا کر دیا۔ اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے عام حملہ کا حکم دیدیا۔ مسلمان نہایت بہادری سے لڑے اور کفار کو مقابلہ کی سکت نہ تھی۔ لہٰذا پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسلامی لشکر نے ان کا چار میل تک پیچھا کیا۔ کئی ایک کو واصل جہنم کیا۔ اور بہت سا مال اور کثیر تعداد میں غیدی ہاتھ لگے۔

Marfat.com

یہ شہر فتح کرنے کے بعد احنف نے بلخ کا رُخ کیا۔ بلخ کا بادشاہ مسلمانوں کی بہادری کے قصے سُن چکا تھا۔ اطاعت کر لی اور صلح کا جھنڈا بلند کر دیا۔ احنف نے اس سے چار ہزار درہم نقد وصول کیے۔ ہر سال کا خراج ان پر مقرر کیا۔ اور مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ بھیج دیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن سمرۃ کابل اور سجستان کا خراج وصول کر کے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیجتا رہا۔ جب عثمان غنی کو یہ یقین ہو گیا کہ پورا خراسان فتح ہو گیا ہے۔ تب جنگ بند کر دی۔ اور مرو روز سے ہرات تک کا علاقہ احنف کو، بلخ سے طخارستان حسین یربوعی کو، نیشاپور قیس بن ہبیرہ کو اور خراسان کے بقیہ علاقہ جات خالد بن عبداللہ انس کو دے دیے۔ اور حکم دیا کہ سب کے سب احنف کے مشورہ پر چلیں۔

عبداللہ بن عامر کی فتوحات اس کی اہلیت اور نسبی خوبیاں ہم نے شیعوں کی معتبر تاریخ سے بیان کی ہیں۔ جن کے پڑھنے کے بعد ہر ذی عقل اور منصف مزاج یہی فیصلہ کرے گا کہ جس شخص کے ہاتھوں پندرہ علاقہ جات مسلمانوں کے زیرِ تصرف آئے۔ لاکھوں کا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ ہزاروں قیدی بنائے گئے اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ سے گھٹی دی اور لعابِ دہن منہ میں ڈالا۔ جس کی برکتیں ہر ایک جانتا تھا تو ایسے شخص کو نااہل اور بدکردار کہہ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض و الزام دھرنا سراسر دھوکا اور فریب ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی غلط بیانی نہیں ہو سکتی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)۔

Marfat.com

دورِ عثمانی کے اموی عامل سوم

عبداللہ بن ابی سعد بن سرح رضی اللہ عنہما

تنقیح المقال۔

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ سَعْدِ بْنِ سَرْح
ابْنِ الْحَارِثِ الْقَرْشِی الْعَامِرِی بْنِ
یَحْیٰی اَسْلَمَ قَبْلَ الْفَتْحِ وَھَاجَرَ اِلٰی
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
وَكَانَ یَكْتُبُ لَهٗ ثُمَّ ارْتَدَّ مُشْرِكًا
وَسَارَ اِلٰی قُرَیْشٍ مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ یَوْمُ
فَتْحِ مَكَّةَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهٖ اَیْنَمَا وُجِدَ حَتّٰی

Marfat.com

لَحِقَ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَفَرَّ عَلٰى عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ فَغَيَّبَهٗ حَتّٰى اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَسْلَمَ ثَانِيًا ثُمَّ لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُ مَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَوَلَّاهُ عُثْمَانُ فِيْ زَمَانِهٖ سَنَةَ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ وَفَتَحَ اَفْرِيْقَةَ۔

(تنقیح المقال فی علم الرجال جلد ۲ صد ۱۸۴ باب عبداللہ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

عبداللہ بن ابی سعد بن سرح فتح مکّہ سے قبل اسلام لائے۔ اور پھر مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت بھی کی۔ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے۔ اس کے بعد پھر اسلام کو چھوڑ کر مشرک بن گئے اور مکّہ کے قریش میں جا ملے۔ جب مکّہ شریف فتح ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ یہ ڈر کے کعبہ کے پردوں سے چمٹ گئے۔ چھپتے چھپاتے حضرت عثمان غنی کے پاس پہنچے۔ انھیں ساتھ لیکر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دوسری مرتبہ اسلام لائے۔ اس کے بعد ان سے کوئی بات جو خلافِ اسلام ہو دیکھنے میں نہ آئی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ۲۵ سنہ میں گورنر مقرر کیا اور افریقہ کی فتح ان کی کوششوں سے ہوئی۔

طبقات ابن سعد۔

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ سَرْحِ بْنِ

الْحَارِثِ ابْنِ حُبَيْبِ بْنِ جُذَيْمَةَ ابْنِ مَالِكِ ابْنِ حَبِيْلِ بْنِ عَامِرِ ابْنِ لؤى وَكَانَ اَسْلَمَ قَدِيْمًا وَكَتَبَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْىَ ثُمَّ افْتَتَنَ وَخَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلَى الْمَكَّةِ مُرْتَدًّا فَاهْدَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهٗ يَوْمَ الْفَتْحِ فَجَاءَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْمَنَ لَهٗ فَاٰمَنَهٗ وَكَانَ اَخَاهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُبَايِعُهٗ فَبَايَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْاِسْلَامِ وَقَالَ الْاِسْلَامُ يَجُبُّ مَا كَانَ قَبْلَهٗ وَوَلَّاهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ مِصْرَ بَعْدَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَنَزَلَهَا وَابْتَنٰى بِهَا دَارًا فَلَمْ يَزَلْ وَالِيًا بِهَا حَتّٰى قُتِلَ عُثْمَانُ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۷ ص ۴۹۶، ۴۹۷۔

عبد اللہ بن سعد ابن ابی سرح)

ترجمہ۔

عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح ابتداء میں ہی اسلام لے آئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبینِ وحی میں سے ایک تھے۔ پھر شیطانی فریب کی وجہ سے مرتد ہو کر مدینہ سے مکہ روانہ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے خون کو مباح قرار دے دیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی سفارش لیکر حضور کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے امن دینا قبول فرمالیا۔ عبد اللہ بن سعد رشتہ کے اعتبار سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت عثمان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اس کو بیعت میں لے لیں۔ تو آپ نے اُسے بیعت میں لے لیا۔ اسلام لانے پر آپ نے فرمایا کہ اسلام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کے بعد عبد اللہ بن سعد کو مصر کا گورنر بنایا عبد اللہ بن سعد نے مصر میں اپنی رہائش اختیار کر لی۔ حضرت عثمان غنی کی شہادت تک وہاں کا عامل رہا۔

فریقین کی کتب سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ عبد اللہ بن سرح وہ شخص ہے جو ابتدائی دور میں مشرف باسلام ہوا۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترنے والی وحی کی کتابت کی ذمہ داری اس پر بھی تھی۔

۳۔ مرتد ہونے کے بعد پھر سے سچی توبہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔

۴۔ دوسری مرتبہ خلوصِ دل سے ایمان لانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اسلام لانے کی وجہ سے پچھلے سارے گناہ اللہ نے معاف کر دیے ہیں۔

Marfat.com

۵۔ دوسری مرتبہ اسلام قبول کرنے کے بعد پھر کبھی بھی خلاف اسلام کوئی حرکت نہ کی۔ حتیٰ کہ انتقال ہو گیا۔

نوٹ۔

جناب عبداللہ بن سرح کے بارے میں معترضین کو اور کوئی بات ہاتھ نہیں آئی تو وہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص ایک مرتبہ اسلام سے روگردانی کر لیتا ہے۔ وہ قابلِ اعتبار نہیں رہتا اور نہ ہی ایسے شخص کو کسی ذمہ دار عہدہ پہ بٹھانا مناسب ہوتا ہے۔ اس کی سیرت قابلِ اعتراض ہوتی ہے۔ یہی امور عبداللہ بن سرح میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان اُمور کی بنا پر اسے حاکم یا عامل بنانا درست نہیں۔

معترضین کے اس خیال کی ہم گزشتہ اوراق میں تردید بلیغ کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم غیر نبی کو معصوم نہیں سمجھتے۔ اِن سے (غیر انبیاء سے) چھوٹی موٹی غلطیاں سرزد ہو جانا کوئی بعید نہیں۔ بلکہ بعض صحابہ کرام سے کبیرہ گناہ تک ہوا۔ لیکن کیا اس کی تلافی و معافی نہیں ہو سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے ایک کبیرہ گناہ کا اقرار کیا۔ اور اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اُس کی حد لگائی گئی۔ بعد میں اُسی کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسکی توبہ اور معافی اتنی عظیم تھی کہ اگر تمام مدینہ کے رہنے والوں پر تقسیم کر دی جاتی تو سب کو معافی مل جاتی اور کفایت کرتی۔ یہ عبداللہ بن ابی سرح وہ شخص ہیں کہ اہلِ تشیع اور اہلِ سُنّت دونوں ان کے بارے میں متفق ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پہ بیعت اسلام کرتے وقت آپ نے انھیں فرمایا تھا: کہ اسلام پچھلے سارے گناہ دھو ڈالتا ہے۔ یعنی تیرے پچھلے تمام گناہ اللہ نے اس نعمت کی برکت سے معاف کر دیے ہیں۔ پھر دوسری بات یہ بھی کتب میں موجود ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح نے اپنی بقیہ زندگی بڑی محتاط گزاری اور کوئی بات باعثِ اعتراض نہ کی۔ شیطان کے گمراہ کرنے سے تھوڑے سے وقت کے لیے ضرور راہِ راست سے بھٹک گئے تھے۔ لیکن اِس سے توبہ کے ذریعے یوں نکلے

Marfat.com

کر دوبارہ اس طرف منہ تک نہ کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد گوشہ نشین ہو گئے۔ ان کی روز کی دعا تھی۔ یا اللہ! مجھے حالتِ نماز میں موت عطا فرما اور رب العزت نے ان کی دُعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔ ایک طرف سلام پھیرا تھا کہ روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ملاحظہ ہو۔

الاستیعاب۔

قِيلَ بَلْ اَقَامَ بِالرَّمْلَةِ حَتّٰى مَاتَ فَارًّا مِّنَ الْفِتْنَةِ وَدَعَا رَبَّهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَاتِمَةَ عَمَلِي الصَّلٰوةَ الصُّبْحَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَذَهَبَ يُسَلِّمُ عَنْ يَسَارِهٖ قَبَضَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ۔

(الاستیعاب جلد ۲ ص ۳۷۷ مع الاصابہ۔ تحت عبداللہ بن سعد۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

ترجمہ۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد رملہ میں مقیم ہو گئے۔ اور وہیں ان کا انتقال بھی ہوا۔ یہاں اس لیے آئے تھے تاکہ فتنہ سے بچے رہیں۔ اپنے رب کے حضور دعا کرتے تھے۔ اے اللہ! میرے اعمال کا خاتمہ صبح کی نماز کے ساتھ فرما۔ ایک مرتبہ وضو کیا۔ اور نماز صبح پڑھنا شروع کی۔ نماز کے آخر میں

Marfat.com

ایک طرف سلام پھیر کر دوسری طرف سلام پھیرنا ہی چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ وہ نیک آدمی تھے کہ جن کا خاتمہ نماز کی حالت میں ہوا۔ ان کی مقبولیت کی اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہو سکتی ہے ا لہٰذا اب بھی اگر کوئی یہی کہتا پھرے کہ عبداللہ بن سعد نا اہل تھے۔ ناتجربہ کار تھے۔ اور ان میں کوئی علمی اور عملی خوبی نہ تھی۔ ان کی سیرت و کردار ناگفتہ بہ تھا وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسے قائل نے ان باتوں سے اپنا منہ ہی کالا کیا ہے۔ جس شخص کی برأت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا۔ جس کی بہادری نے ابدی نقوش چھوڑے جس کی خدا خوفی نے گورنری کو ٹھکرا دیا۔ اور جس کو نماز کے دوران اللہ نے اپنے ہاں بلا لیا۔ اس کی شان میں گستاخی اور اعتراض کرنا اپنے ہی دین سے ہاتھ دھونا ہے۔

اس سلسلہ میں آخری بات یہ تھی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کو معزول کر کے ان کی جگہ عبداللہ ابی سرح کو عامل کیوں مقرر کیا۔ اُن میں کیا قصور تھا۔ اور ان میں کیا خوبیاں تھیں۔ تو اس امر کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ صفحات پر آ رہی ہیں۔ وہاں مطالعہ کر لیں۔

Marfat.com

گورنر مصر عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح کی فتوحات

عبداللہ بن سعد کی سیرت اہل سنت و اہل تشیع کی کتب سے آپ حضرات نے ملاحظہ کی۔ دونوں طرف کی کتب سے بالاتفاق یہ ثابت ہوا کہ عبداللہ بن سعد کی سیرت ایک مسلمان کی سی سیرت تھی۔ اور وہ زندگی کے آخری لمحات تک کامل الایمان مسلمان تھے۔ ان کی شخصیت کی بات کرتے ہوئے دوسرا پہلو معترض کو یہ نظر آیا۔ کہ یہ میدانِ سیاست اور امورِ بادشاہی سے ناواقف تھے۔ ان میں امورِ مملکت کو سمجھنے اور سرانجام دینے کی نہ اہلیت تھی۔ اور نہ قابلیت۔

اس لیے اب ہم اس امر کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ کہ کیا معترض کے قول کے مطابق یہ واقعی نااہل اور ناتجربہ کار تھے؟ اور ان کی نااہلیت اور ناتجربہ کاری کے ہوتے ہوئے حضرت عثمان غنی نے انہیں مختلف ذمہ داریاں سونپ کر امت مسلمہ سے ناانصافی کی۔

شیعہ کتب سے حوالہ جات اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہوں۔

فتح افریقہ

ناسخ التواریخ :-

چوں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح در مملکت مصر نافذ فرمان گشت و عدتے و عدتے شائستہ بدست کرد عثمان بن عفان را نامہ نگاشت کہ مملکت افریقیہ مخزن اموال است و رجال آں اراضی را مجال مبارزت با ما نیست اگر دستوری رود بداں جانب سفر کنم و آں ملک را تحت فرمان آرام۔ عثمان در پاسخ نوشت کہ عمر بن الخطاب چندانکہ بود آہنگ فتح افریقیہ نکرد و ہمی گفت تا من زندہ باشم بفتح افریقیہ فرمان ندہم مرا نیز ازیں کار کراہت می آید بجائے باش و بداں جانب سفر مکن ۔

عبداللہ بن سعد چوں ایں پاسخ یافت عزیمت بگردانید لیکن بعضی آں لشکر را کہ فتح افریقیہ ساختہ بود فرمان کرد تا بداں اراضی تاختن بردند۔ و بعضی از عمال افریقیہ را عرضہ نہب و غارت داشتند و با غنیمت فراواں مراجعت کردند عبداللہ ایں قصہ را نگاشتہ بدرگاہ عثمان را در فتح آں ولایت رغبت افتاد و نیم شبی مسور بن مخرمہ القرشی را حاضر آساں نماید۔

لاجرم عثمان را در فتح آں ولایت رغبت افتاد و نیم شبی مسور بن مخرمہ القرشی را حاضر ساخت و گفت عبداللہ سعد از من دستورے خواستہ تا لشکر بسازد و افریقیہ را بگشاید۔ و مرا در خاطر می آید کہ عزیمت او بیرون مصلحت نیست توچہ میگوئی و رائے تو بکدام سوئے میرود؟ گفت تدبیر امیر بصواب مقرون است اگر فرمان کنی تا عبداللہ آں مملکت را نیز بر ممالکِ اسلام بیفزاید نیکو باشد۔ عثمان

Marfat.com

گفت بامداد صنا دید اصحاب رسول خدا ئے را در مسجد انجمن کن تا در ایں امر کار باستشارت واستخارت کنیم۔

صبح گاہ مسور برفت واصحاب را بمسجد آورد عثمان با ایشاں سخن افریقیہ درانداخت بیشتر از اصحاب ایں رائے را الصواب نشمردند وسعید بن زید از آں جملہ بزیادت انکار داشت عثمان بااو گفت موجب ایں انکار چیست؟ سعید گفت ہموارہ عمر بن الخطاب از تصمیم ایں امر کراہتی بکمال داشت چہ واجب است کہ مخالفت عمر کنی و با فریقیہ لشکر فرستی؟ سعید ایں سخن گفت و برفت۔

عثمان کس فرستاد محمد بن مسلمہ و زید بن ثابت را حاضر ساخت و با ایشاں سخن بمشورت انداخت ایشاں گفتند لشکر بدانجانب تاختن وچناں ملکے را ضمیمہ مملکت ساختن کارے بصواب است۔ عثمان نیک شاد شد، و مردم را بجنگ افریقیہ دعوت نمود و تحریص کرد گروہی از بزرگ زادگان صحابہ اورا اجابت کردند مانند عبدالرحمٰن بن ابی بکر و عبیداللہ و عبداللہ پسراں عمر بن الخطاب وعبدالرحمٰن وعبداللہ پسراں زبیر بن العوام وعبداللہ بن عمرو بن العاص وعبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث و بسر بن ارطاۃ ومسور بن مخرمہ چوں عثمان رغبت بمبارزت ایں جماعت را بدید عظیم خوشدل گشت۔

بالجملہ مرداں اعداد کار کردند چوں لشکر انجمن شد عثمان از مدینہ بیروں شد و عرض سپاہ بداد چہار ہزار ہشت صد مردم بشمار آمد پس بفرمود ایں جملہ را سلاح جنگ بدادند و ہزار شتر باجامہ تسلیم داشت تا کار بساختند آں گاہ مروان بن الحکم را سردار سواراں و برادرش حارث بن الحکم را سرہنگ پیادگان فرمود پس برمنبر شد و سپاس خدائے بپائے برد۔ و لشکر را نصیحتے بگفت و بجنگ افریقیہ تحریص داد و فرمود دانستہ باشید من امارت تمامت لشکر را

باعبداللہ بن سعد بن ابی سرح گزاشتہ ام چوں بدو پیوستہ شدید فرمان او پذیرید۔
وصواب دیداو را لصواب شمارید وا ورانیز مکتوب کردہ ام کو باشما از در رفق ونیکوئی
بکوشد واز زلات وخطئیات شما چشم بپوشد۔

پس از منبر فرود شد ولشکر طریق مصر پیش داشت۔ سہل وصعب زمین را در
نوشتند بعد از ورود بمصر عبداللہ بن سعد شاد کام شد۔ واعداد کار کرد ولشکر
فراہم آورد وعرض لشکر بداد بیست وسہ ہزار تن سوارہ وپیادہ بشمار شد پس راہ
افریقیہ پیش داشت وکوچ برکوچ براند تا بشہر طرابلس رسید کہ منتہائے حدود۔
مسلمین بود یکروز در آنجا اقامت نمود وبامداد دیگر باراضی افریقیہ تاخت ولشکر
خویش را برائے نہب وغارت درآں مملکت پراکند۔ لشکر برفت وبسیاری از
قری وتوابع آں مملکت را عرضۂ نہب وغارت داشتند وگاؤ وگوسفند واسپ و
استر براندند۔ وفراواں اسیر گرفتند وبالشکر گاہ مراجعت کردند۔

ایں وقت عبداللہ طلایہ از پیش رواں داشت یک روز چناں رفقاء کہ چند کشتی
ہمی کرد وگاہ بربیابان وگاہ برساحل دریا عبور داشت یک روز چناں رفقاد کہ
چند کشتی برلب آب پدیدار آمد ومردی چند از کشتیہاں ساحل بودند۔ چوں لشکر
را دیدار کردند۔ خواستند تا بکشتیہا در روند۔ وبطرفی گریزند۔ سواراں بتاختند
وایشاں را بگرفتند ونبزدیک عبداللہ آوردند۔ وایں اسیران صد تن بودند۔
عبداللہ بفرمود تا جملہ را بگردن بزدند وہر مال کہ در کشتیہا بود برلشکر قسمت کرد۔
وکشتیہا را بتمامت سوختند واز آں جا کوچ برکوچ برفت تا بکنار دار الملک
افریقیہ رسید نزدیک بشہر لشکر گاہ کرد۔

فرمان گزار افریقیہ جرجیر نام داشت وخراج بقسطنطین پادشاہ روم میفرستاد
عبداللہ رسولے بسوئے او گسیل داشت واو را بمسلمانی دعوت کرد۔ جرجیر از ایں

سخن ناخته شد و گفت هرگز بدین شما در نیایم عبدالله گفت چون این نپذیری فتنی از دو کار یکے باید کرد - جزیت بر ذمت گیر و اگر نه ساخته جنگ باش - جرجیر دل بحرب نهاد - و عرض لشکر بداده با شصت هزار مرد از شهر بیرون شد - و در برابر عبدالله لشکرگاه کرد - از دو جانب ساخته جنگ شدند - و میمنه و میسره بیاراستند چهل روز از دو رویه سیاه روئی در روی شد و هر روز از بامداد تا چاشتگاه رزم میدادند - و از یک دیگر می کشتند آنگاه بمنازل خویش باز می شدند -

از آنسوئے با بعد مسافت خبر بسوئے مدینه دیر میرسید عثمان بیمناک شد - و عبدالله بن زبیر را با گروهی از سواران نامدار بمدد عبدالله روان داشت و عبدالله بن زبیر بشتاب برق و باد سهل و صعب او دیه و شعب را در نوشته خود را بلشکر گاه عبدالله بن سعد رسانید - لشکر اسلام تکبیر گفتند و شاد شدند عبداللہ بن زبیر گفت امیر لشکر عبدالله سعد کجا است؟ گفتند جرجیر حیلتی اندیشیده فرمان کرد تا منادی ندا در داد که هر کس سر عبدالله سعد را بنزدیک من آرد او را صد هزار دینار زر سرخ بصلت دهم و دختر خویش را بدو نکاح بندم ازیں روے عبدالله سعد از دوست و دشمن آسوده نیست و متفکر اور لشکرگاه زیستن دارد -

عبداللہ بن زبیر نزدیک او رفت و او را قوی دل ساخت و بفرمود تا عبدالله سعد نیز منادی در انداخت که هر کس سر جرجیر را نیز د من آورد صد هزار دینار زر سرخ ازیں غنائم او را دهم و دختر جرجیر را نیز بدو سپارم و بر زیادت حکومت رے خاص وے خواهد بود جرجیر را نیز ازیں سخن رعبی عظیم در دل راه کرد و روز جنگ از پس صفوف می ایستاد تا اگر لشکر شکسته شد تواند بجانبی گریخت -

بالجمله دیگر باره عبدالله بن زبیر تبازه خدیعتی انگیخت و با عبدالله سعد گفت فردا از بامداد باید فرمان کرد تا تمامت لشکر سلاح جنگ در بر کنند و زین بر اسپها

بندند آنگاہ یک نیمہ را باخود بجنگ برد و نیم دیگر را حکم داد تا زمام اسپہا را بدست گیرند و در میان خیمہ ہا آمادہ باشند چوں ما تا چاشتگاہ رزم دہیم و سپاہ خصم را خستہ و ماندہ کنیم وقتی کہ بعادت ہمہ روز باز لشکرگاہ شویم و سپاہ دشمن بہر آسودگی سلاح جنگ از تن دور کنند و زین از اسپہا بر گیرند۔ آں نیم لشکر ما کہ در خیمہ ہا آسودہ بودند و زمام اسپہا بدست داشتند۔ بی توانی بر نشینند و مغافصۃ بر سر دشمن تاختند و تیغ در ایشاں نہند گماں می رود کہ کار بکام می شود و دشمن مقہور گردد۔

عبداللہ سعد و سران سپاہ ایں رائے را پسندیدہ داشتند و روز دیگر بدیں قانون یک نیمہ سپاہ بمیدان آمد عبداللہ بن عباس بر مقدمہ رفت و عبداللہ بن سعد در قلب لشکر جائے گرفت و عبداللہ بن عمر بن الخطاب بمیمنہ شد و عبداللہ بن زبیر بمیسرہ آمد از ایں روئے ایں جنگ را حرب العبادلہ نام نہادند

بالجملہ در ایں روز مسلمانان برافزوں کوشش کردند و رزمہائے سخت بدادند و از آویختن سپاہ جرجیر را از ہمہ روز بزیادت زحمت کردند۔ تا روز نیمہ رسید و مؤذن بانگ برداشت پس ہر دو صف بعادت بلشکرگاہ خویش مراجعت کردند۔ و سپاہ جرجیر زین از اسپ برگرفتند۔ تیغ و تیر بیداختند و جامہائے آہنین کہ تنہائے ایشاں را کوفتہ داشت از تن دور کردند و بیاسودند۔

ایں وقت آں نیمہ لشکر اسلام کہ انتہاز فرصت می بردند ایں ساعت را غنیمت شمردند در زماں برنشستند و با شمشیرہائے کشیدہ و سنانہائے زدودہ خویشتن را بلشکرگاہ جرجیر در انداختند و شمشیر در ایشاں نہادند و لشکر جرجیر را مجال زین بر اسپ بستن و درع پوشیدن و استعمال سیف و سناں کردن بدست نبود لاجرم ہر کہ توانست از آں مہلکہ بگریخت و اگر نہ خونش بریختند بالجملہ کافراں ہزیمت شدند و بروایت صاحب الفی جرجیر بدست عبداللہ بن زبیر

مقتول گشت واین مرا درست نیامد چہ از اخبار چنیں استوار افتاد کہ جرجیر بہزیمت راھی دراز پیمود و مسلمانان اموال واثقال واسیران فراواں ماخوذ داشتند۔

آں گاہ جرجیر کس نزد عبداللہ بن سعد بن ابی سرح فرستاد و خواستگار مصالحت ومسالمت گشت بشرط کہ دو ہزار ہزار و پانصد وبیست ہزار دینار کہ دریں زمان عبارت از پنج کروڑ وبیست ہزار تومان است تسلیم دارد عبداللہ ایں سخن ازوے پذیرفت وبراایں گونہ وثیقت بنوشت وآں خراج بستد

وآں چہ از غنیمت بدست کردہ بود بر لشکر قسمت کرد ہر سوار را سہ ہزار درہم وہر پیادہ را ہزار درہم بہرہ رسید آنگاہ خمس غنائم را با خراج افریقیہ بصحبت عبداللہ بن زبیر بنزدیک عثمان فرستاد وخود بجانب مصر مراجعت نمود ومدت سفر او یک سال وسہ ماہ برآمد۔

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد نمبر ۲ ص ۱۳۲ تا ۱۳۷/ وقائع سال بیست وہفتم مطبوعہ تہران جدید)

(۲۔ تاریخ یعقوبی ص ۱۶۴ تا ۱۶۶/ ذکر ایام عثمان بن عفان مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید)

ترجمہ:۔

جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے مملکت مصر کو اپنے زیر تصرف کر لیا۔ اور وہاں کے عوام مطیع ہو گئے۔ اور کارآمد ساز و سامان پر بھی قبضہ کر لیا۔ تو حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کو رقعہ لکھا۔ کہ مملکت افریقیہ میں دنیوی مال کے بہت سے خزانے ہیں۔ اور اس کے باشندے ہمارے ساتھ

لڑنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ لہٰذا اگر اجازت عطا فرمائیں۔ تو میں اس طرف بقصد جنگ روانہ ہو جاؤں۔ اور اس مملکت کو بھی زیر حکم لے آؤں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے باوجود اس رعب داب کے افریقیہ کے فتح کرنے کا ارادہ نہ کیا۔ اور یہی فرماتے رہے۔ کہ میں جب تک زندہ رہوں گا۔ افریقیہ کے فتح کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ تو مجھے بھی اس کام سے کراہت آتی ہے۔ لہٰذا تم آرام سے اپنی جگہ بیٹھو۔ اور اس سمت کا سفر مت کرو۔

عبداللہ بن سعد نے جب یہ جواب پڑھا۔ تو ارادہ ملتوی کر دیا۔ لیکن افریقیہ پر حملہ آور ہونے کے لیے جو لشکر تیار ہو چکا تھا۔ اس میں سے کچھ افراد کو حکم دیا۔ کہ تم اس علاقہ میں لوٹ مار کا ماحول پیدا کرو۔ وہ افریقیہ کے کچھ علاقوں میں لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت کے ذریعہ بہت سا مالِ غنیمت اکٹھا کر کے واپس آ گئے۔ عبداللہ بن سعد نے یہ واقعات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجے۔ تا کہ افریقیہ کی فتح کا معاملہ ان کے لیے آسان دکھائی دے۔

مختصر یہ کہ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس ولایت کے فتح کرنے کی رغبت پیدا ہو گئی۔ اور جناب مسور بن مخرمہ کو آدھی رات کے وقت طلب کیا۔ اور فرمایا۔ کہ عبداللہ بن سعد نے مجھ سے اس امر کی اجازت مانگی ہے۔ کہ وہ ایک لشکر ترتیب دے کر افریقیہ پر حملہ آور ہو جائے۔ میرے دل میں خیال آتا ہے۔ کہ اس کا یہ ارادہ کسی مصلحت کے تحت ہو گا۔ تم بتاؤ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ کہا۔ امیر المؤمنین کی تدبیر اچھی اور درست ہے۔ اگر آپ عبداللہ بن سعد کو اس کام کا حکم دے دیتے ہیں۔ تو وہ مملکت اسلامیہ

Marfat.com

ہیں ایک اور ملک کا اضافہ کر سکتا ہے۔ اور یہ بات بہت اچھی ہے۔ حضرت عثمان غنی نے فرمایا۔ اچھا تو صبح کے وقت اکابر صحابہ کرام کو مسجد میں اکٹھا کرو۔ تاکہ ان سے بھی اس کام کے متعلق مشورہ لے لیا جائے۔ اور ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی دعا کریں۔

صبح سویرے جناب مسور نے جید صحابہ کرام کو مسجد میں جمع کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سے افریقیہ کے بارے میں گفتگو فرمائی۔ ان حاضرین میں سے بیشتر نے افریقیہ پر حملہ کرنے کی رائے دی۔ اور ان میں سے جن حضرات نے اس کی مخالفت کی حضرت سعید بن زیدان میں سب سے آگے تھے۔ حضرت عثمان نے ان سے دریافت فرمایا۔ کہ تمہارے انکار کا کیا سبب ہے؟ جواب دیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے تازندگی اس معاملہ کو مکروہ جانا۔ آپ کے لیے کیا یہ ضروری ہے۔ کہ ان کی مخالفت ہی کریں۔ اور افریقیہ پر لشکر کشی کریں۔ سعید نے یہ کہا۔ اور اٹھ کر چل دیئے۔

حضرت عثمان نے ایک آدمی کو بھیج کر جناب محمد بن مسلمہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کو بلوایا۔ ان سے مشورہ لیا گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ ایسی مملکت پر بھاری فوج سے حملہ کرنا اور پھر اسے مملکت اسلامیہ میں شامل کر لینا بہت ہی اچھا کام ہے۔ یہ سن کر حضرت عثمان بہت خوش ہوئے۔ لوگوں کو افریقیہ پر حملہ کرنے کے لیے فضا سازگار کرنا شروع کر دی۔ جلیل القدر صحابہ کے فرزندانِ گرامی نے اپنی اپنی ہاں کا اظہار کیا۔ ان میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، عبیداللہ و عبداللہ جو حضرت عمر بن الخطاب کے فرزند ہیں! اور عبداللہ و عبدالرحمن جو زبیر بن العوام کے بیٹے ہیں۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث اور بسر بن ارطاط اور مسور بن مخرمہ شامل تھے

Marfat.com

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی آمادگی دیکھی تو انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔

بالجملہ لوگوں نے تیاری شروع کردی۔ جب لشکر تیار ہو گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مدینہ سے باہر تشریف لائے۔ اور مجاہدین سے خطاب۔ کیا۔ ان کی تعداد چار ہزار آٹھ سو تھی۔ فرمایا۔ ان تمام مجاہدین کو جنگ کے لیے مسلح کیا جائے۔ انہیں آپ نے ایک ہزار اونٹ بمعہ لباس عطا فرمائے۔ پھر مروان بن الحکم کو گھوڑ سوار اور ان کے بھائی حارث بن الحکم کو پیدل دستہ کی سرداری عطا فرمائی۔ پھر منبر پر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ لشکر کو نصیحتیں کیں۔ اور افریقیہ کی جنگ پر ابھارا۔ اور فرمایا۔ کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میں نے تمام لشکر کی سپہ سالاری عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو عطاء کی ہے۔ جب تم ان سے جا ملو۔ تو ان کے احکام کی پیروی کرنا۔ اور ان کے فیصلہ کو درست فیصلہ قرار دے کر قبول کرنا۔ اس کے ساتھ حضرت عثمان نے عبداللہ بن سعد کے نام بھی لکھ بھیجا۔ کہ مجاہدین سے نرم سلوک اور نیکی سے پیش آنا۔ اور ان کی، چھوٹی موٹی غلطیوں سے درگزر کرنا۔

یہ کہہ کر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ اور لشکر بطرف مصر روانہ ہوا۔ آسان و مشکل راستوں کو طے کیا۔ جب یہ لشکر مصر پہنچا۔ تو عبداللہ بن سعد بہت خوش ہوا۔ اور تیاری شروع کر دی۔ بیس ہزار سوار اور پیدل مجاہدین تیار ہو گئے۔ اور افریقیہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ چلتے چلتے طرابلس شہر پہنچے۔ یہ شہر وہ ہے۔ جو کہ اس وقت کی مسلم مملکت کا آخری کنارہ تھا۔ ایک دن وہاں قیام کرنے کے بعد صبح سویرے وہاں سے افریقیہ کے کچھ علاقہ جات میں لوٹ مار شروع کر دی۔ لشکر اسلامی نے بہت سے

Marfat.com

گاؤں کو زیر قبضہ کیا۔ اور گائیں، بھیڑ بکریاں اور بہت سے اونٹ ہاتھ آئے۔ کافی تعداد میں قیدی ہاتھ لگے۔ یہ سب کچھ لے کر واپس لشکر گاہ آ گئے۔

اس کے بعد عبداللہ بن سعد نے حفاظتی دستہ کو افریقیہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اور خود اس لشکر کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ کبھی جنگل اور کبھی ساحل دریا کو عبور کرتے رہے۔ ایک دن یہ ہوا۔ کہ چند کشتیاں پانی کی سطح پر آتی ہوئی نظر آئیں۔ ان کشتیوں کے کچھ افراد ساحل پر تھے۔ جب انہوں نے اسلامی لشکر کو دیکھا۔ تو کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگنے کی کوشش کی۔ مسلم لشکر کے سواروں نے انہیں آ دبوچا۔ اور پکڑ کر عبداللہ بن سعد کے پاس لے آئے۔ یہ قیدی تعداد میں ایک سو تھے۔ عبداللہ نے فرمایا۔ کہ ان تمام کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ پھر ان کا کشتیوں میں بھرا ہوا سارا مال لشکریں تقسیم کر دیا۔ اور کشتیوں کو جلا دیا۔ پھر یہاں سے کوچ کر کے افریقیہ کے دارالملک کے بالکل قریب جا پہنچے۔ اور شہر کے نزدیک پڑاؤ ڈالا۔

افریقیہ کے فرمانروا کا نام جرجیر تھا۔ اور اپنے ملک کا خراج روم کے بادشاہ قسطنطین کو بھیجا کرتا تھا۔ عبداللہ بن سعد نے ایک ایلچی اس کی طرف بھیجا اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جرجیر یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ میں ہرگز تمہارا دین قبول نہیں کروں گا۔ عبداللہ نے جواب دیا۔ کہ پھر تمہیں دو باتوں میں سے ایک ضرور کرنا پڑے گی۔ یا تو جزیہ دینا قبول کر لو۔ یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جرجیر نے لڑائی کو ترجیح دی۔ اور لشکر تیار کیا۔ ساٹھ ہزار مردے کر شہر سے باہر نکلا۔ اور عبداللہ کے بالمقابل آ ٹھہرا۔ دونوں طرف سے جنگ کا اعلان ہوا۔ میمنہ اور میسرہ مقرر کیے گئے۔ چالیس دن تک دونوں لشکر آمنے سامنے رہے۔ اور روزانہ

Marfat.com

صبح سے چاشت تک جنگ ہوتی۔ پھر ہر لشکر اپنی اپنی جگہ چلا جاتا۔

اس طرف مدینہ منورہ میں خبر آنے سے دیر ہو گئی۔ کیونکہ سفر کافی طویل تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے کچھ پریشان تھے۔ عبداللہ بن زبیر کو سواروں کا ایک گروہ دے کر عبداللہ بن سعد کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ عبداللہ بن زبیر بجلی کی سی تیزی سے ہر قسم کے راستوں کو طے کرتے ہوئے عبداللہ بن سعد کے لشکر گاہ میں آپہنچے۔ اسلامی لشکر نے اللہ اکبر کی آوازیں بلند کیں۔ اور خوشی کا اظہار کیا۔ عبداللہ بن زبیر نے پوچھا امیر لشکر عبداللہ سعد کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا۔ کہ جرجیر نے ایک حیلہ کیا اور اعلان کروایا ہے۔ کہ جو شخص عبداللہ بن سعد کا سر قلم کر کے میرے پاس لائے گا۔ اس کو دس ہزار سرخ دینار دیئے جائیں گے۔ اور ایسے شخص سے میں اپنی بیٹی کی شادی بھی کردوں گا۔ اس اعلان کے پیش نظر ہمارے امیر اپنے بیگانے سے مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے اجنبی سی حالت میں رہ رہے ہیں۔

عبداللہ بن زبیر ان کے پاس آئے۔ اور انہیں تسلی دی۔ اور فرمایا۔ کہ تم بھی منادی کرادو۔ جو شخص جرجیر کا سر میرے پاس لائے گا۔ اس کو دس ہزار سرخ دینار بطور انعام ملیں گے۔ اور اس کے علاوہ جرجیر کی بیٹی سے اُسے بیاہ دیا جائے گا۔ اور علاقے کی حکومت بھی اس کو دے دی جائے گی۔ اس اعلان سے جرجیر پر رعب طاری ہو گیا۔ اور جنگ کے دوران وہ لشکر کی صفوں کے بالکل پیچھے دور کھڑا ہوتا۔ تاکہ بصورت شکست بھاگنے کی صورت نکل سکے۔

مختصر یہ کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک اور چال سوچی۔

Marfat.com

عبد اللہ بن سعد کو فرمایا۔ کہ کل صبح جنگ کے لیے تمام لشکر کو تیار رہنے کا حکم جاری کردو۔ اپنے اپنے گھوڑوں کی زین باندھ لی جائے۔ پھر آدھا لشکر لے کر دشمن کے ساتھ جنگ کرنے چلے جانا۔ اور بقیہ آدمیوں کو حکم دے دو۔ کہ وہ ہر وقت اپنے اپنے گھوڑوں کی لگامیں تھامے رکھیں۔ اور خیموں میں تیار کھڑے رہیں۔ جب ہم چاشت تک دشمن سے لڑیں گے۔ تو اس سے دشمن کی فوج کافی تھک چکی ہوگی۔ اور پھر جنگ بند ہونے پر جب اپنے اپنے خیموں میں آکر وہ جنگی ہتھیاروں کو اتاریں گے۔ اور زرہیں الگ رکھ دی جائیں گی۔ گھوڑوں سے زینیں اتار لی جائیں گی۔ تو ایسے میں ہمارا بقیہ آدھا لشکر جو خیموں میں ہوگا۔ اور گھوڑوں کی لگامیں تھامے حکم کا منتظر ہوگا۔ اُن کو اچانک حملہ کرنے کا حکم دے دیا جائے۔ وہ ان پر تلواروں سے حملہ کر دیں۔ اس سے امید ہے کہ ہمارا منصوبہ کامیاب ہوگا۔ اور دشمن مغلوب ہو جائے گا۔

عبد اللہ سعد اور لشکر کے سرکردہ لوگوں نے اس تجویز کو سراہا۔ اور دوسرے دن اسی منصوبہ پر عمل کیا گیا۔ آدھا لشکر صبح سویرے دشمن سے لڑنے میدان میں اترا۔ عبد اللہ بن عباس اس کے آگے آگے تھے۔ عبد اللہ بن سعد درمیان میں، عبد اللہ بن عمر بن الخطاب میمنہ اور عبد اللہ بن زبیر میسرہ پر تھے۔ اسی وجہ سے اس جنگ کو "حرب العبادلہ" کہا گیا ہے۔

ہوا یہ کہ اس دن مسلمانوں نے سر توڑ کوشش کی۔ اور سخت لڑائی لڑی۔ جرجیر کی فوج کو پہلے سے کہیں زیادہ قتل و غارت کا سامنا کرنا پڑا۔ لڑتے لڑتے جنگ بند کرنے کا وقت آن پہنچا۔ اعلان کرنے والے نے بآواز بلند کہا۔ کہ جنگ ختم کر دی جائے۔ اس پر دونوں لشکر اپنی عادت کے مطابق جنگ بند کرکے واپس اپنے خیموں میں آ گئے۔ جرجیر کے سپاہیوں نے خیموں میں

Marfat.com

پہنچ کر اپنے گھوڑوں سے زین اتاری۔ تیر و تلوار اتار کر رکھ دیئے۔ اور زرہیں اتار کر آرام کرنے کی سوچنے لگے۔

اس وقت مسلمانوں کا وہ نصف لشکر جو اپنے خیموں میں لڑائی کے لیے تیار کھڑا تھا۔ فی الفور تلواریں سونتتے ہوئے اور نیزے لہراتے ہوئے دشمن پر حملہ آور ہو گئے۔ یہ حملہ اس قدر جلدی میں کیا گیا۔ کہ جرجیر کے لشکر کو گھوڑوں پر زین رکھنے کی مہلت بھی نہ مل سکی۔ تلوار اٹھانے اور نیزہ پکڑنے کی فرصت بھی نہ پا سکے۔ بالآخر جس سے بھاگا جا سکا وہ بھاگ گیا۔ اور دوسرا قتل کر دیا گیا۔ بالجملہ کافروں کو شکست ہوئی۔ صاحب الفی کے نزدیک جرجیر کو عبداللہ بن زبیر نے قتل کر دیا۔ لیکن میرے (مصنف) نزدیک یہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ بات بہت سی کتب تاریخ میں یوں موجود ہے۔ کہ جرجیر شکست کھانے کے بعد دور کہیں بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے افریقیہ کی مملکت سے بہت سا مال و دولت اور کثیر تعداد میں قیدی ساتھ لیے۔

پھر جرجیر نے ایک آدمی کو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے پاس بھیجا اور درخواست کی۔ کہ صلح کر لی جائے۔ میں اس صلح پر بیس لاکھ بیس ہزار پانچ سو دینار دینے کو تیار ہوں۔ یہ رقم مصنف کے زمانے کے پانچ کروڑ بیس ہزار تومان کے برابر بنتی تھی۔ عبداللہ نے یہ پیش کش قبول کر لی۔ اور اس کو معاہدہ کی شکل میں تحریر کر لیا۔ جو مال غنیمت وہاں سے ہاتھ آیا۔ وہ لشکر یوں میں اس طرح تقسیم کیا۔ کہ سوار کو تین ہزار درہم اور پیدل کو دو ہزار درہم حصہ میں آئے۔ پھر پانچواں حصہ اور افریقیہ کا خراج حضرت عثمان کے پاس بھیجا گیا۔ عبداللہ اس کے بعد واپس مصر آ گیا۔ اور یہ مدت ایک سال اور تین ماہ کی تھی۔

الحاصل :۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد ابی سرح وہ خوش بخت آدمی ہے ۔جس نے اگرچہ اسلام لانے کے بعد کچھ عرصہ کے لیے ارتداد اختیار کرلیا تھا لیکن پھر دوبارہ جب مشرف باسلام ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی ۔تو ساری زندگی مثالی اسلامی زندگی گزاری ۔تادم آخر کوئی لغزش سرزد نہ ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے ہاتھوں اسلام کو بڑی بڑی فتوحات سے نوازا۔ افریقیہ جیسی مملکت کو زیرنگیں کیا ۔ لاکھوں کروڑوں کے حساب سے سالانہ آمدنی آنے لگی۔ غرباء اور مساکین کی حالت بہت بہتر ہوگئی۔

اپنی زندگی کے آخری لمحات میں گوشہ نشینی اختیار کرلی ۔ اور ایک فقیرانہ زندگی بسر کی۔ اللہ سے دعا مانگی ۔کہ اے اللہ! مجھے نماز میں موت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ اور دورانِ نماز سلام پھیرتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جاملے۔

جس کی سیرت اور اخلاق کے یہ نقوش ہوں ۔ اور جس کی اہلیت اور لیاقت نے اسلام کو چار چاند لگائے ۔جس کو موت نماز کی حالت میں عطاء ہو۔ ایسے شخص پر لعن طعن کرنا کہاں کا انصاف ہے ۔ اور ایمان اس کی اجازت کب دیتا ہے ۔؟

معلوم ہوا ۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد کو عامل بنا کر اقربا پروری کا مظاہرہ نہیں فرمایا۔ بلکہ ایک قابل اور اہل شخص کو مملکت کی ذمہ داریاں سپرد کیں ۔ اور انہوں نے خداداد صلاحیت سے افریقہ ایسی عظیم مملکت کو فتح کیا ۔جس کی وجہ سے لاکھوں افرادِ حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔ اور ان کی نسلیں اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوئیں ۔یہ وقت کی ضرورت تھی ۔ کہ حضرت

Marfat.com

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق عبداللہ بن سعد کو اپنے دور میں بھی ذمہ داریاں سپرد کیں۔ اور انہوں نے وہ ذمہ داریاں باحسن طریقہ سرانجام دیں۔ اللہ تعالےٰ کی ان پر ان گنت رحمتیں نازل ہوں۔

وہ ہم مسلمانوں کے عظیم محسن تھے۔

فاعتبروا

یا اولی الابصار۔

Marfat.com

دورِ عثمانی کے اموی عامل (چہارم)

گورنر کوفہ حضرت سعید بن العاص کی سیرت و کردار کی ایک جھلک

حضرت سعید بن العاص قرشی اموی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ان کی عمر ۹ برس کی تھی۔ اس اعتبار سے یہ ان صحابہ کرام میں شامل ہیں۔ جنہیں کم عمر صحابی کہا جاتا ہے۔ یہ اپنے دور کے ممتاز صاحب فصاحت و بلاغت آدمی تھے۔ صحابہ کرام میں ان کے بارے میں مشہور تھا۔ کہ ان کا لب و لہجہ اور طرز گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھا۔ قریش کے سردار تھے۔ انہیں بطور عزت و تکریم "صاحب تاج" کیا جاتا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی فصاحت و بلاغت کے پیش نظر انہیں ان افراد کی فہرست میں شامل کیا جو جمع قرآن کی سعادت پر مامور تھے۔ ان کی ریش مبارک بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھی۔ جب تلاوت قرآن کرتے۔ تو وہ سماں اور کیف نظر آتا۔ جس کی کیفیت بیان میں نہیں کی جا سکتی۔ یہ سب خصوصیات ہم اپنی طرف سے بیان نہیں کر رہے

Marfat.com

بلکہ خود کتب شیعہ ان امور کی شاہد ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تنقیح المقال :-

سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ الْقُرَشِيِّ الْاُمَوِيّ عَدَّهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَابْنُ مُنْدَهَ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَفِيْ اَسَدِ الْغَابَةِ اَنَّهُ مِنْ اَشْرَافِ قُرَيْشٍ وَاَجْوَدِهِمْ وَفُصَحَائِهِمْ وَهُوَ اَحَدُ الَّذِيْنَ كَتَبُوا الْمُصْحَفَ لِعُثْمَانَ وَاسْتَعْمَلَهُ عُثْمَانُ عَلَى الْكُوْفَةِ بَعْدَ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَغَزَا طَبَرِسْتَانَ فَافْتَتَحَهَا وَغَزَا جُرْجَانَ فَافْتَتَحَهَا سَنَةَ تِسْعَةٍ وَعِشْرِيْنَ اَوْسَنَةَ ثَلَاثِيْنَ وَانْتَقَضَتْ آذربائيجان فَغَزَاهَا فَافْتَتَحَهَا فِيْ قَوْلٍ وَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ لَزِمَ بَيْتَهُ وَاعْتَزَلَ الْفِتْنَةَ فَلَمْ يَشْهَدِ الْجَمَلَ وَلَا صِفِّيْنَ فَلَمَّا اسْتَقَلَّ الْاَمْرُ لِمُعَاوِيَةَ اَتَاهُ وَلَهُ مَعَ مُعَاوِيَةَ كَلَامٌ طَوِيْلٌ عَاتَبَهُ مُعَاوِيَةُ عَلَى تَخَلُّفِهٖ عَنْهُ فِيْ حُرُوْبِهٖ فَاعْتَذَرَهُوَ فَقَبِلَ

مُعَاوِيَةُ عُذْرَهُ ثُمَّ وَلَّاهُ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ يُوَلِّيهِ إِذَا عَزَلَ مَرْوَانُ عَنِ الْمَدِيْنَةِ وَ يُوَلِّيَ مَرْوَانُ إِذَا عَزَلَهُ وَكَانَ سَعِيدٌ كَثِيرُ الْجُوْدِ وَ السَّخَآءِ ۔

(تنقیح المقال للمامقانی۔ جلد نمبر صفحہ نمبر ۲۷
باب سعید من ابواب السین ۔
مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:۔

ابن عبدالبر، ابن مندہ اور ابونعیم نے حضرت سعید بن العاص بن سعید العاص کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ اسد الغابہ میں ہے۔ کہ یہ حضرت قریش کے بزرگوں میں سے تھے۔ اور ان میں سے ایک عظیم سخی اور بہت بڑے فصیح تھے۔ یہ ان حضرات میں سے ایک تھے۔ جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم پر ان کے لیے قرآن کریم کی کتابت کی۔ جناب عثمان نے انہیں کوفہ کا عامل مقرر کیا۔ یہ تقرری ولید بن عقبہ کے بعد ہوئی۔ طبرستان پر چڑھائی کر کے اسے فتح کیا۔ جرجان کو انتیس یا تیس ہجری میں فتح کیا۔ اس کے علاوہ آذربائیجان پر بھی قبضہ کیا۔ جب حضرت عثمان غنی کو شہید کر دیا گیا۔ تو انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور فتنہ سے دور بھاگ گئے۔ جنگ جمل اور صفین میں شرکت نہ کی۔ جب حضرت امیر معاویہ نے خلافت سنبھالی۔ تو ان کے پاس آئے۔ اور ان سے طویل کلام کیا۔ جناب معاویہ نے انہیں اپنی لڑائیوں

Marfat.com

میں شرکت نہ کرنے پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ تو انہوں نے عدم شرکت کا عذر پیش کیا۔ امیر معاویہ نے عذر قبول کر کے درگزر کر دیا۔ اور انہیں مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ مروان بن الحکم انہیں اس عہدے سے معزول کرتا۔ تو حضرت امیر معاویہ مقرر کر دیتے اور اگر امیر معاویہ معزول کرتے تو مروان ان کی تقرری کر دیتا۔ جناب سعید بہت سخی تھے۔ اور ان کی سخاوت بکثرت تھی۔

تہذیب التہذیب :-

قَالَ ابْنُ سَعْدٍ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ لِسَعِيْدٍ تِسْعُ سِنِيْنَ قَالَ الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ اِسْتَعْمَلَهٗ عُثْمَانُ عَلَى الْكُوْفَةِ وَغَزَا بِالنَّاسِ طَبَرِسْتَانَ وَاسْتَعْمَلَهٗ مُعَاوِيَةُ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ مُعَاوِيَةُ لِكُلِّ قَوْمٍ كَرِيْمٌ وَ كَرِيْمُنَا سَعِيْدٌ وَ قَالَ اَيْضًا اُقِيْمَتْ عَرَبِيَّةُ الْقُرْاٰنِ عَلٰى لِسَانِ سَعِيْدٍ لِاَنَّهٗ كَانَ اَشْبَهُهُمْ لَهْجَةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَانَ مِنْ اَشْرَافِ قُرَيْشٍ وَهُوَ اَحَدُ الَّذِيْنَ كَتَبَ الْمُصْحَفَ لِعُثْمَانَ وَرَوٰى عَبْدُ الْعَزِيْزِ

Marfat.com

ابْنُ اَبَانٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَتِ امْرَاةٌ بِبُرْدٍ فَقَالَتْ اِنِّيْ نَوَيْتُ اَنْ اُعْطِيَ هٰذَا الْبُرْدَ اَكْرَمَ الْعَرَبِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطِيْهِ هٰذَا الْغُلَامَ يَعْنِىْ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۴۸-۴۹
ذکر السین مطبوعہ بیروت
طبع قدیم۔)

ترجمہ:۔

ابن سعد کہتے ہیں۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت سعید بن العاص کی عمر ۹ برس تھی۔زبیر بن بکار کا کہنا ہے۔کہ حضرت عثمان نے سعید بن العاص کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔طبرستان پر چڑھائی کی۔امیر معاویہ نے انہیں مدینہ کی گورنری عطا کی۔سعید بن عبد العزیز کا کہنا ہے۔کہ حضرت معاویہ نے کہا۔ہر قوم کا کوئی قابل فخر سخی ہوتا ہے۔اور ہمارا قابلِ فخر آدمی سعید ہے یہ بھی کہا۔کہ قرآن کریم کی عربیت زبانِ سعید سے ٹھیک بیٹھتی ہے۔کیونکہ ان کا لہجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجہ کے بہت مشابہ تھا۔ابن عبد العزیز کا کہنا ہے۔کہ سعید اشراف قریش میں سے تھے۔اور ان کاتبان قرآن میں سے ایک تھے۔جنہوں نے حضرت عثمان کے لیے قرآن کی کتابت کی۔عبد العزیز بن ابان جناب خالد بن سعید اور ان کے باپ سے وہ حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔کہ ایک مرتبہ ایک عورت

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک چادر لائی۔ اور کہنے لگی۔ کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ یہ چادر اس شخص کو دوں گی۔ جو "اکرم العرب" ہو۔ تو آپ نے اُسے فرمایا۔ اس لڑکے یعنی سعید بن العاص کو دے دو۔ (یہ اس وصف سے متصف ہے۔)

البدایہ والنہایہ :-

وَكَانَ عُمَرُ سَعِيدٍ يَوْمَ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَ سِنِيْنَ وَكَانَ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْاَجْوَادِ الْمَشْهُوْرِيْنَ وَكَانَ جَدُّهٗ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ وَيُكْنٰى بِاَبِيْ اَحِيْحَةَ رَئِيْسًا فِيْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهٗ ذُوالتَّاجِ لِاَنَّهٗ كَانَ اِذَا اعْتَمَّ لَا يَعْتَمُّ اَحَدٌ يَوْمَئِذٍ اِعْظَامًا لَهٗ وَكَانَ سَعِيْدٌ هٰذَا مِنْ عُمَّالِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى السَّوَادِ وَجَعَلَهٗ عُثْمَانُ فِيْمَنْ يَكْتُبُ الْمَصَاحِفَ لِفَصَاحَتِهٖ وَكَانَ اَشْبَهُ النَّاسِ لِحْيَةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(البدایہ والنہایہ / جلد نمبر ۸ / ص ۸۳ تا ۸۴ سن ثمان وخمسین / مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

جناب سعید بن العاص کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت نو برس تھی۔ اور مسلمانوں میں قابل احترام شخصیت تھے۔ بہت بڑے سخی تھے۔ ان کے والد اور دادا کا نام بھی سعید بن العاص ہی تھا۔ اور کنیت ابو احیحہ تھی۔ قریش کے رئیس تھے۔ انہیں ذوالتاج بھی کہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ جس دن یہ عمامہ باندھتے۔ اس دن احتراماً کوئی دوسرا شخص پگڑی نہ باندھتا۔ سعید بن العاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سواد کے عامل رہ چکے تھے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی فصاحت اور بلاغت کے پیش نظر ان افراد کی فہرست میں انہیں رکھا۔ جو کتابتِ قرآن کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔ ان کی داڑھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف سے بہت مشابہ تھی۔

حوالہ جات مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ سعید بن العاص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

۲۔ خاندان قریش کے ایک ممتاز سخی اور سردار تھے۔

۳۔ فصاحت و بلاغت سے مزین تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لب و لہجہ میں کمال مشابہت رکھتے تھے۔

۴۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں سواد کے عامل تھے۔

۵۔ ان کی داڑھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے بہت مشابہ تھی۔

Marfat.com

۶۔ بچپن میں ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے "واکرام العرب" کا لقب ملا۔

۷۔ افریقہ ایسی مملکت کے فاتح اور اس سے درآمد ہونے والی لاکھوں دراہم کی نقدی ان کی رہین منت تھی۔

۸۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ان چیدہ افراد میں سے ایک تھے کہ جنہیں کتابت قرآن کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

لمحۂ فکریہ:۔

امور مذکورہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا۔ کہ سعید بن العاص اخلاق واطوار کے اعتبار سے بھی ممتاز اور قابلیت و اہلیت کے اعتبار سے بھی منفرد آدمی تھے۔ قریش کی سرداری کے علاوہ سخاوت اور کرامت میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ نبوت و دور بینی نے انہیں "واکرام العرب" کا عہدہ دیا۔

ان تمام امور کے پیش نظر ان پر بدکرداری اور نااہلیت کا الزام دھرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

حضرت سعید کی زیر قیادت اکابر صحابہ کرام کے علاوہ حسنین کریمین بھی شریک جنگ ہوئے

ناسخ التواریخ :-

دہم دریں سال کار جرجان و طبرستان آشفتہ گشت وعثمان فرمان کرد تا سعید ابن العاص از کوفہ لشکر بساخت وکوچ برکوچ تا بدامغان برآمد واز آنجا اراضی قومس را صافی داشت و طریق جرجان گرفت مردم گرگان ساز سپاہ دادہ پذیرہ جنگ شدند چوں از دو سوئے صف راست شد سعید بن العاص اسپ بزدہ بمیدان آمد وہم چناں از گرد راہ سواری از ابطال رجال گرگاں راکہ شناختہ تر از او بشجاعت نداشتند باز خم تیغ از اسپ در انداخت لشکر گرگانرا از آں دستبرد پائے ثبات بلغزید بیکبار پشت بجنگ دادند وروی بحصار نہادند سعید شہر گرگانرا در بنداں داد از پس روزی چند امان طلبیدند وخواستگار صلح شدند۔ بشر طیکہ صد ہزار درہم نقد تسلیم دارند وسال دوئم دویست ہزار درہم۔ ودر سال سوئم سیصد ہزار درہم میرسانند وایں جملہ برسم خراج ادا می نمایند۔ دہم اکنوں دویست ہزار درہم بلشکرانہ صلح بذل میفرمایند پس سعید بفرمود براین جملہ وثیقتی نوشتند۔ ہمانا در تاریخ روضۃ الاحباب مسطور است کہ در سفر جرجان حسنین علیہما السلام باتفاق سعید بن العاص بودند۔ در تاریخ مازندراں ودر کتاب روضۃ الصفا وحبیب السیر بدیں قصہ اشارتے رفتہ۔ وایں جملہ سند بر روضۃ الاحباب میبرند۔

Marfat.com

بالجملہ سعید بن العاص بعد از فتح جرجان بمیشہ متوجہ شد مردم میشہ از فرمان بیافتند بحصار اندر رزم زدن گرفتند سعید ایشاں را حصار داد و فراواں رنج برد تا کار برمردم میشہ سخت گشت و خواستگار مصالحت شدند بشرطیکہ یک تن را از ایشاں نکشند سعید بن العاص مسئول ایشاں را با جابت مقرون داشت چوں از حصار بیروں شدند گفت من پیمان دادہ ام کہ یک تن را نکشم و یک تن از آنجماعت رادست باز داشت و بفرمود تا جملہ را گردن بزدند و از آنجا بطبرستان آمد و آں مملکت نیز بنظام کرد و خراج ببستد و بمدینہ مراجعت کرد۔

(ناسخ التواریخ۔ جلد ۳ ص ۲۔۱۴۱۴۔۱
دورانِ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

اسی سال جرجان اور طبرستان کے حالات بگڑ گئے۔ حضرت عثمان نے سعید بن العاص کو حکم دیا کہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر نکلے اور دامغان تک جا پہنچے۔ وہاں سے فراغت پر علاقہ قومس کو صاف کرے۔ پھر اس کے بعد جرجان کی طرف رُخ کیا۔ یہاں کے عوام نے جنگ لڑنا چاہی۔ دونوں طرف سے جنگ کے لیے صف بندی ہوئی۔ سعید بن العاص نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر خود کو میدان میں لا کھڑا کیا۔ جرجان کے مشہور پہلوانوں میں سے ایک نے مقابلہ کرنا چاہا۔ یہ اپنے دور کا عظیم بہادر آدمی تھا۔ سعید بن العاص کے ایک ہی وار نے اس کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ یہ دیکھ کر جرجانیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ بھاگے اور شہر میں داخل ہو کر دروازے بند کر لیے۔ سعید نے شہر کا محاصرہ کیا۔ جس کی سختی نے

Marfat.com

اہل جرجان کو صلح پر مجبور کر دیا۔ صلح اس شرط پر ہوئی۔ کہ اس سال اہل جرجان، ایک لاکھ درہم بطور خراج دیں گے۔ اگلے سال دو لاکھ اور اس سے اگلے سال تین لاکھ درہم ادا کریں گے۔ اور صلح کے شکریہ کے طور پر بیس ہزار درہم فی الفور ادا کریں گے۔ سعید بن العاص نے یہ تمام معاہدہ جات تحریر کر لیے۔

تاریخ روضۃ الاحباب میں تحریر ہے۔ کہ جرجان کی طرف روانگی کے وقت اس لشکر میں حضرات حسنین کریمین بھی موجود تھے۔ تاریخ مازندران، روضۃ الصفاء اور حبیب السیر میں اسی امر کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ ان تمام کتابوں نے اس واقعہ کی سند کی نسبت روضۃ الاحباب کی طرف کی ہے۔

مختصر یہ کہ سعید بن العاص نے جرجان کی فتح کے بعد میشہ کا رخ کیا۔ میشہ کے رہنے والوں نے حکم عدولی کی۔ اور شہر میں محصور رہ کر لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ سعید نے ان کا سخت محاصرہ کیا۔ مجبوراً صلح پر تیار ہو گئے۔ وہاں سے فراغت پر طبرستان روانہ ہو گئے۔ یہاں خراج کا انتظام درست کیا۔ اور پھر سعید بن العاص واپس مدینہ لوٹ آئے۔

الحاصل :-

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ اور نہایت سخی اور باکردار آدمی تھے۔ اکرم العرب کا لقب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا۔ ان کا لب و لہجہ اور داڑھی مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ اس قدر جری اور بہادر تھے۔ کہ جرجانی عظیم پہلوان کو ایک ہی وار سے شکست اسے ہم کنار کر دیا۔ بہت سے علاقہ جات فتح کر کے مملکت اسلامیہ میں داخل کیے۔ ان تمام امور سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت سعید بن العاص کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے محض

اپنا رشتہ دار ہونے کی بنا پر گورنر مقرر نہ کیا تھا۔ بلکہ ان کی خداداد صلاحیتیں اور بے مثل اہلیت ان کے پیش نظر تھی۔ یہ حضرت صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہی عامل مقرر نہ ہوئے۔ بلکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں بھی ان کو عامل مقرر کیا تھا۔

لہٰذا ان کی شخصیت کو داغدار کرنے کے لیے ان پر الزام تراشی اور انہیں امور مملکت سے نادان اور منصب گورنری سے نااہل گردانناکسی طرح زیب نہیں دیتا۔ گزشتہ اوراق میں ہم اس امر کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ کہ اگر کسی رشتہ دار اور قریبی کی تقرری قابل اعتراض ہے۔ تو یہ بات حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت عبداللہ بن عباس کو کوفہ کا عامل مقرر کیا تھا۔ لہٰذا اس بات سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر الزام دھرنا سراسر ناانصافی ہے۔ رہی یہ بات کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اہل و حقدار تھے۔ تو تاریخ یعقوبی اور ناسخ التواریخ کے حوالہ جات اس کی تصدیق کے لیے کافی ہے۔ بلکہ ناسخ التواریخ میں تو یہاں تک مذکور ہے۔ کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ان کے لشکر میں شامل تھے۔ اگر حسنین کریمین ان کو نالائق سمجھتے۔ تو ان کی کمان میں جنگ میں شرکت نہ کرتے اس لیے حضرت سعید پر نااہلیت کا الزام دراصل حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی ذات پر بھی اعتراض آئے گا۔ کہ انہوں نے ایک نااہل جرنیل کے ماتحت لڑائی لڑی۔

لیکن کیا کیا جائے۔ اس واقعۂ شرکت کو ناسخ التواریخ کے مصنف مرزا محمد تقی نے نقل کرنے کے بعد اپنی شیعیت کا راگ الاپا۔ اور وہی ملعون روش یہاں بھی دہرائی۔ خود مرزا موصوف کی ہرزہ سرائی اسی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

صاحب ناسخ التواریخ کی ہرزہ سرائی اور صحابی رسول کی گستاخی

ناسخ التواریخ :-

صاحب روضۃ الاحباب دریں سخن متفرد است و ایں سخن از وے معتبر نیست چہ آں مردم کہ سخن ایشاں را در تواریخ استوار باید داشت چہ سنی چہ شیعی و چہ تازی زبان و چہ پارسی گویاں ہیچکس ازیں قصہ حدیث نہ کردہ است و بر زیادت عقل گواہی نمی دہد کہ ایشاں با سعید بن العاص کہ کافری و اگر نہ فاسقی بود کوچ و فرمان او بپذیرند۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد نمبر ۳ ص ۲۷ ، اذکر سفر سعید بن العاص ، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی کمان میں جنگ پر جانا یہ بات تنہا صاحب روضۃ الاحباب کی ہے۔ یہ بات اس کی ناقابل اعتبار ہے۔ کیونکہ وہ لوگ کہ جن کی بات کا تاریخ نویسی میں کوئی وزن ہوتا ہو۔ چاہے وہ اہل سنت سے متعلق ہوں۔ یا اہل تشیع سے ہوں۔ خواہ عربی زبان میں ان کی تحریرات ہوں۔ یا زبان فارسی کا سہارا لیا ہو۔ کسی ایسے مؤرخ نے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا۔ اس بات پر

Marfat.com

عقل بھی گواہی دینے کے لیے تیار نہیں۔ کہ یہ حضرات (حسنین کریمین) سعید بن العاص ایسے کافر یا فاسق کے ساتھ سفر میں شریک ہوئے۔ اور اس کی ماتحتی میں

شیعہ مؤرخ مرزا محمد تقی کی ہرزہ سرائی کی تحقیقانہ تردید

مرزا محمد تقی کی مذکورہ عبارت سے دو امور کی نشاندہی ہوتی ہے۔ جن کو بنیاد بنا کر موصوف نے حضرات حسنین کریمین کو سعید بن العاص کی سرکردگی میں جنگ کے اندر شرکت کو خارج از امکان قرار دیا۔ اول یہ کہ یہ واقعہ کسی مشہور مؤرخ نے اپنی تاریخ میں ذکر نہیں کیا۔ نہ کسی سُنی نے اور نہ ہی کسی شیعی نے۔ لہذا صرف ایک مؤرخ کا اس کو ذکر کرنا کوئی وزن نہیں رکھتا۔ دوسرا امر یہ کہ سعید بن العاص وہ شخص ہے۔ جو کافر یا کم از کم فاسق ضرور ہے۔ اور کسی فاسق و کافر کی زیر قیادت حسنین کریمین کا جہاد میں شریک ہونا عقل کو تسلیم نہیں ہے۔ ہم ان دونوں امور کے لیے اصل اور مردود ہونے کی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ احقاق حق اور ابطال باطل ہو۔

امر اول کا بطلان

کیا اموی عامل کی سرپرستی میں حسنین کا جہاد کسی تاریخ میں نہیں

مرزا تقی کا یہ کہنا کہ اس واقعہ کو کسی شیعی سنی مؤرخ نے ذکر نہیں کیا۔ شیعی مؤرخین میں سے خود مرزا موصوف نے ذکر کیا۔ اور اتفاق سے موصوف کٹر شیعی بھی ہے۔ آخر مرزا

Marfat.com

موصوف نے بھی کسی تاریخ سے یہ واقعہ لیا ہے۔ لہٰذا اہل تشیع کی تاریخ میں صرف روضۃ الاحباب میں ہی یہ واقعہ مذکور نہیں۔ بلکہ اس کے اور بھی مؤرخ ہمنوا ہیں۔ رہا یہ ثبوت کہ اہل سنت کی کتب تاریخ میں اس کا کوئی تذکرہ ہے۔ تو اس سلسلہ میں ثبوت ملاحظہ ہوں۔

البدایۃ والنہایۃ

فَذَكَرَ الْمَدَائِنِيُّ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ رَكِبَ فِيْ جَيْشٍ فِيْهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَالْعِبَادِلَةُ الْاَرْبَعَةُ وَحُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ فِيْ خَلْقٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ فَسَارَ بِهِمْ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۱۵۴، سنۃ ثلاثین من الھجرۃ ..... مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔
مدائنی نے ذکر کیا۔ کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ جس لشکر کے ساتھ سوار ہو کر چلے۔ اس لشکر میں امام حسن و حسین اور چاروں عبادلہ کے علاوہ حذیفہ بن بن الیمان اور بہت سے دیگر صحابہ کرام بھی تھے۔ سعید بن العاص ان سب کی معیت میں چل پڑے۔

Marfat.com

کامل ابن اثیر:-

اِنَّ سَعِيدًا غَزَاهَا مِنَ الْكُوفَةِ سَنَةَ ثَلَاثِيْنَ وَ مَعَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ ابْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَحُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ وَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَنَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(الکامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ نمبر ۱۰۹
ذکر غزوہ سعید بن العاص مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:-

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے تیس ہجری میں کوفہ سے طبرستان کی طرف بغرض جنگ کوچ کیا۔ ان کے ساتھ امام حسن و حسین، ابن عباس، ابن عمر بن الخطاب، ابن عمرو بن العاص حذیفۃ بن الیمان، ابن الزبیر اور بہت سے دیگر صحابہ کرام بھی تھے۔

تاریخ طبری:-

حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُجَاهِدٍ عَنْ

Marfat.com

حُبَيْشِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ غَزَا سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ مِنَ الْكُوْفَةِ سَنَةَ ٣٠ ھ يُرِيْدُ خُرَاسَانَ وَمَعَهُ حُذَيْفَةُ الْيَمَانِ وَنَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ۔

(تاریخ طبری جلد ۵ / صفحہ نمبر ۵۷ / ثم دخلت سنۃ ثلاثین۔ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:۔

بحذف اسناد حبیش بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن العاص نے تیس ہجری میں کوفہ سے خراسان کی طرف بغرض جنگ روانگی فرمائی۔ ان کے ساتھ حذیفۃ بن الیمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے دیگر صحابہ کرام بھی تھے۔ ان میں حسن، حسین، عبداللہ بن عباس عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔

ان حوالہ جات سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی۔ کہ مرزا تقی کا یہ کہنا کہ واقعہ مذکورہ کا کسی شیعی سُنّی معتبر کتب تاریخ میں کوئی تذکرہ نہیں۔ بالکل ڈھونگ ہے۔ یہ یا تو اس کی کم علمی اور کتب بینی کی دولت سے محرومی کا نتیجہ ہے۔ یا پھر حضرات صحابہ کرام کے ساتھ شیعی فطرت کے مطابق بغض وعناد کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

Marfat.com

کیا اموی عامل حضرت سعید فاسق اور کافر تھے۔؟

امر دوم کا بطلان:۔

امر دوم یہ تھا۔ کہ مرزا کی عقل اس امر کو نہیں قبول کرتی۔ کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا ایک فاسق و فاجر بلکہ کافر کی ماتحتی قبول کرنا درست ہے۔ ہم اس سلسلہ میں اولاً تو یہ کہیں گے۔ کہ اگر مرزا صاحب کی عقل نہیں مانتی۔ تو اس کا علاج کریں۔ اور حق قبول کرنے کی اس میں صلاحیت پیدا کریں۔

دیکھئے صاحب اہل تشیع کی متعدد کتب تاریخ میں اور اہل سنت کی معتبر کتب میں اس واقعہ کا صاف صاف اندراج ہے۔ تو پھر عقل میں نہ آنا اور عقل کا نہ ماننا صرف ہٹ دھرمی ہے۔ ایک واقعہ کا متعدد کتب تاریخ میں مذکور ہونا عقل کی قبولیت کے لیے کافی ہوتا ہے۔ لیکن اس کے لیے عقل کا سلیم ہونا ضروری ہے۔ جو مرزا صاحب کو حاصل نہیں ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ انہی سعید بن العاص نے پڑھائی

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں مرزا تقی نے جو ہرزہ سرائی کی۔ اور معاذ اللہ انہیں فاسق و کافر تک کہنے سے دریغ نہ کیا۔ بفرض محال اگر وہ واقعۃً ایسے ہی تھے۔ تو ہم یہ بات پوچھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ کیا کافر کسی مسلمان کی نماز جنازہ پڑھانے کا حق رکھتا ہے۔ اور اگر وہ نماز پڑھا دے۔ تو کیا وہ نماز ہو گئی؟ اس کے ثبوت کے لیے اہل تشیع کوئی ایک روایت سند صحیح کے ساتھ پیش کر دیں۔ تو منہ مانگا انعام پائیں۔

Marfat.com

ہم اس بات کو خود ان کی کتب سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ انہی سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اگر نماز درست تھی۔ تو مرزا تقی کی بدنیتی اور خباثت ظاہر ہو گئی۔ اور اگر نماز درست نہ تھی۔ تو امام موصوف کی چونکہ کسی اور نے دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ لہذا ثابت ہو گا۔ کہ امام موصوف کو بغیر نماز پڑھائے دفنایا گیا۔ لیجیے دونوں اطراف کی کتب سے اس کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

مقاتل الطالبین:۔

حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَیْنِ الْاَشْنَانِیْ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْوَضَاحِ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ یَمَانَ عَنِ الثَّوْرِیِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِیْ حَفْصَۃَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ اَنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ قَدَّمَ سَعِیْدَ الْعَاصِ لِلصَّلٰوۃِ عَلَی الْحَسَنِ وَقَالَ تَقَدَّمْ فَلَوْلَا اَنَّھَا سُنَّۃٌ مَاقَدَّمْتُکَ۔

(مقاتل الطالبین لابی الفرج اصفہانی
ص ۷۶/ ذکر الحسن بن علی
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) ابو حازم سے روایت ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کیا۔ اور کہا۔ چلو۔ آگے ہو کر نماز پڑھاؤ۔ اگر ایسا

Marfat.com

کرنا سنّت نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں نماز پڑھانے کے لیے آگے نہ کرتا۔

کشف الغمہ:۔

وَصَلّٰی عَلَیْہِ سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ فَاِنَّہٗ کَانَ یَوْمَئِذٍ وَالِیًا عَلَی الْمَدِیْنَۃِ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ جلد ۱ ص ۵۸۴
الثانی عشر فی وفاتہ علیہ السلام
مطبوعہ تبریز جدید)

ترجمہ:۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ کیونکہ جناب سعید ان دنوں مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ اور حاکم وقت کا نماز جنازہ پڑھانا سُنّت ہے۔

طبقات ابن سعد:۔

وَوَلَاھَا سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ فَمَاتَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ وِلَایَتِہٖ تِلْکَ سَنَۃَ خَمْسِیْنَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ۔

(طبقات ابن سعد جلد نمبر ۵/ صفحہ نمبر ۳۵/
ذکر سعید بن العاص۔ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ (سن پچاس ہجری میں) مدینہ کے گورنر مقرر ہوئے اسی سال مدینہ میں حضرت امام حسن بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ ان کی نماز جنازہ سعید بن العاص نے پڑھائی۔

کامل ابن اثیر:۔

وَصَلّٰی عَلَیْہِ سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ فَقَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ لَوْ لَا اَنَّہٗ سُنَّۃٌ لَمَا تَرَکْتُکَ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ۔

(کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۴۶۰/ ذکر وفاۃ الحسن بن علی۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ سعید بن العاص نے پڑھائی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا۔ کہ اگر (حاکم وقت کا نماز جنازہ پڑھانا) سنت نہ ہوتا۔ تو میں تجھے نماز نہ پڑھانے دیتا۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ جناب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اور ان کی اقتداء میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ ان کو کامل الایمان سمجھتے تھے۔ ورنہ انہیں مصلائے امامت پر کھڑے نہ ہونے دیتے۔ اسی کامل الایمان ہونے اور سمجھنے کی بناء پر امام موصوف اور ان کے بھائی وغیرہ صحابہ کرام نے ان کی سرکردگی میں جنگ میں شرکت کی۔ یہ تمام حضرات اس امر سے بخوبی واقف تھے۔ کہ جناب سعید بن العاص نے اسلامی مملکت کو لاکھوں کروڑوں دراہم کا مالی فائدہ پہنچایا۔ جس سے فقیر و مسکین،

Marfat.com

مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر ہوئی۔

ہماری ان گزارشات سے ہر ذی شعور یہ سمجھ جائے گا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جناب سعید بن العاص کو ان کی ذاتی قابلیت اور اہلیت کی بنیاد پر عامل مقرر کیا تھا۔ جس کو انہوں نے عملی طور پر ثابت کر دکھایا۔ اقربا پروری کا اس میں شاخسانہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بہت سی صلاحیتوں سے نواز تھا۔ باری تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت کی بارش نازل فرمائے۔ اور ہمیں ان کی سی سیرت و کردار اپنانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

دور عثمانی کے اموی عامل پنجم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار۔

امیر معاویہ کی اہلیت حکومت کی دلیل انداز جہانبانی

تیسری پشت میں ان کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خلفائے ثلاثہ کی نسبت زیادہ قریب تھے۔ ان کی حقیقی بہن سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل تھا۔ اس رشتہ کے اعتبار سے امیر معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے بھی تھے۔ ایک اور رشتہ کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف بھی تھے۔ کیونکہ ام المومنین حضرت سلمۃ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ "قریبۃ الصغری" ان کے عقد میں تھی۔ وحی کے کاتبین میں سے ایک یہ بھی تھے۔ کتب اہل تشیع اور اہل سنت سے ان کی سیرت اور حالات حکومت ملاحظہ ہوں۔

ناسخ التواریخ:۔

نخستیں بامداداں کہ نماز صبح میگذاشت گوش فرا میداشت واخبار واحادیث ممالک را اصغامی نمود آں گاہ لختی از کتاب خدائے قرأت میکرد وزمانے

بامر د نہی مملکت می پرداخت پس چہار رکعت نماز مستحب میگذاشت و در مجلس خاص می نشست و خاصاں حضرت را حاضر می ساخت و با ایشاں گوناگوں سخن می کرد و ہم دریں وقت پیش کاران درگاہ و وزرائے کار آگاہ حاضر می شدند و از حل و عقد مملکت آنچہ در آں روز باید فیصل داد بعرض می رسانیدند و خط جواز گرفتہ مراجعت می کردند آں ہنگام بجائے لقمۃ الصباح از فضول اغذیہ شبانہ طبیخ بزغالہ و مرغ کباب کردہ و امثال آں حاضر می ساختند و بہ اکل آں اشیاء می پرداخت و فراواں از ثغور ممالک و احادیث بلاد قصہ می کرد۔

واز پس آں بسرائے خویش درمی رخت و بکارہائے درونی می پرداخت آں گاہ غلام خویش را بانگ می زد و فرمان میداد کہ کرسی مرا بجانب مسجد حمل میدہ پس کرسی می نشست۔ و حارسان و عوانان در برابر او صف زدہ برپائے ایستادہ می شدند و او را دریں مجلس حاجبی و دربانے نبود۔ مردم مسکین وضعیف و اعرابی و زناں و طفلاں و غریباں و بیکساں حاضر می شدند ہر کرا حاجتی بودے بے حاجزی بعرض می رسانید آں کس کہ می گفت مظلوم فرمان می کرد کہ محفل کنید و کس باتفاق او رواں کنید تا ظالم را حاضر کنند بدینگونہ یک یک را پرسش میکرد و حاجت او را روا می ساخت۔

آں گاہ داخل می شد بدار الامارۃ و بر سریر خویش می نشست و مردم را می گفت یک یک مرا سلام می دہید و بجواب سلام مہمل و مشغول مگذارید پس آں گاہ کہ ہمگاں حاضر می شدند یک تن سخن میکرد و می گفت کیف اصبح امیر المومنین و معاویہ در پاسخ می گفت بنعمۃ من اللہ آں گاہ ہر کس باندازہ منزلت و مکانت بجائے خویش می نشست پس معاویہ روئے بایشاں می آورد و میگفت شما در شما اشرافید زیرا کہ شما را بدخول ایں مجلس تشریف کردہ

انداز بہر آنکہ حاجت آناں را کہ بدیں مجلس راہ ندارند بعرض رسانید پس مردی بر می خاست و در اسعاف امر حاجت مندی سخن میکرد و از معاویہ پاسخ می گرفت بدیں گونہ مطالب و مآرب مردم را اصغاء می نمود تا سخن بپایے می رفت۔

آنگاہ فرمان می کرد تا خورش و خوردنی حاضر می ساختند و مائدہ می نہادند و کتاب را میفرمود تا بر سر او ایستادہ می شدند و جماعتی را کہ اسعاف حاجت بصدور منا شیر مربوط بود در می آوردند مردے را فرمان می کرد کہ بر سر مائدہ بنشین و با کل طعام مشغول باش آں مرد می نشست و با کل طعام می پرداخت و کاتب منشور او را قرأت می کردند مطالب او را معروض میداشت و پاسخ می گرفت چوں امر او بانجام می رسید او را خطاب می کردند کہ واپس نشین و دیگر بجائے او می نشست و کاتب بکار او می پرداخت بدیں گونہ چندانکہ مائدہ در مجلس بود و معاویہ کار اکل و شرب می کرد چہل کس را بیش و کم حاجت روا می ساخت۔

آں گاہ مردم را رخصت انصراف می داد و خود بسرائے خویش در می رفت و ہیچ کس را قدرت اظہار حاجت نہ بود چوں بانگ ظہر بر می ساخت حاضر مسجد می شد و نماز می گزاشت و بی نشست و خاصان خویش را طلب می کرد اگر زمستان بود باشیاء گرم و خشک مانند یا بونج و فواکہ خشک و نان شیر و شکر و اخبصہ یا بسہ و امثال آں ایشاں را دعوت می کرد و اگر تابستان بود فواکہ رطبہ و میوہ ہائے بارزہ حاضر می ساخت و دیگر بارہ وزراء حاضر می ساخت و دیگر بارہ وزراء حاضر می شدند و اموری کہ در آں واجب بود بعرض می رسانیدند و فیصل میدادند۔

ایں وقت ہنگام نماز عصر فرا می رسید پس بر می خاست و نماز عصر

می گذاشت و لبسرائے خویش در می رفت و ہیچ کس را قدرت سخن نبود۔ تا نزدیک بنماز مغرب پس بیروں می شد و بسریر خویش می نشست و ہر کس را باندازہ مقدار او اذن جلوس میداد و غذائے عشا طلب می کرد و مشغول باکل و شرب می بود۔ ناگاہ نماز مغرب می گذاشت و از پس حاضر بودند و ہیچ کس را نیروئے اظہار حاجت و مطلبی نبود پس نماز مغرب می گذاشت و از پس ادائے چہار رکعت نماز مستحب می نمود و در ہر رکعتی پنجاہ آیت بجہر یا باخفات قرأت می کرد و دیگر بارہ لبسرائے در می رفت و ہنگام نماز عشاء بیروں می شد و نماز می گزاشت۔

و ایں وقت ویژہ گان درگاہ و نزدیکان حضرت او وزرائے بزرگ را طلب میفرمود و احکام آں شب را تا بروز ابلاغ می داد۔ آں گاہ بتذکرہ تواریخ می پرداخت و یک ثلث شب را اصغائے اخبار عرب و ایام ایشاں و قصصہائے عجم و ملوک ایشاں و مکائد ایشاں را در جنگ ہا و سیاسات ایشاں در نظم رعایا می نمود پس از سرائے درونی نسواں او طبقہائے حلوہ و خوردنیہائے لطیف بیروں می فرستادند تا خود می خورد و باہل مجلس میخورانید آں گاہ بعزم خواب در می رفت و یک ثلث شب می خفت پس بر میخاست و چند تن از غلامان خود را فرمان کردہ بود کہ از اخبار پیشینیاں و ملوک پیشین زمان و تدبیر ایشاں در کار ملک و مملکت از بر کردہ بودند پس ایشاں را طلب می کرد تا آں حکایت را از بر قرأت می کردند تا گاہی کہ سفیدۂ صبح بر میدمید پس بر میخاست و نماز بامداداں میگذاشت و عادات روز گزشتہ را اعادت می کرد۔

(۱)۔ ناسخ التواریخ حالات امام حسن

(۱۔ ناسخ التواریخ حالات امام حسن جزو اول جلد ۵ ص ۱۰۳ تا ۴ ۔ ۳ شرح زندگانی معاویہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ مروج الذہب جلد نمبر ۳ ص ۲۹ من اخلاق معاویہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز ادا فرمانے کے بعد مختلف ممالک کی خبریں اور واقعات سُنتے۔ پھر اس کے بعد قرآن پاک سے کچھ تلاوت کرتے۔ پھر کچھ وقت تک مملکت کے احکام میں مشغول رہنے کے بعد چار رکعت نفل نماز چاشت ادا فرماتے۔ اس کے بعد خاص مجلس میں رونق افروز ہوتے۔ اور اپنے مخصوص افراد کو بلاتے۔ ان کے ساتھ مختلف موضوعات پر گفتگو فرماتے۔ اسی وقت مملکت کے اہل کار اور وزراء حاضر ہوتے۔ اور اس دن کے فیصلہ جات کے متعلق گفتگو ہوتی۔ جو جو حکم ملتا۔ تحریری طور پر وہ ساتھ لے کر اپنی اپنی ذمہ داری کی طرف لوٹ جاتے۔ اس وقت صبح کے ناشتہ کے لیے رات کی بچی کھچی اشیاء اور ہلکی پھلکی چیزیں لائی جاتیں۔ جن میں بکری کے بچہ کا پکا ہوا گوشت اور مرغ کے کباب وغیرہ بھی ہوتے۔ ناشتہ کرتے وقت مختلف ممالک کے قلعہ جات اور ان شہروں کے واقعات پر گفتگو ہوتی۔

ناشتہ سے فارغ ہو کر امیر معاویہ اپنے گھر تشریف لے جاتے اور گھریلو کام سرانجام دیتے۔ پھر اپنے غلام کو آواز دے کر حکم دیتے کہ

Marfat.com

میری کرسی مسجد میں پہنچا دی جائے۔ غلام آپ کی کرسی مسجد میں ایک مقرر جگہ پر رکھ دیتے۔ حضرت معاویہ مسجد میں اس کرسی پر بیٹھ جاتے۔ اور چوکیدار و معاونین مملکت آپ کے سامنے کھڑے ہوتے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس مجلس میں نہ کوئی پہرہ دار ہوتا اور نہ کوئی دربان مقرر کیا جاتا۔ مسکین و غریب، دیہاتی، بچے اور عورتیں ہر ایک کو آنے کی اجازت ہوتی۔ جس کسی کو کوئی ضرورت ہوتی۔ بغیر کسی وسیلہ کے وہ پیش کر دیتا۔ جو اپنے آپ کو مظلوم کہتا۔ اس کی تحقیق کی جاتی۔ اور کسی کو بھیج کر اس پر ظلم کرنے والے کو حاضر کیا جاتا۔ اس طرح ہر ایک ایک کر کے سبھی اپنی ضرورت پیش کرتے اور ان کی حاجت روائی کی جاتی۔

اس سے فارغ ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ "دارالامارت" تشریف لے جاتے۔ مسندِ خلافت پر بیٹھتے۔ لوگوں کو حکم دیتے۔ کہ ایک ایک کر کے السلام علیکم کہیں۔ سلام کے جواب میں رکاوٹ نہ بنیں۔ پھر جب سبھی حاضر ہو جاتے۔ تو ان میں سے ایک دریافت کرتا۔ امیر المؤمنین نے رات بسر کرنے کے بعد صبح کیسی کی؟ حضرت معاویہ جواب میں کہتے۔ اللہ کی نعمت کے ساتھ۔ پھر ہر شخص اپنے مرتبہ اور مقام کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی طرف منہ کر کے فرماتے۔ تم اس لیے قابل شرف و احترام ہو۔ کہ تمہیں اس مجلس میں آنا نصیب ہوا لیکن تمہارا آنا یہاں اس لیے ہے۔ کہ تم ان لوگوں کی بات یہاں پہنچاؤ۔ جو اس مجلس میں آنے سے قاصر ہیں۔ یہ سن کر کوئی ایک کھڑا ہوتا۔ اور اس کی حاجت مند کی ضرورت پورا کرنے کی گفتگو کرتا۔ اس کا امیر معاویہ جواب دیتے۔ اس طرح لوگوں کی تکالیف

اور ضروریات کو آپ سنتے۔ اور اُن کی داد رسی فرماتے۔ یہ مجلس اس طرح ختم ہو جاتی۔ اس مجلس کے بعد حکم ہوتا۔ کہ کھانے پینے کی اشیاء حاضر کی جائیں۔ دستر خوان چُنا جاتا۔ آپ منشی حضرات کو حکم دیتے۔ کہ ان کے پاس کھڑے ہو جائیں۔ اور اس جماعت کو حاضر کرنے کو کہا جاتا جن کی حاجت روائی کی درخواستیں موصول ہو چکی ہوتیں۔ ایک آدمی کو حکم دیتے۔ کہ بیٹھو۔ اور ماحضر تناول کرو۔ وہ بیٹھ جاتا اور کھانے میں مشغول ہو جاتا۔ کاتب اُس کے نام لکھا منشور پڑھ کر سُناتا۔ اس کے مطالب عرض کرتا۔ اپنا جواب پاتا۔ جب اس کا معاملہ مکمل ہو جاتا۔ تو اس کو واپس بیٹھ جانے کو کہا جاتا۔ پھر دوسرا اس کی جگہ کھڑے ہو کر اپنی معروضات پیش کرتا۔ منشی اس کی شکایات تحریر کرتا۔ اور اسی طرح یکے بعد دیگرے ہر ایک حاضر شخص کی داد رسی ہوتی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کھانے پینے سے فارغ ہونے تک کم و بیش چالیس آدمیوں کی حاجت روائی ہو جاتی۔

اس کے بعد لوگوں کو واپس لوٹ جانے کی اجازت دی جاتی۔ اور خود امیر معاویہ اپنے گھر تشریف لے آتے۔ اس دوران کسی کو بھی حاجت بیان کرنے کی جسارت نہ ہوتی۔ جب ظہر کی اذان ہوتی۔ تو آپ اُٹھتے مسجد میں حاضر ہوتے۔ نماز ادا کرتے۔ پھر واپس سرائے خانہ میں جا کر چار نفل پڑھتے۔ فراغت کے بعد بیٹھ جاتے۔ اور اپنے مخصوص آدمیوں کو طلب کرتے۔ اگر سردی کا موسم ہوتا۔ تو گرم اشیاء مثلاً بابونج اور خشک پھل، روغنی نان اور خشک مٹھائی وغیرہ سے ان کی خاطر تواضع کی جاتی۔ اور اگر گرمی کا موسم ہوتا۔ تو ٹھنڈے پھل اور میوہ جات حاضر کیے جاتے

پھر وزراء بھی حاضر ہوتے ۔ اور جو کام ضروری ہوتے ۔ ان کو پیش کرنے کے بعد ان کے بارے میں فیصلہ کرواتے ۔

اسی دوران نماز عصر کا وقت ہو جاتا ۔ امیر معاویہ اٹھتے ۔ نماز عصر ادا کر کے اپنی سرائے میں چلے جاتے ۔ اس دوران کسی کو گفتگو کرنے کی ہمت نہ ہوتی حتیٰ کہ مغرب کے قریب باہر تشریف لاتے ۔ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوتے ۔ اور ہر شخص کو اس کے منصب اور مقام کے مطابق بیٹھنے کی اجازت عطا فرماتے رات کا کھانا طلب کیا جاتا ۔ کھانے پینے سے فراغت کے فوراً بعد نماز مغرب کا وقت ہو جاتا ۔ اس دوران بھی کسی فرد کو یہ طاقت نہ پڑتی ۔ کہ وہ کوئی حاجت یا مطلب عرض کر سکے ۔ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد اوابین کے چار نفل ادا کرتے ۔ اوابین کی ہر رکعت میں تقریباً پچاس آیات کی جہری یا سری تلاوت کرتے ۔ اس سے فراغت پر پھر سرائے میں واپس چلے جاتے ۔ پھر عشاء کے وقت باہر نکلتے اور نماز ادا فرماتے ۔

اس مجلس میں بارگاہ کے مخصوص اور اپنے مقربین اور وزراء کو طلب کیا جاتا اس رات کے صبح تک کے احکام ان کے سپرد کیے جاتے ۔ پھر کچھ تاریخی واقعات پر گفتگو ہوتی ۔ رات کا ایک تہائی حصہ عرب بادشاہوں کے حالات اور عجمی بادشاہوں کے واقعات اور جنگوں میں ان کے داؤ اور ان کی سیاست پر بحث ہوتی ۔ اس دوران سرائے میں مقیم مستورات حلوہ کے تھال اور دوسری لطیف خوردنی اشیاء باہر بھیجیں ۔ آپ خود بھی کھاتے اور ہم مجلس لوگوں کو بھی کھلاتے ۔ پھر سونے کے لیے تیار ہوتی ۔ ایک تہائی حصہ رات نیند کرتے ۔ پھر بیدار ہونے پر ان غلاموں کو بلایا جاتا ۔ جنہیں گزرے ہوئے بادشاہوں کے حالات و واقعات یاد کرنے کو کہا جاتا ۔

Marfat.com

یہ غلام حاضر ہو کر اپنے اپنے ذمہ لگے واقعات وغیرہ زبانی سناتے۔ یہ معاملہ صبح نمودار ہونے تک جاری رہتا۔ پھر اٹھتے اور نماز صبح ادا کرتے۔ اور پھر گزرے دن کی طرح اپنے معمولات دوبارہ شروع کر دیتے۔

امیر معاویہ رضی کی اہلیت حکومت کی دلیل ۲

شان امیر معاویہ میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ بغداد:۔

قَالَ سَعِيْدٌ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ مُعَاوِيَةَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَاهْدِهٖ وَاهْدِ بِهٖ۔

(تاریخ بغداد جلد اول ص ۲۰۸۔ مطبوعہ مدینہ منورہ)

ترجمہ:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کے بارے میں دعا فرمائی۔ اے اللہ! اس کو ھادی بنا۔ اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

Marfat.com

تاریخ بغداد:

اَخْبَرَنَا ابْنُ رَزَقٍ قَالَ نَا اَبُو الْحُسَیْنِ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ ابْنِ یَحْیٰی الْاٰدَمِی الْبَزَّارِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ الْعَوَامِ قَالَ نَا رِبَاحُ بْنُ الْجَرَّاحِ الْمُوْصَلِی قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا یَسْئَلُ الْمَعَانِی بْنَ عِمْرَانَ فَقَالَ یَا اَبَا مَسْعُوْدٍ اَیْنَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ مِنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ اَبِی سُفْیَانَ فَغَضِبَ مِنْ ذٰلِكَ غَضَبًا شَدِیْدًا وَقَالَ لَا یُقَاسُ بِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ مُعَاوِیَۃُ صَاحِبُهٗ وَصِهْرُهٗ وَکَاتِبُهٗ وَاَمِیْنُهٗ عَلٰی وَحْیِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْالِیْ اَصْحَابِیْ وَاَصْهَارِیْ فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَیْهِ لَعْنَۃُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

(تاریخ بغداد جلد اوّل ص ۲۰۹/مطبوعہ مدینہ منورہ)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) رباح بن جراح موصلی کہتے ہیں۔ میں نے ایک شخص کو معافی بن عمران سے یہ پوچھتے سُنا۔ اے ابو مسعود! عمر بن عبد العزیز حضرت

امیر معاویہ کے مقابلہ میں کیسے ہیں؟ یہ سن کر ابومسعود سخت غصہ میں آئے۔ اور فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ کسی کا مقابلہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، سالے کاتب اور اللہ کے وحی کے امین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے میرے اصحاب اور میرے سسرال کو مجھ پر چھوڑ دو۔ (یعنی ان کی بابت میں تم سے کہیں بہتر جانتا ہوں) جس نے ان میں سے کسی کو برا بھلا کہا۔ اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

البدایہ والنہایہ:۔

وَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ الطِّبْرَانِیُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ الصَّیْدَ لَانِیُّ ثَنَا السَّرِیُّ عَنْ یَحْیٰی نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یَحْیَی بْنِ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا کَانَ یَوْمُ اُمِّ حَبِیْبَةَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَقَّ الْبَابَ دَاقٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا مَنْ هٰذَا؟ قَالَ مُعَاوِیَةُ قَالَ اِئْذَنُوْا لَهٗ فَدَخَلَ وَعَلٰی اُذُنِهٖ قَلَمٌ یَخُطُّ بِهٖ فَقَالَ مَا هٰذَا الْقَلَمُ عَلٰی اُذُنِكَ یَا مُعَاوِیَةُ؟ قَالَ قَلَمٌ اَعْدَدْتُهٗ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ فَقَالَ لَهٗ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ نَبِیِّكَ خَیْرًا وَاللّٰهِ مَا اسْتَکْتَبْتُكَ اِلَّا بِوَحْیٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَا اَفْعَلُ مِنْ صَغِیْرَةٍ وَلَا

كَثِيْرَةٍ اِلَّا بِوَحْيٍ مِّنَ اللّٰهِ كَيْفَ بِكَ لَوْ قَمَّصَكَ اللّٰهُ قَمِيْصًا يَعْنِي الْخِلَافَةَ فَقَامَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ فَجَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ اِنَّ اللّٰهَ مُقَمِّصُهٗ قَمِيْصًا قَالَ نَعَمْ وَلٰكِنْ فِيْهِ هَنَاتٌ وَ هَنَاتٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَادْعُ اللّٰهَ لَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِهٖ بِالْهُدٰى وَ جَنِّبْهُ الرَّدٰى وَاغْفِرْ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى۔

(البدایہ والنہایہ / جلد نمبر ۸ ص ۱۲۰
مطبوعہ بیروت وریاض)

ترجمہ:-

(بحذف اسناد) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب ہم میں سے ام حبیبہ کے پاس جانے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باری تھی۔ تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا دیکھو کون ہے؟ عرض کیا گیا معاویہ۔ آپ نے فرمایا۔ اُسے اندر آنے دو۔ جب یہ اندر آئے تو ان کے کانوں میں قلم لگا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ یہ کیسا قلم ہے۔ عرض کیا۔ یہ قلم میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اللہ تجھے بہترین جزا عطا فرمائے۔ خدا کی قسم! میں نے تجھے لکھنا صرف اس لیے سکھایا۔ تاکہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی قلم بند کرے۔ میں کوئی بھی چھوٹا موٹا کام اللہ کی وحی کے بغیر نہیں کرتا۔ کیا خیال ہے۔ اگر تجھے اسے معاویہ اللہ تعالیٰ خلافت کی قمیص پہنا دے گا۔ یہ سن کر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا بیٹھیں۔ اور کہنے لگیں۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ان کو یہ قمیض پہنائے گا؟ فرمایا۔ ضرور۔ لیکن اس میں کچھ دشواریاں اور پریشانیاں بھی ہیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ان کے لیے پھر دعاء فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اے اللہ! اسے معاویہ کو ہدایت عطاء فرما۔ اور پریشانیوں سے دور رکھ۔ دنیا اور آخرت میں اس کی مغفرت فرما۔

البدایۃ والنہایہ:

وقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللّٰھم علمہ الکتاب ومکن لہ فی البلاد وقہ العذاب۔

(البدایۃ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۲۱ مطبوعہ بیروت وریاض)

ترجمہ:۔

عمرو بن العاص فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنا۔ آپ نے حضرت امیر معاویہ کے لیے دعا مانگی۔ "اے اللہ! اسے کتاب (قرآن) کا علم عطا فرمایا۔ شہروں میں حکومت کی قدرت عطاء فرما۔ اور عذاب سے اس کو بچا۔

Marfat.com

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات قبر میں ساتھ لے گئے۔

ناسخ التواریخ:۔

ہمانا قمیصی وازاری وردائے از رسولِ خدائے در نزد معاویہ بود واز موئی سر آں حضرت مبلغی داشت ومقدارے از ناخن پیغمبر ہنگام چیدن اندوختہ بود وصیت کردہ بود کہ چوں من بمردم مرا دراں جامہ ہائے مبارک در پیچید وبینی ودہان مرا از موئے آنحضرت وپارہائے ناخن او انباشتہ سازید۔

(ناسخ التواریخ۔ جلد اول حالات امام حسین ص ۳۲۹/آمدن یزید بر سر قبر پدر مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص، چادر اور تہبند مبارک تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک بھی ان کے پاس تھے۔ ان کے علاوہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ناخن بھی چن کر انہوں نے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے۔ وصیت کی۔ کہ جب میں مر جاؤں۔ تو مجھے ان کپڑوں میں لپیٹ دیا جائے۔ اور میرے منہ اور ناک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن مبارک رکھے جائیں۔

Marfat.com

نگاہِ رسول میں علیؓ ومعاویہؓ

درمنثور:-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَمُعَاوِيَةُ اِذَا اَقْبَلَ عَلِيٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاوِيَةَ اَتُحِبُّ عَلِيًّا قَالَ نَعَمْ قَالَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَيْنَكُمْ هَنِيْئَةٌ قَالَ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَفْوُ اللّٰهِ وَرِضْوَانُهٗ قَالَ رَضِيْنَا بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ فَعِنْدَ ذٰلِكَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ -

(تفسیر درمنثور۔ جلد اول ص ۳۲۲ -
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ابو بکر صدیق، عمر، عثمان اور معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ سے پوچھا۔ کیا تم علی سے محبت کرتے ہو؟ عرض کیا

Marfat.com

ہاں۔ فرمایا۔ تمہارے دونوں کے درمیان چپقلش ہوگی۔ پوچھا۔ پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کی معافی اور خوشنودی۔ عرض کیا ہم اللہ تعالیٰ کی قضاء اور خوشنودی سے راضی ہوئے۔ تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا۔ تو وہ باہم نہ لڑتے۔ لیکن اللہ جو ارادہ کرتا ہے۔ وہ کرتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی سند

مروج الذہب:۔

وَ ذَکَرَ لُوْطُ بْنُ یَحْیٰی وَ ابْنُ دَأْبَ وَالْھَیْثَمُ بْنُ عَدِیٍ وَغَیْرُھُمْ مِّنْ نَقَلَۃِ الْاَخْبَارِ اَنَّ مُعَاوِیَۃَ لَمَّا احْتُضِرَ تَمَثَّلَ۔

ھُوَ الْمَوْتُ لَا مَنْجیٰ مِنَ الْمَوْتِ وَ الَّذِیْ تُحَاذِرُ بَعْدَ الْمَوْتِ اَدْھٰی وَ اَفْظَعُ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَقِلِّ الْعَثْرَۃَ وَ اعْفُ عَنِ الزَّلَّۃِ وَجُدْ بِحِلْمِكَ عَلٰی جَھْلِ مَنْ لَمْ یَرْجُ غَیْرَكَ وَ لَمْ یَثِقْ اِلَّا بِكَ فَاِنَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ وَلَیْسَ لِذِیْ خَطِیْئَۃٍ مَھْرَبٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ فَقَالَ لَقَدْ رَغِبَ اِلٰی مَنْ لَا مَرْغُوْبَ اِلَیْہِ مِثْلَہٗ وَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ

Marfat.com

اَنْ لَّا یُعَذِّبَہُ اللّٰہُ۔

(مروج الذہب جلد ۳ ص ۴۹/ ذکر ایام معاویۃ ـ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

ابن عدی وغیرہ ناقلین اخبار نے لکھا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جب آخری وقت آیا۔ تو آپ نے شعر پڑھا۔ (شعر کا ترجمہ) اس موت سے کوئی نجات دہندہ نہیں۔ جو شخص موت کے بعد ڈراوہ رو سیاہ اور ذلیل ہو گیا۔ پھر کہا۔ اے اللہ! خطائیں معاف فرما لغزشیں دور کر دے۔ جو شخص تیرے غیر کا امیدوار نہیں۔ تو اس کی جہالت پر اپنے حلم کی سخاوت نازل فرما۔ وہ تیرے بغیر کسی پر بھروسہ نہیں کرتا۔ بے شک تو وسیع مغفرت کا مالک ہے۔ گناہ گار کے لیے کوئی جائے فرار نہیں۔ جب یہ خبر حضرت سعید بن المسیب تک پہنچی۔ تو فرمایا۔ امیر معاویہ نے اس ذات کی طرف رغبت کی کہ جس کے بغیر کوئی مرغوب نہیں۔ مجھے امید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب سے بچائے گا۔

مذکورہ شیعہ سنی کتب کی عبارات سے امیر معاویہ رض کے درج ذیل مناقب وفضائل ثابت ہوئے

۱۔ حضرت امیر معاویہ پنجگانہ نماز اوقات مقررہ پر باجماعت ادا فرماتے تھے
۲۔ صبح کی نماز کے بعد بلا ناغہ تلاوت قرآن کرتے۔

Marfat.com

۳۔ روزانہ نماز اشراق کی چار رکعت ادا فرماتے۔
۴۔ رات کے بچے کھچے کھانے سے صبح کا ناشتہ ہوتا۔
۵۔ نماز چاشت کے بعد کھلی کچہری لگاتے۔ جس میں غریب و مسکین دیہاتی اور شہری ہر ایک کی بلا امتیاز دادرسی فرماتے۔
۶۔ کھلی کچہری کا سلسلہ نماز عصر تک جاری رہتا۔ درمیان میں نماز ظہر کا وقفہ فرماتے۔
۷۔ جو لوگ کسی مجبوری کی بنا پر آپ تک نہ پہنچ پاتے۔ اُن کی حق رسی کے لیے سرکاری طور پر کچھ لوگوں کو مقرر فرمایا تھا۔
۸۔ جہاد فی سبیل اللہ میں کوشاں رہے۔ اور جن کے افراد کی شہادت ہو جاتی یا گم ہو جاتے۔ ان کے وظائف مقرر فرماتے۔
۹۔ مغرب کی نماز سے قبل پھر برسرِ عام تشریف لاتے اور لوگوں کی درخواست پر غور فرماتے۔
۱۰۔ مغرب کی نماز کے بعد صلوۃ اوابین ادا کرتے۔ جس میں خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک ایک رکعت میں پچاس کے قریب آیات کی تلاوت فرماتے۔
۱۱۔ نماز عشاء تک پھر وہی دادرسی کی مجلس منعقد فرماتے۔ حتی کہ کوئی فریادی باقی نہ رہتا۔
۱۲۔ نماز عشاء سے فراغت کے بعد اپنے مخصوص کارندوں سے ایک تہائی رات تک جہاد کی تیاری اور دیگر امور مملکت پر گفتگو فرماتے۔
۱۳۔ ایک تہائی رات آرام فرماتے۔
۱۴۔ ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، کاتب وحی اور امین تھے۔
۱۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہادی اور مہدی ہونے کی دعا فرمائی۔
۱۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لکھنا صرف اس لیے سکھایا۔ تاکہ وحی کی کتابت کر سکیں

Marfat.com

۱۷۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ اے اللہ! معاویہ کو ہدایت پر قائم رکھ، بد خلقی سے بچا۔ اور آخرت میں مغفرت فرما۔

۱۸۔ یہ بھی دعا فرمائی۔ کہ اے اللہ! معاویہ کو فتوحات عطا فرما۔ اور دوزخ کے عذاب سے نجات بخش۔

۱۹۔ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین ہونے والی جنگ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی اور رضامندی کا ان کے لیے مژدہ سنایا۔

۲۰۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اور ناخن شریف ان کے پاس بطور تبرک تھے۔ جو بموجب وصیت ان کی میت کے ساتھ قبر میں رکھے گئے۔

۲۱۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے لگے کپڑوں میں ان کو، کفنایا گیا۔

۲۲۔ امیر معاویہ کی آخری دعا کو سن کر حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا۔ کہ اس دعا کا کرنے والا دوزخی نہیں ہو سکتا۔ لہذا سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے ان کو جنتی ہی سمجھا۔

خلاصہ کلام:۔

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب جو دونوں مکتبہ فکر کی کتب سے ہم نے تحریر کیے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مثالی انسان تھے۔ عشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی دولت سے سرشار تھے۔ چوبیس گھنٹوں میں نماز کے علاوہ باقی تمام وقت تقریباً دکھیا لوگوں کے دکھ دور کرنے میں بسر کرتے۔ اپنے بیگانے کی رو رعایت ہرگز نہ فرماتے۔ کاتب وحی ہونے کی اللہ نے سعادت عطا فرمائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی دعاؤں کے حامل

Marfat.com

تھے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر وارفتہ تھے۔ کہ قبر میں بھی آپ کے کپڑے میں لپٹ کر جانا پسند کیا۔

ان تمام اوصاف اور خوبیوں کے پیش نظر اگر کسی شخص کو ان کی شخصیت اچھی نہیں لگتی۔ اور ان پر مختلف الزامات تراشتا ہے۔ تو یہ اس کی اپنی سیاہ بختی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بغض و عداوت رکھنے والے کو اللہ، اس کے تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔

نوٹ:۔

حرمین شریفین کی زیارت کو جاتے ہوئے جب راقم الحروف کا گزر ایران کے شہر تہران سے ہوا۔ وہاں قیام کے دوران ایک عجیب بات دیکھنے میں آئی۔ وہ یہ کہ لوگ جب نماز پڑھتے ہیں۔ تو جیب سے ایک ٹھیکری نکال کر سجدہ کی جگہ رکھ کر اس پر نماز کے سجدے کرتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا۔ یہ مٹی یا ٹھیکری کیسی ہے، تو ان لوگوں نے جواب دیا۔ یہ میدان کربلا کی مٹی ہے۔ اور جو شخص اس پر سجدہ کرتا ہو۔ اس کی نماز مقبول اور جو اس کو اپنے ساتھ قبر میں لے جائے۔ اس کا عذاب قبر کافور ہو جاتا ہے۔

میں نے سوچا کہ کربلا کو صرف یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس پر کچھ دنوں کے لیے امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے قیام فرمایا۔ جان کا نذرانہ دیا۔ لیکن مرقد امام حسین سے میدان کربلا کوسوں دور ہے۔ اتنی دوری کے ہوتے ہوئے ان سے منسوب مٹی اگر کسی کی قبر میں (بقول ایرانیوں کے) رکھ دی جائے۔ تو وہ عذاب سے چھوٹ جاتا ہے۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے ساتھ لگے کپڑوں، آپ کے ناخن اور بالوں میں اتنی تاثیر نہیں کہ اگر کوئی شخص انہیں اپنے

Marfat.com

ساتھ قبر میں لے جائیے۔ تو اس قبر والے کا عذاب دُور ہو سکے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ صرف اندھی عقیدت ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

آدمی صحت و تندرستی کے دوران اور خاص کر جوانی کی عمر میں دھوکہ دہی اور دیگر اخلاقی کمزوریوں سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔ مگر بوقت موت غلط بیانی اور دھوکہ دہی نہیں کر سکتا۔ دیکھئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جس طرح زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار و محبت تھی۔ کہ جس کے نتیجہ میں انہوں نے اپنے محبوب بلکہ خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات جمع کر رکھے تھے۔ اس سے کہیں بڑھ کر بوقت انتقال انہیں آپ سے پیار تھا۔ آپ کے پیار کی ہی یہ علامت تھی۔ کہ آپ کے کپڑوں میں لپٹنا پسند کیا۔ آپ کے بال اور ناخن کو اپنے منہ اور ناک میں رکھنے کی وصیت کر گئے۔ یہ سب کچھ آپ کے عشقِ رسول کی علامات ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ بخشش ہے معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عقل و نقل کے دلائل سے قطعی جنتی ہیں۔ کامل الایمان ہیں۔ اور عشقِ رسول کی دولت سے مالا مال ہیں۔

حرفِ مقصود:

حضرت عثمان غنی پر طعن یہ ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام کو معزول کر کے اپنے نااہل رشتہ داروں کو گورنریاں دیں اور اب واضح ہو چکا کہ آپ نے اپنے نہایت تجربہ کار اور دربار رسالت کے مقبول صحابی رشتہ داروں کو گورنریاں دی ہیں۔ جن میں امیر معاویہ جیسی ہستیاں بھی ہیں۔

Marfat.com

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلبیت حکومت پر دلیل ۱۱

اہل بیت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق جو مالی خدمات سرانجام دیں۔ اور اسی ضمن میں جو آپ نے وصیتیں فرمائیں۔ ان کے تذکرہ کے لیے پوری کتاب چاہیئے۔

ہم ان تمام روایات میں سے بطور نمونہ چند آیات ذکر کریں گے۔ اس مضمون کی تفصیلی وضاحت جلد دوم میں گزر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ ہوں۔

ہر سال لاکھوں درہم بطور نذرانہ امام حسین کو عطا کرنا

مقتل ابی مخنف:

وكان يبعث اليه فى كل سنة الف الف دينار سوى الهدايا من كل صنفٍ۔

(مقتل ابی مخنف ص۲ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

کو ہر سال لاکھوں درہم و دینار بھیجا کرتے تھے۔ اتنی بڑی رقم ان تحفہ جات کے علاوہ تھی۔ جو معاویہؓ امام موصوف کو علیحدہ بھیجا کرتے تھے۔

ابن حدید:۔

فانه کان یجیز الحسن و الحسین ابنی علیؑ فی کل عام لکل واحد منهما بالف الف درهم وکذالك کان یجیز عبد الله بن جعفر۔

(شرح نہج البلاغہ۔ ابن حدید ص ۴۸۲ جلد ۲۳/ فی المقازنہ بین جود ملوک بنی امیہ الخ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک کو لاکھوں درہم سالانہ عطا کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر کو بھی نقدی دیا کرتے تھے۔

Marfat.com

امام حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عطا کردہ نذرانہ سے قرض چکایا کرتے تھے۔

جلاء العیون:۔

قطب راوندی از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ روزی حضرت امام حسن علیہ السلام بحضرت حسین و عبداللہ بن جعفر فرمود کہ جائزہ ہائے معاویہ در روز اول ماہ بشما خواہد رسید چوں روز اول ماہ شد چنانچہ حضرت فرمودہ بود اموال معاویہ رسید جناب امام حسن علیہ السلام قرض بسیاری داشت از آنچہ او فرستادہ بود برائے آنحضرت قرضہائے خود را ادا کرد و باقی را میان اہل بیت و شیعیانِ خود قسمت کرد جناب امام حسین علیہ السلام قرض خود را ادا کرد آنچہ ماند بسہ قسمت کرد۔ یک حصہ را با اہلبیت و شیعیان خود داد و دو حصہ را برائے عیال خود را برائے عیال خود را ادا کرد باقی را برائے خویش امد معاویہ رسول او داد چوں ایں خبر بمعاویہ رسید برائے او مال بسیار فرستاد۔

(جلاء العیون جلد ۱ ص ۲۷۶ در زندگانی امام مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے قطب راوندی نے روایت کی۔ کہ ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین اور عبداللہ بن جعفر سے کہا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجے گئے نذرانہ جات اس مہینہ کی

شروع تاریخوں میں تم تک پہنچ جائیں گے۔ جب مہینہ شروع ہوا۔ تو امام موصوف کے اعلان کے مطابق امیر معاویہ کی طرف سے بہت سال آ گیا امام حسین بہت مقروض تھے اپنے حصہ سے قرضہ ادا کرنے کے بعد بقیہ اپنے گھر والوں اور دوستوں میں تقسیم کر دیئے۔ اسی طرح امام حسین نے بھی قرضہ ادا کرنے کے بعد بقیہ مال کے تین حصے کیے۔ ایک حصہ اپنے گھر والوں اور دوستوں کو دیا۔ دو حصے اپنے بچوں کو روانہ کر دیئے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے بھی اپنے حصہ کی رقم سے اپنا قرض ادا کرنے کے بعد امیر معاویہ کے ایلچی کو بطور اظہار خوشی ادا کر دیئے۔ جب یہ خبر امیر معاویہ کو پہنچی۔ تو انہوں نے ان کے لیے مقررہ رقم میں اضافہ کر دیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو امام حسین سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کی

مقتل ابی مخنف:

فَاِنْ ظَفَرْتَ بِهٖ فَاحْفَظْ قَرَابَتَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ اِنَّ اَبَاهُ خَيْرٌ مِّنْ اَبِيْكَ وَجَدَّهٗ خَيْرٌ مِّنْ جَدِّكَ وَاُمَّهٗ خَيْرٌ مِّنْ اُمِّكَ ۔

(مقتل ابی مخنف صفحہ نمبر ۸ / مطبوعہ نجف اشرف (مقدمہ)

Marfat.com

ترجمہ:

یزید! اگر تجھے امام حسین پر کامیابی ہو جائے۔ تو ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری کا ضرور لحاظ رکھنا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس کا باپ تمہارے باپ سے اس کا نانا تمہارے نانے سے اور اس کی والدہ تمہاری والدہ سے کہیں بہتر ہیں۔

خلاصۂ کلام:

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہل بیت کرام سے محبت کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی۔ جب تک زندہ رہے۔ لاکھوں درہم ماہانہ حسنین کریمین کو ادا کرتے رہے۔ اور اس خطیر رقم کے علاوہ دیگر تحائف و نذرانہ جات بھی وقتاً فوقتاً ارسال کرتے رہے صرف انہی حضرات کو نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن جعفر و دیگر حضرات کا بطور خاص خیال رکھتے رہے۔

اُدھر ان حضرات کے دل میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا احترام بدرجہ اتم موجود تھا۔ ان کے بھیجے گئے ایلچی کو خوش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گویا دونوں طرف سے محبت و عقیدت موجزن تھی۔ حضرات اہل بیت کا گھرانہ اس عظمت و کردار کا مالک ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر نجس سے بچائے رکھا۔ ویطہرکم تطہیرا کے تحت نہ اس کی غذا نجس ہو سکتی ہے۔ اور نہ اُن کا لباس غلط۔ حدیث پاک میں ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بچپن میں صدقہ کی ایک کھجور بھولے سے مُنہ میں ڈال لی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر ان کے منہ سے نکال دی۔ کہ اہل بیت پر صدقہ حرام ہے۔ جن کی غذا میں احتیاط کا یہ عالم ہو۔ وہ غلط مال کس طرح قبول کر سکتے ہیں۔ اور اُسے کب اپنے اخراجات میں اٹھا سکتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رض

Marfat.com

کا بھیجا ہوا مال نہ نجس تھا۔ اور نہ ہی اُس میں کوئی دوسری قباحت تھی۔ حضرات حسنین کریمین کا ان کے ہدایا اور تحفہ جات کو شرفِ قبولیت فرمانا دراصل ان پر اور ان کے مال کے طیب وحلال ہونے پر یقین و اعتماد کی دلیل ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرات اہل بیت کی نگاہوں میں کامل الایمان تھے۔

زندگی تک تو ان کا یہ سلوک رہا۔ جب وقت انتقال قریب آیا۔ تو بھی اس عقیدت اور احترام میں کوئی فرق نہ آیا۔ اپنے بیٹے یزید کو وصیت کی۔ کہ ان حضرات اہل بیت کا خیال رکھنا اور ان کی نسبی و جاہت اور علومرتبت کا ضرور پاس رکھنا۔ دنیا ساری ان کے والدین اور آباؤ اجداد کا ثانی پیش نہیں کر سکتی۔

ان واقعات سے صاف عیاں ہوا جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا دل عقیدت و محبت سے سرشار تھا۔ ان حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے بھی اگر کسی شخص کو ان کے کامل الایمان ہونے میں شک وشبہ ہو۔ یا کوئی بدبخت سرے سے انہیں مؤمن ہی نہ سمجھتا ہو۔ تو ایسے سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ حضرات حسنین کریمین نے جو خطیر رقم ان سے وصول کی۔ اور اپنے اخراجات میں صرف فرمائی۔ وہ ازروئے شرع جائز تھی۔ اور اس کا کھانا پینا تقویٰ ہی نہیں فتوے کے مطابق درست قرار دیا جا سکتا ہے؟....

الحاصل: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اہل بیت سے مذکورہ سلوک اور اظہار الفت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ایک جوہر شناس عاشق رسول اور لائق عامل تھے اس لیے اس طعن کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ عثمان غنی نے اپنے نااہل رشتہ داروں کو عہدے دیئے۔ ہاں یوں کہنا چاہیئے کہ آپ نے قابل ترین اشخاص کو بدکاری عہدے سونپے اور اتفاق سے اس زمرے کے اندر آپ کے بعض رشتہ دار بھی آگئے تو اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔

Marfat.com

امیر معاویہ کی اہلیت حکومت پر دلیل ۴

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا تذکرہ

دورِ فاروقی کی فتوحات

فتح قیساریہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام کے گورنر تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے، امیر معاویہؓ کو ان کے بھائی کی امداد کے لیے شام بھیجا، یزید بن ابی سفیان کی سرکردگی میں امیر معاویہ بہت سی فتوحات میں شامل ہوئے۔ بالآخر ۱۸ھ میں یزید بن ابی سفیان کا انتقال ہو گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کو ان کی جگہ ملک شام کا گورنر مقرر فرمایا۔ اس کے بعد دور عثمانی میں بھی حضرت معاویہ شام کے گورنر رہے۔ آپ کی فتوحات کتب شیعہ سے ملاحظہ ہوں۔

ناسخ التواریخ:

پس یزید برادر خورد معاویہ بن ابی سفیان را با چہار ہزار مرد بر در قیساریہ بگذاشت وخود با تمامت لشکر طریق دمشق برداشت۔ لشکر روم از فراز بارہ چوں قلت لشکر عرب را نظارہ کردند۔ باخود اندیشیدند۔ کہ باآسانی ایشاں را دفع تواں داد وساختہ جنگ شدہ از شہر بیروں تاختند معاویہ لشکر بساخت وحملہ افگند۔

Marfat.com

جنگی درمیانہ برفت و نصرت عرب راافتاد ہزار تن از لشکر روم مقتول گشت و دیگر بہ حصار گریختند۔

ایں کرت بدانستند کہ نصرت ملازمت عرب میکند و با ایشاں نیروے، مبارزت ندارند لاجرم تنی چند از بزرگاں خویش را بنزدیک معاویہ فرستادند وخواستار مصالحت شدند بشرطیکہ بیست ہزار دینار نقد بدھند و جزیت بر ذمت نہند۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲ ص ۲۷۱
فتح قیساریہ بدست مسلمین مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:۔

یزید بن ابی سفیان نے اپنے چھوٹے بھائی امیر معاویہ کو چار ہزار مرد ساتھ دے کر قیساریہ شہر کی طرف روانہ کیا۔ اور خود تمام لشکر کے ساتھ راہِ دمشق پر چل پڑا۔ رومی فوج نے جب دُور سے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا تو انہیں یہ لشکر بہت کم دکھائی دیا۔ اپنے طور پر سوچنے لگے۔ کہ ان مسلمانوں کو شکست دینا کوئی مشکل بات نہیں۔ اس لیے وُہ جنگ کرنے کے لیے شہر سے باہر آدھمکے۔ معاویہ نے لشکر کو تیار کیا۔ اور حملہ کر دیا۔ جنگ شروع ہوئی۔ اور مسلمانوں کو فتح و کامیابی حاصل ہوئی۔ رومیوں کے ایک ہزار فوجی کام آئے۔ اور بچے کھچے پناہ گاہ کی طرف دوڑ پڑے۔

اس دفعہ انہیں پتہ چلا۔ کہ کامیابی مسلمانوں کی لونڈی بن گئی ہے۔ اور ان کے ساتھ لڑنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ مجبوراً اپنے میں سے چند گرتا دھرتا آدمیوں کو حضرت امیر معاویہ کے پاس بھیجا۔ اور صلح

کرنے کی درخواست کی۔ اس شرط پر صلح ہوگئی۔ کہ رومی بیس ہزار دینار نقد ادا کریں گے۔ اور جزیہ دینا قبول کریں گے۔

بلادِ عسقلان کی فتح

بدست امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ناسخ التواریخ:

بالجملہ از پس مرگ یزید بن ابی سفیان عمر بن الخطاب بدیں گونہ بسوئے معاویہ کتاب کرد۔

اما بعد! معاویہ بداند کہ خداوند دولت اسلام بزرگ ساخت و بوعدہا وفا کرد وآنچہ رسول خدائے ما را خبر داد از فتح شام و اخذ خزائن جبار ان چناں شدہ و نیز مرا مسموع افتاد کہ میفرمود کہ شما در مملکت شام بس شہرہا گشائید وامت من آنجا بیرون آیند و برکنار دریا جائے کنند و فرمود چوں شرق و غرب را فتنہ گیرد۔ در عسقلان جائے کنید دہر فردے را فراز ایست و فراز شام عسقلان است و چوں بر ایں کتاب وقوف یابی باید کہ بے توانی طریق عسقلان گیری وآں بلدہ را مفتوح سازی دہر روز از حال خویش مرا آگہی دہی۔

چوں نامہ عمر بمعاویہ رسید عظیم خوش دل شدہ و حکومت کشور و امارت

Marfat.com

لشکر بدست گرفت و بے توانی لشکر بساخت و آہنگ عسقلان کرد و طے مسافت کردہ بکنار عسقلان فرود شد و مردم آں بلدہ بساختہ جنگ شدند و سہ روز مصاف دادند و آں شہر را عنوۃ فرو گرفتند و غنیمت فراواں بدست کردند۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد نمبر ۲/ ص ۲۸۳/ فوت یزید بن ابی سفیان الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مختصر یہ کہ یزید بن ابی سفیان کے انتقال کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کی طرف اس قسم کا خط بھیجا۔

اما بعد! جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی حکومت کو کامیابی اور وسعت عطا فرمائی ہے۔ اور اپنے وعدے پورے کر دکھائے اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں ملک شام کے فتح کرنے اور اس کے خزانوں کو حاصل کرنے کی خبر دی تھی۔ وہ بھی پوری ہوئی۔ نیز میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خبر بھی سن رکھی ہے۔ کہ مسلمان مملکت شام کے بہت سے شہروں کو فتح کریں گے۔ اور سمندر کے کنارے وہ بسیرا کریں گے۔ اور فرمایا۔ کہ جب مشرق و مغرب میں فتنہ اٹھ کھڑا ہو۔ تو تم عسقلان میں پناہ لینا۔ ہر مملکت کا ایک کنارہ ہے۔ اور مملکت شام کا کنارہ عسقلان ہے۔ اے معاویہ! جب تمہیں یہ خط ملے۔ تو جس قدر جلد ممکن ہو۔ عسقلان کا رُخ کرنا۔ اور اس کے ساتھ دوسرے شہروں کو فتح کرنے کی کوشش کرنا۔ اور روزانہ کے حالات سے مجھے باخبر رکھنا۔

جب حضرت عمر کا رقعہ حضرت معاویہ تک پہنچا۔ بہت خوش ہوئے

Marfat.com

فوراً لشکر تیار کیا۔ اور لشکر کی سپہ سالاری اپنے پاس رکھی۔ عسقلان کو چل پڑے۔ چلتے چلتے عسقلان کے کنارہ پر جا اترے۔ ان لوگوں نے جنگ کرنے کی ٹھانی۔ تین دن تک صف بندی کی۔ بالآخر اس شہر کو لڑے بغیر فتح کر لیا۔ بہت سا مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں فتح قبرص کی تڑپ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عسقلان کو جب فتح کر لیا۔ تو سفیان بن حبیب ازدی کو طرابلس کی طرف بھیجا۔ تاکہ اس کو بھی فتح کر کے مملکت اسلامی میں شامل کیا جائے۔ سفیان بن حبیب نے وہاں پہنچ کر سخت مقابلہ کے بعد طرابلس کو فتح کر لیا۔ چونکہ طرابلس سمندر کے کنارے پر واقع تھا۔ اس لیے یہ خطرہ ہر وقت رہتا تھا۔ کہ کہیں رومی یا افریقی سمندر کے ذریعہ حملہ آور ہو کر طرابلس کو ہم سے پھر نہ چھین لیں۔ سفیان بن حبیب نے یہ ساری کیفیت امیر معاویہ کو لکھ بھیجی۔ حضرت امیر معاویہ نے اس کا حل یہ تبلایا۔ کہ طرابلس کے اردگرد دیوار کھڑی کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب طرابلس کے باشندوں نے یہ دیکھا۔ تو سمجھ گئے۔ کہ اب ہمیں باہر سے امداد ملنا تقریباً ناممکن بنا دیا گیا ہے۔

چنانچہ ہرقل کے مشورہ پر وہ اس شہر کو چھوڑ کر سمندر عبور کر کے قسطنطین آ بسے۔ اس طرح طرابلس شہر کفار سے بالکل پاک ہو گیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی۔ تو آپ نے تمنا کی۔ کاش ہم سمندر پار کر کے رومیوں کے مشہور شہر قبرص پر حملہ کر سکیں۔ اور اس امیر شہر کے زر و جواہر کو بطور

مال غنیمت سمیٹ سکیں۔ آپ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اس تمنا کا اظہار بذریعہ خط کیا۔ شیعی کتاب سے اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

ناسخ التواریخ:

معاویہ از خدیعت آں جماعت شگفتی گرفت و گروہی از جہوداں شہر اردن را بفرمود تا بطرابلس رفتہ ساکن شدند و بفتح آبادیہائے سواحل بحر پرداخت و عسکار و صور و صیدا و دیگر جاہا بگرفت و ازیں فتح عمر را آگہی فرستاد و نوشت کہ ما تا آنجا راندہ ایم کہ جزیرہ قبرس بما قریب افتادہ چنانکہ آواز مرغانرا اصغاء میکنیم و آں جزیرہ بنضارت اشجار و غزارت انہار و کثرت نعمت نام بردار است و گشادن آں سہل و آساں می نماید۔ اگر فرمان رود آب دریا را گزارہ کنیم و آں جزیرہ را بدست فرو گیریم۔

(ناسخ التواریخ خلفاء جلد ۲ ص ۲۸۵
فتح سواحل بحر۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اہل طرابلس کے بھاگ نکلنے کی خبر ملی۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اور اردن کے یہودیوں کے ایک گروہ کو حکم دیا۔ کہ وہ جا کر طرابلس میں بسیں۔ اور خود ساحلی آبادیوں کو فتح کرنے کے لیے چل پڑے۔ عسکار صور اور صیدا وغیرہ علاقہ جات کو زیر قبضہ کیا اور اس فتح کی حضرت عمر کو خوشخبری پہنچائی۔ اور لکھ بھیجا۔ کہ ہم اس وقت سمندر کے اس کنارے تک پہنچ چکے ہیں۔ کہ جزیرہ قبرص بالکل نزدیک آ گیا ہے۔ اتنا قریب کہ وہاں کے پرندوں کی آوازیں ہمیں سنائی دیتی ہیں۔

Marfat.com

یہ جزیرہ بڑا سرسبز۔ اس کی نہریں بڑی پربہار اور اس میں دوسری تمام نعمتیں وافر مقدار میں موجود ہیں۔ اس کا فتح کرنا بہت آسان نظر آتا ہے۔ اگر آپ کا حکم ہو۔ تو دریا عبور کر جائیں۔ اور اس جزیرہ کو زیر تصرف لے آئیں مگر عمر فاروق نے انہیں فتح قبرص کی اجازت نہ دی تاہم دور عثمان میں امیر معاویہ نے یہ کارنامہ کر دکھایا۔

دور عثمانی میں امیر معاویہ کی فتوحات

شام کے ساحلی علاقہ جات پر حبشی ڈاکوؤں اور لٹیروں نے حملہ کر دیا قتل و غارت شروع کر دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شاہ حبش کو رقعہ لکھا اس نے معذرت کی۔ قزاقوں اور ڈاکوؤں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے روم کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ فرمالیا۔ اس امر کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ تفصیل کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

فتح قبرص ۲۸ھ

اسلام میں سمندر پار لڑائیوں کی ابتداء امیر معاویہ کے ہاتھ سے ہوئی

ناسخ التواریخ:

معاویہ بن ابی سفیان بسوئے عثمان نامہ کرد کہ ولایت روم با شام

Marfat.com

چناں نزدیک است کہ بامداداں از دو سوئے بانگ خروسان و آواز مرغان شنودہ شود و اینکہ آب دریا از موج سہمناک باز نشستہ و از جنبش ہائل ساکن گشتہ اگر رخصت رود بجانب جزیرہ قبرص رفتنی کنم و آں محال را کہ از مال و دولتی آگندہ است فرو گیرم عثمان در پاسخ نوشت کہ عمر بن الخطاب ہرگز اجازت نمیکرد کہ مسلمانان آب دریا عبرہ کنند مرا نیز کراہت می آید اگر تو را ایں کار موافق افتادہ و بسلامت ایں سفر واثق می باشی زن و فرزند خود را نیز با خویشتن در کشتی حمل میدہ تا صدق عقیدت تو مرا مکشوف افتد

چوں معاویہ ایں پاسخ بشنید فتح قبرص را تصمیم عزم داد و عبداللہ بن قیس را با گروہی

بفرمود کشتیہا د. عکہ فراہم آوردند و لشکر را و حبیبہ بداد و با زن و فرزند بعکہ آمد و در روز در آنجا بود روز سیم بعد از نماز جمعہ بکشتی در رفتند اما عبداللہ بن قیس کہ از پیش در آب راندہ بود از کشتی بساحل دریا بیرون شد تا اگر از اراضی روم خبری باز داند زنی را نگریست کہ با دریوزگی روزگار داورا درمی چند عطا کرد آں زن برفت بمیان دہ مردم را آگہی برد کہ ایں مرد کہ با لشکر دریا می نورد و اینک بکنار بحر ایستادہ گروہی بشتاب تاختن کردند عبداللہ را مجال بدست نشد کہ بکشتی بگریزد او را بگرفتند و بکشتند۔

ایں خبر را بمسلمان بردند معاویہ بداں ننگریست ہم چناں با زن و فرزند و تمامت سپاہ باد و بیست و بست کشتی و از زورق طے طریق میکرد ناگاہ بادی مخالف جنبش کرد دریا مضطرب شد زورقہا و کشتیہا از یکدیگر دور افتاد زن معاویہ سخت بترسید و کلیائی ملاح را بخواند و گفت اے کلیا کشتی را لختی نگاہدار کہ مرا تاب و طاقت رفتہ است

کلیا بخندید وگفت اے زن دریا فرمان کس نبرد وجز خدائے را بدیں کار دست نباشد۔ صبر میکن کہ جز دل بر صبوری نہادن چارہ نیست۔

بالجملہ باد بایستاد و موج بنشست و مسلمانان بسلامت شدند۔ و ایں ہنگام زورقی چند پدیدار شد۔ کہ فرمانگزار جزیرہ قبرص بقسطنطین ہدیہ میفرستاد معاویہ فرمود تا جملہ را بگرفتند و دراں زورقہا کنیزکان پری چہرہ و جامہائے دیبا و نفائس اشیاء فراواں یافتند و از آنجا بجزیرۂ قبرص در آمدند۔ وبے توانی دست بنہب و غارت گشودند و بسیار از قریہا آبادیہا را بذیر پی سپردند و غلامان و کنیزکان فراواں اسیر گرفتند و اموال و اثقال از نفائس اشیاء برہم نہادند۔ و ایں جملہ را بکنارہ بحر آوردہ کشتیہا را بیا کندند۔

فرمانگزار جزیرہ را چناں ہول و ہراسی فرد گرفتہ بود کہ خیال مدافعہ در خاطرش عبور نداشت تیغی نکشید و خدنگی نگشاد و کس نزدیک معاویہ فرستاد و خواستار مصالحت گشت۔ بشرطیکہ ہر سال ہفت ہزار و دویست دینار زر میفرستد معاویہ مسئول او را باجابت مقرون داشت و براین جملہ وثیقتی نوشت و مراجعت کرد چوں از دریا بیروں شد بفرمود تا غنائم را فراہم آوردند و طرایف و تلید برہم نہادند۔ کنیزان و غلامان را بحساب گرفتند۔ از دہ ہزار افزوں بشمار آمد از جملہ ہفصد تن دختران دوشیزہ بود معاویہ خمس غنائم را بیروں کرد و با نامہ فتح و با نامہ فتح بسوئے عثمان فرستاد و دیگر را بر لشکر بخش نمود۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۳
ص ۱۳۹ تا ۱۴۱ وقائع سال بیست وہشتم
مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ :-

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر کیا۔ کہ روم کی سلطنت ملک شام سے اس قدر نزدیک ہے کہ صبح کے وقت دونوں طرف سے مرغ کی اذان اور دیگر پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور اس وقت دریا کا پانی خطرناک موجوں اور تباہ کن حرکات سے بالکل خاموش ہے۔ اگر اجازت عطاء فرمائیں۔ تو قبرص جزیرہ کی طرف بڑھوں۔ اور ان مقامات کو جو کہ مال و مویشی سے پُر ہیں۔ ان پر قبضہ کر لوں۔ حضرت عثمان نے جواب دیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس امر کی ہرگز اجازت نہ دیتے تھے۔ کہ دریا کو عبور کیا جائے اس لیے مجھے بھی ایسا کرنا اچھا نہیں لگتا۔ اگر تم اس کام کو بہتر سمجھتے ہو۔ اور اس سفر میں سلامتی کا تمہیں یقین ہے۔ تو پھر اپنی بیوی اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں سوار کر دو۔ تاکہ تمہاری نیت کے پختہ اور سچا ہونے کا مجھے علم ہو جائے۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سُنا۔ تو قبرص کی فتح کا پختہ ارادہ کر لیا۔ عبداللہ بن قیس کو ایک گروہ کے ساتھ دریا میں کشتی کے ذریعہ ابتدائی طور پر بھیجا۔ اور حکم دیا۔ کہ دریا کو عبور کر کے عکہ نامی جگہ پر کشتیوں کو جمع کر دیا جائے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو مناسب سامان دیا۔ بعد میں خود اپنے بیوی بچوں سمیت عکہ پہنچے۔ دو دن قیام کرنے کے بعد تیسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد کشتی میں سوار ہوئے۔ ادھر عبداللہ بن قیس جو پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ کشتی سے نکل کر دریائے ساحل پر اتر گیا تاکہ رومی علاقہ کی کوئی خبر وغیرہ دستیاب

Marfat.com

کرے۔ اس دوران ایک بھکارن دیکھی۔ اُسے چند درہم دیئے۔ وہ عورت چلی گئی۔ اور گاؤں میں جاکر یہ بات پھیلادی۔ کہ یہ آدمی ایک لشکر لے کر دریا کے ساحل پر آ اُترا ہے۔ یہ سن کر اس گاؤں والے جلد حملہ آور ہوئے۔ عبداللہ کو کوئی مہلت نہ دی۔ کہ وہ کشتی میں سوار ہو کر بھاگ سکے لوگوں نے پکڑ کر اسے قتل کر ڈالا۔ یہ خبر مسلمانوں تک پہنچی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا۔ اپنے بال بچوں اور پوری فوج کو لے کر بیس بائیس چھوٹی بڑی کشتیوں کو لے کر اس طرف روانہ ہوئے اچانک مخالف ہوا چل پڑی۔ دریا میں طغیانی آگئی۔ کشتیاں ایک دوسرے سے دُور دُور ہو گئیں۔ حضرت معاویہ کی بیوی سخت گھبرا گئی۔ کشتی کے ملاح کو بُلا کر کہا۔ کہ چند لمحوں کے لیے کشتی کو روک دو۔ کیونکہ میری، طاقت جواب دے گئی ہے۔ ملاح نے ہنس کر جواب دیا۔ اے عورت! دریا کسی کا حکم نہیں مانتا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ تم صبر کرو۔ کیونکہ دل کو صبر کی تلقین کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ مخالف ہوا بند ہو گئی۔ اور موجیں ختم ہو گئیں۔ مسلمان امن میں ہو گئے۔ اس دوران چند کشتیاں دُور سے دکھائی دیں۔ جن میں قبرص جزیرہ کے فرمانروا نے قسطنطین کی طرف تحفہ جات بھیجے تھے حضرت امیر معاویہ نے فرمایا۔ ان تمام کشتیوں کو پکڑ لیا جائے۔ ان کشتیوں میں خوبصورت کنیزیں، ریشمی کپڑے اور بہت سی عمدہ چیزیں موجود تھیں۔ یہ سب کچھ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس کے بعد جزیرہ قبرص کی طرف پلٹے۔ اور بے صبری سے اس کے مختلف

Marfat.com

دیہات کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ یہاں سے بہت سی لونڈیاں اور غلام قبضہ میں لیے۔ کثیر مال، سازو سامان اور قیمتی اشیاء کو لوٹ مار کا نشانہ بنایا۔ ان تمام اشیاء کو لے کر دریا کے کنارہ اپنی کشتیوں پر واپس آ گئے۔

جزیرہ قبرص کے فرمانروا کو اس قدر دہشت اور خوف نے آ گھیرا۔ کہ دفاع کا خیال تک نہ آیا۔ تلوار تک نہ اٹھا سکا۔ تیر تک نہ چلا سکا۔ کسی شخص کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بخاطر صلح بھیجا۔ اور شرط یہ مانی۔ کہ ہر سال سات ہزار اور دو دینار سونے کے دوں گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو قبول کیا۔ اور اس کی تحریر لکھ لی۔ اور واپس لوٹ آئے۔ جب دریا سے خشکی میں اترے۔ تو حکم دیا۔ کہ تمام مال غنیمت اکٹھا کیا جائے۔ اور اس تمام سامان کو جہازوں پر لادا جائے لونڈیوں اور غلاموں کی گنتی کی گئی۔ ان کی تعداد دس ہزار سے بھی بڑھ گئی تھی۔

ان تمام میں سات سو ایسی لڑکیاں بھی تھیں۔ جو نوجوان اور کنواری تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کیا۔ اور فتح کی خوشخبری کے ساتھ یہ سب کچھ حضرت عثمان کی خدمت میں بھیجا۔ بقیہ مال غنیمت فوجیوں میں تقسیم کر دیا۔

Marfat.com

فتح قبرص کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی

فتح قبرص کو فتح قسطنطنیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہی معرکہ ہے۔ جس کے متعلق سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔ کہ جو اس معرکہ میں شامل ہو گا۔ اس ہر غازی کے لیے جنت واجب ہے۔ اس کو فتح کرنے والے لشکر کے سپہ سالار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لیے ان کے جنتی ہونے کا فیصلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔ صحیح بخاری میں اسنادِ صحیحہ کے ساتھ اس کو امام بخاری نے یوں ذکر کیا ہے۔

بخاری شریف:

حَدَّثَنِی ثَوْرُ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ اَنَّ عُمَیْرَ بْنَ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِیَّ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ اَتٰی عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِیْ سَاحِلِ حِمْصَ وَهُوَ فِیْ بِنَآءٍ لَهٗ وَ مَعَهٗ اُمُّ حَرَامٍ قَالَ عُمَیْرٌ فَحَدَّثَتْنَا اُمُّ حَرَامٍ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ

Marfat.com

اَلْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا فِيْهِمْ قَالَ اَنْتِ فِيْهِمْ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۴۰۹، ۴۱۰
باب ما قيل فى قتال الروم۔ پارہ ۱۱
مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) عمیر بن اسود عنسی بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت عبادہ ساحل حمص پر واقع اپنے مکان میں قیام پذیر تھے۔ ان کے ساتھ ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر کہتے ہیں۔ ہمیں جناب ام حرام نے حدیث سنائی۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے سنا۔ کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریا کی لڑائی لڑے گا۔ ان سب کے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔ ام حرام کہتی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں بھی اس لشکر میں ہوں گی۔ فرمایا ہاں تو بھی اس میں ہو گی۔

مذکور حدیث کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں:۔

عمدۃ القاری:

قَوْلُهٗ (اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِىْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ) اَرَادَ بِهٖ جَيْشَ مُعَاوِيَةَ وَقَالَ الْمُهَلِّبُ مُعَاوِيَةُ اَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَقَالَ ابْنُ جَرِيْرٍ

فَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ ذٰلِكَ فِي سَنَةِ سَبْعٍ وَّ عِشْرِيْنَ وَ هِيَ غَزْوَةُ قَبْرَصَ فِيْ زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَ قَالَ الْوَاقِدِيُّ كَانَ ذٰلِكَ فِيْ سَنَةِ ثَمَانٍ وَّ عِشْرِيْنَ وَ قَالَ اَبُوْ مَعْشَرٍ غَزَاهَا فِيْ سَنَةِ ثَلَاثٍ وَّ ثَلَاثِيْنَ وَ كَانَتْ اُمُّ حَرَامٍ مَعَهُمْ وَ قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِيْ جَامِعِ الْمَسَانِيْدِ اَنَّهَا غَزَتْ مَعَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَوَقَصَتْهَا بَغْلَةٌ شَهْبَآءُ فَوَقَعَتْ فَمَاتَتْ وَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ رَاَيْتُ قَبْرَهَا وَ وَقَفْتُ عَلَيْهِ بِالسَّاحِلِ بِقَاقِبُسَ۔

قَوْلُهٗ (قَدْ اَوْجَبُوْا) قَالَ بَعْضُهُمْ اَيْ وَجَبَتْ لَهُمُ الْجَنَّةُ قُلْتُ هٰذَا الْكَلَامُ لَا يَقْتَضِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى وَاِنَّمَا مَعْنَاهُ اَوْجَبُوْا اِسْتِحْقَاقَ الْجَنَّةِ۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری
جزء ۱۴ صفحہ نمبر ۱۹۸ / مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ وہ سب سے پہلا لشکر جو

Marfat.com

دریا کی لڑائی لڑے گا،، آپ کی مراد اس سے حضرت معاویہ کا لشکر ہے مہلب کہتے ہیں۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے دریا کی لڑائی لڑی۔ ابن جریر کہتے ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے۔ کہ یہ لڑائی ۲۷ ہجری میں ہوئی۔ اور یہی غزوہ قبرص ہے۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں واقعہ ہوا۔ واقدی نے کہا کہ یہ جنگ ۲۸ ہجری میں ہوئی۔ ابومعشر کے قول کے مطابق یہ سن ۳۳ ہجری میں لڑی گئی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا اس لشکر کے ساتھ تھیں۔ ابن الجوزی نے جامع المسانید میں کہا۔ کہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی معیت میں جنگ لڑی۔ خچر نے انہیں نیچے گرا دیا۔ اور وہ گرتے ہی انتقال کر گئیں۔ ہشام ابن عامر کہتے ہیں۔ میں نے ام حرام رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کی۔ وہاں کچھ دیر کھڑا بھی رہا۔ وہ فاقیس کے ساحل پر واقع ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "ان کے لیے واجب ہو گیا،، بعض حضرات نے اس کی تشریح میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان کے لیے جنت واجب ہو گئی ہے میں (علامہ عینی) کہتا ہوں۔ کہ یہ کلام اس معنی کا تقاضا نہیں کرتا۔ بلکہ معنی یہ ہے۔ کہ وہ لوگ لازمی جنت کے حق دار ہو گئے۔

تلخیص کلام:۔

جنگ قبرص یا قسطنطنیہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک عام فوجی کی حیثیت سے شریک نہ ہوئے۔ بلکہ اس جنگ کے شرکاء کی کمان حضرت

حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ میں تھی۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی اور بچے بھی تھے۔ کیونکہ قبرص پر حملہ کرنے کے لیے جب انہیں مشروط اجازت دی گئی۔ تو اس شرط کے مطابق بال بچے بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دریائی اور سمندری لڑائی کی ابتداء کے لیے جس شخصیت کو منتخب کیا۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ اس فتح سے کثیر تعداد میں مال غنیمت اور بہت سے غلام وغیرہ ہاتھ آئے۔ اور بہت سا جزیہ مملکت اسلامیہ کو وصول ہوا۔

حدیث مذکور میں جب جنگ قبرص میں ہر شریک کے لیے جنت کا وجوب یا استحقاق وجوب کا مژدہ سنایا گیا۔ اور وہ بھی اس زبان اقدس سے کہ حق کی زبان سے وحی بولتی ہے۔ تو اس جنگ کے نوجیوں کے سپہ سالار کے لیے کون سی کسر رہ جائے گی۔ کہ انہیں ان سب سے علیحدہ کر کے جنتی ہونے سے محروم کیا جا سکے۔ تو جب حضرت امیر معاویہ رض اس حدیث کے بموجب جنتی ٹھہرے۔ اور انہی کی بدولت وہ علاقہ زیرنگیں آیا جس کا حصول حضرت فاروق اعظم ایسی عظیم شخصیت سے نہ ہو سکا۔ ایسے شخص کے ایمان اور جذبۂ جہاد کے متعلق کیسے شک ہو سکتا ہے۔ اس لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ الزام دھرنا کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں نااہل اور بدکردار لوگوں کو عامل مقرر کیا۔ اس الزام کو کون سچا مان سکتا ہے۔ بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس حسنِ انتخاب پر آپ کو داد دینی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

یاد رہے۔ کہ کچھ لوگ غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی حدیث سے کہ جس سے حضرت امیر معاویہ کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ اسی حدیث کے آخری حصّہ کے مطابق "یزید" بھی جنتی ہے۔

Marfat.com

اس غلط فہمی کا جواب یزید کی سیرت و کردار کے ضمن میں ہم ذکر کر چکے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کے آخری الفاظ میں ایک لفظ "مَغْفُوْرٌ لَهُمْ" ہے اس سے یہ معنی لیا گیا ہے۔ لیکن اس لفظ کا صحیح معنی یہ ہے کہ ان کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ جیسا کہ حج کرنے والے کے متعلق آیا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ لہٰذا یزید نے جو اس واقعہ کے بعد گناہ کئے ان کے پیش نظر اس کے جنتی ہونے کا قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یزید نے اس کے بعد آل رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر میدان کربلا میں وہ ظلم وستم کیا اور اس کے بعد مدینہ منورہ میں جو قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اس سے تو اس کا کافر و ملعون ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کا یہ فعل خبر واحد سے ثابت ہے۔ اس لیے بعض علماء نے اس کی کفر میں سکوت فرمایا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار۔)

Marfat.com

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنے دور میں فتوحات

۴۳ھ میں رومی فتوحات:

ناسخ التواریخ:

وہم درایں سال معاویہ بسر بن ارطاۃ را بالشکری لائق بجانب روم روان فرمود۔ قسطنطین بن ہرقلیوس ثانی کہ سلطنت روم داشت گروہے از بطارقہ را بالشکر ہائے فراواں فرمان کرد تا جنگ عرب را پذیرہ شدند بسر بن ارطاۃ بنیک بکوشید و لشکر روم را ہزیمت کرد و تا در قسطنطین براند۔

(ناسخ التواریخ۔ حالات امام حسن رضی
جلد دوم صفحہ نمبر ۶۰ مطبوعہ تہران از
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی سال (۴۳ھ) بسر بن ارطاۃ کو ایک اچھا خاصا لشکر دیکر روم کی طرف روانہ کیا۔ قسطنطین بن ہرقلیوس ثانی نے جو کہ روم کا بادشاہ تھا۔ پہلوانوں کے ایک گروہ کو بہت سا لشکر دیکر حکم دیا۔ کہ عربوں کے ساتھ جنگ کی جائے۔ بسر بن ارطاۃ نے خوب جم کر مقابلہ کیا۔ اور رومیوں کو شکست دے کر قسطنطین کی طرف دھکیل دیا۔

Marfat.com

۴۷ھ میں بلادِ ترکستان کی فتوحات

ناسخ التواریخ:

وہم دریں سال عبداللہ بن سوار العبدی کہ در جیش خراسان بود آہنگ بلاد ترکستان کرد و بسیار حصون حصین وقلاع متین را بگشود و مال و اسیر فراواں، فراہم کرد و آہنگ مراجعت نمود۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم از زندگی امام حسن رضی اللہ عنہ ص ۱۰۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

اسی سال (۴۷ھ) جیش خراسان کے ایک مشہور مجاہد عبداللہ بن سوار العبدی نے ترکستان کے شہروں کا رخ کیا۔ اور بہت سے مضبوط قلعے اور محفوظ مورچوں کو فتح کیا۔ کافی مقدار میں مال اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا۔ اور واپسی کا ارادہ کیا۔

بخارا اور سمرقند کی فتوحات

ناسخ التواریخ:

اکنوں بر سخن رویم چوں سعید بن عثمان بر در بخارہ لشکر گاہ کرد و سپاہ را ساختہ جنگ ساخت خنگ خاتون در خویشتن آں نیرو ندید کہ یادی

نبرد آزمائید۔ جماعتی از صنادید بخارا در انبر دیک سعید بل راشت و خواستار صلح و سلم گشت سعید مسئلت اورا اجابت کرد بشرط کہ بیست تن از پسران ملوک بخارا را نبر دیک وی بگرد گان فرستد و سی صد ہزار درہم نقد تسلیم دارد و از مملکت خود بجانب سمرقند دلیل و راہنما ملازم رکاب فرماید و راہ گشادہ دارد و ایں جملہ را خنگ خاتون بپذیرفت و براین جملہ صلح مقرر گشت و بر بادت از ایں خنگ خاتون حملی عظیم متعصب مہدی انفاذ خدمت سعید داشت پس سعید از بخارا بجانب سمرقند رواں شد چوں راہ باشہر نزدیک کرد لشکر باسے سمرقند اورا پذیرہ جنگ شدند۔ از دو سو کی صفہا راست کردند در روئی در روئی ایستادہ شدند...... بالجملہ رآں روز میان لشکر سعید و مردم سمرقند جنگ صعب افتاد تا گاہیکہ تاریکی جہان را فرو گرفت ہر دو لشکر رزم زدند و از یک دیگر فراوان بکشتر چوں شب میانجی گشت از ہم باز شدند و بامداداں بر سر جنگ آمدند یک ماہ تمام کار بدیں منوال میرفت۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم ص ۹۵، ۹۶۔ از زندگانی امام حسن مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

جب سعید بن عثمان۔ نے بخارا شہر کے نزدیک پڑاؤ ڈالا۔ اور لشکر کو جنگ کے لیے تیار کیا۔ تو بخارا کی حکمران خنگ نامی خاتون نے دیکھا۔ کہ لڑنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ بخارا کے چند معتبر رومیوں کو سعید بن عثمان کے پاس بھیجا اور صلح صفائی کی درخواست کی۔ سعید نے اس کی بات اس شرط پر تسلیم کی۔ کہ شاہی خاندان کے بیس آدمی گردگان میرے پاس بھیجے جائیں۔ اور تین ہزار درہم نقد سپرد کیے جائیں۔ اس کے بعد سعید نے

بخارا سے سمرقند کا رُخ کیا۔ یہ بیس آدمی راستہ جاننے والے ساتھ تھے۔ یہ شرائط اس خاتون نے تسلیم کرلیں۔ صلح ہوگئی۔ اس سے بڑھ کر اس خاتون نے بہت سا مال اور دیگر اشیاء بھی سعید کی خدمت میں روانہ کیں جب سعید سمرقند کے نزدیک پہنچا۔ سمرقند کا لشکر جنگ پر آمادہ ہوا۔ دونوں طرف سے صف آرائی ہوئی۔ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوگئے مختصر یہ کہ پہلے دن سعید اور سمرقندی لشکر کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی دن ڈھلا۔ اور رات کی تاریکی چھاگئی۔ دونوں طرف سے لڑائی بند ہوگئی اسی طرح ایک ماہ تک متواتر لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر سعید نے جنگ جیت لی۔

الحاصل:

اگرچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رشتہ نسبی کے اعتبار سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔ لیکن اس رشتہ کی بنا پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو موردِ الزام ٹھہرانا کسی طور پر بھی درست نہیں۔ کہ آپ نے اپنے رشتہ داروں کو منصب وامارت عطا کی۔ اس طرح آپ اقرباء پروری کے مرتکب قرار پائے۔ یہ الزام ایک تو اس لیے فضول ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان نے کوئی نیا گورنر مقرر نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ یہ حضرت تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور سے شام کے گورنر چلے آرہے تھے۔ دوسری بات یہ کہ ان کی اہلیت اور استعداد کوئی ناگفتہ بہ نہ تھی۔ بلکہ وہ ایک قابل اور اعلیٰ درجے کے اہل تھے۔ ان کی اہلیت اور امور مملکت میں سوجھ بوجھ کے لیے ان کی فتوحات کو بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان فتوحات کا تذکرہ خود کتب شیعہ میں مذکور ہے۔ جن کے حوالہ جات آپ

Marfat.com

بھی ملاحظہ فرما چکے۔ اس قدر بے بکثرت فتوحات اور اس قدر زرِ کثیر سے اسلامی خزانہ کو بھر دینا ان کے اہل اور بہادر جرنیل ہونے کے لیے کافی ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات، امور مملکت کی انجام دہی اور ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے کارنامے دیکھے جائیں۔ پھر ان کی حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی عقیدت اور قلبی محبت ملاحظہ کی جاوے۔ (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے لگے۔ کپڑوں میں کفن دینے کی وصیت کی جس پر عمل بھی ہوا۔) تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک بہادر اور امور سیاست سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ محبت رسولِ خدا میں کس قدر گہرے تھے۔ ان کا ایمان کس قدر مضبوط تھا۔ ان کی دعاؤں میں اللہ نے کیسی قبولیت رکھی تھی۔ ان کے لیے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ نبوت سے سب کچھ دیکھ کر ہادی اور مہدی ہونے کی دعا فرمائی تھی۔ ان تمام باتوں سے حقیقت یہ ہے۔ کہ ان کے کامل الایمان اور عاشقِ رسول ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ پھر بھی اگر کوئی الزام دھرے۔ کہ برا ایسے ویسے تھے۔ تو اس سے بڑھ کر بدبخت کون ہوگا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

امیر معاویہ رض کی اہلیت حکومت پر دلیل نمبر ۵

حسنین کریمین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے ان کی اہلیت اور استحقاق کو ثابت کر دیا۔

رجال کشی:

قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ جِبْرَئِيلُ ابْنُ
أَحْمَدَ وَأَبُو إِسْحٰقَ حَمْدَوِيهِ وَإِبْرَاهِيمُ
ابْنَا نُصَيْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ
الْعَطَّارُ الْكُوفِيُّ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ
فُضَيْلٍ غُلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ رَاشِدٍ قَالَ سَمِعْتُ
أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ إِنَّ مُعَاوِيَةَ
كَتَبَ إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا
أَنِ اقْدِمْ أَنْتَ وَالْحُسَيْنُ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ
فَخَرَجَ مَعَهُمْ قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ
الْأَنْصَارِيُّ وَقَدِمُوا الشَّامَ فَأَذِنَ لَهُمْ مُعَاوِيَةُ
وَأَعَدَّ لَهُمُ الْخُطَبَاءَ وَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ
فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ

Marfat.com

عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ يَا قَيْسُ قُمْ فَبَايِعْ فَالْتَفَتَ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ مَا يَأْمُرُهُ فَقَالَ يَا قَيْسُ إِنَّهُ إِمَامِي يَعْنِي الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(۱۔ رجال کشی ص۱۰۲ مطبوعہ کربلا ذکر قیس بن سعد۔ طبع جدید)

(۲۔ بحار الانوار جلد ۴۴ صفحہ نمبر ۶۱ ذکر مصالحت الحسن۔ طبع جدید۔ ایران)

(۳۔ بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ نمبر ۱۲۴ طبع قدیم)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے سنا۔ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف رقعہ لکھا۔ کہ آپ خود اور امام حسین و دیگر اصحاب علی کو لے کر میرے ہاں تشریف لائیں۔ ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ الانصاری بھی تھے جب یہ شام پہنچے۔ تو امیر معاویہ نے انہیں اپنے ہاں اندر آنے کی، اجازت دی۔ اور ان کے لیے خطیب مقرر کیے۔ اور کہا۔ اے حسن! اٹھیئے اور بیعت کیجئے۔ یہ اٹھے اور بیعت کی۔ پھر امام حسین کو کہا انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ ان کے بعد جب قیس بن سعد کو بیعت کرنے کو کہا۔ تو انہوں نے امام حسین کی طرف اس غرض سے دیکھا۔ کہ اس بارے

Marfat.com

ہیں امام کی کیا رائے ہے۔ امام حسین نے فرمایا۔ اے قیس! امام حسن ہمارے امام ہیں۔

(لہذا جو کچھ انہوں نے کیا تم بھی ویسے ہی کرو اور حضرت معاویہ کی بیعت کرو)

شیعوں نے امام حسین رض کو امیر معاویہ رض کی بیعت توڑنے پر بہت زیادہ اکسایا۔

الاخبار الطوال:

فَقَالَ فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ وَدَخَلَ عَلَى الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَعَ عُبَيْدَةَ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ شَرَيْتُمْ الذُّلَّ بِالْعِزِّ وَقَبِلْتُمُ الْقَلِيْلَ وَتَرَكْتُمُ الْكَثِيْرَ اَطِعْنَا الْيَوْمَ وَاعْصِنَا الدَّهْرَ دَعِ الْحَسَنَ وَمَا رَاٰى مِنْ هٰذَا الصُّلْحِ وَاجْمَعْ اِلَيْكَ شِيْعَتَكَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَغَيْرِهَا وَوَلِّنِيْ وَصَاحِبِيْ هٰذِهِ الْمُقَدِّمَةَ فَلَا يَشْعُرُ ابْنُ هِنْدٍ اِلَّا وَنَحْنُ نُقَارِعُهٗ بِالسُّيُوْفِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ اِنَّا قَدْ بَايَعْنَا وَعَاهَدْنَا وَلَا سَبِيْلَ اِلٰى نَقْضِ

Marfat.com

بَيْعَتِنَا۔

(الاخبار الطوال مطبوعہ بیروت صنہ ۲۲۰
تذکرہ زیاد بن ابیہ)

ترجمہ:

حجر بن علی امام حسن رضی اللہ عنہ کو سخت ملامت کرنے کے بعد جب باہر نکلا۔ اور علیدہ بن عمرو کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حضور آیا۔ ان دونوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے ابو عبد اللہ! تم نے عزت کے بدلے ذلت کے گھونٹ پی لیے۔ اور کثیر کو چھوڑ کر قلیل کو منظور کر لیا۔ آج ہماری مان لیجئے۔ پھر تمام عمر کبھی نہ ماننا۔ ہمیں اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو میدان میں چھوڑ دیں۔ اور ان کے ساتھ ہر وہ شخص جو ان کی امیر معاویہ سے صلح کو درست کہتا ہو۔ وہ بھی ہمارے مقابلہ میں آجائے تم اپنے شیعوں کو اپنے ساتھ ملاؤ۔ وہ کوئی ہوں یا کہیں اور جگہ کے مجھے اور میرے ساتھیوں کے یہ معاملہ سپرد کر دیجئے۔ تو ابن ہند (امیر معاویہ) کو اس وقت پتہ چلے گا۔ جب ہم تلواروں کو اس کے سامنے لہرا رہے ہوں گے۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دیکھو۔ ہم نے ان کی بیعت کر لی ہے۔ اور باہم معاہدہ کر لیا ہے۔ اور اس بیعت کو توڑنے کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیت اور ان کی پختگی ایمان کی یہ کتنی بڑی دلیل ہے۔ کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے بلا جبر و اکراہ

ان کی بیعت کی۔ اور تا دمِ آخر اس بیعت پر قائم رہے بلکہ اگر کسی وقت شیعوں نے انہیں امیر معاویہ کے خلاف اُکسانے کی کوشش کی۔ اور بیعت توڑنے پر زور دیا۔ اور اپنی طرف سے ان کے ساتھ جنگ کرنے کی پیش کش کی۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہ صرف انکار کیا۔ بلکہ فرمایا۔ کہ ہم نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ اور درست کیا ہے لہذا اب ہم سے یہ توقع نہ کریں۔

اور اس پر مزید یہ کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس قسم کی باتوں کا علم ہوا۔ تو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں خط لکھا۔ تو امام موصوف نے جناب امیر معاویہ کو ان الفاظ میں جواب دیا۔

مقتل ابی مخنف:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ وَصَلَنِیْ کِتَابُکَ وَ فَهِمْتُ مَا ذَکَرْتَ وَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ اَنْقُضَ عَهْدًا عَهِدَهٗ اِلَيْکَ اَخِی الْحَسَنُ وَ اَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنَ الْکَلَامِ فَاِنَّهٗ اَوْصَلَهٗ اِلَيْکَ الْوُشَاةُ الْمُلْقُوْنَ بِالنَّمَائِمِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْجَمَاعَاتِ فَاِنَّهُمْ وَ اللّٰهِ يَکْذِبُوْنَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۶ تا ۷، مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اما بعد! آپ کا نامہ مجھ تک پہنچا۔ اور اس کی تحریر کو میں نے خوب جانا۔ خدا کی پناہ۔ میں اس معاہدہ کو ہرگز توڑنے کی سوچ بھی نہیں سکتا۔ جس کو میرے بھائی حسن نے آپ سے کیا تھا۔ اور رہی یہ بات کہ وہ باتیں جو آپ نے میری طرف سے سنیں۔ تو وہ جھوٹے چغلخوروں نے آپ تک پہنچائیں۔ وہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرتے والے ہیں خدا کی قسم! وہ سب بکتے ہیں۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کسی طور بھی، امیر معاویہ کی بیعت توڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اور جن لوگوں نے خفیہ طور پر ان دونوں حضرات کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے انہیں چغلخور، جھوٹے اور انتشار پسند قرار دیا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ اور انداز اس بات کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امت مسلمہ کا خلیفہ اور خیر خواہ تصور کرتے تھے۔ اور ان کے خلاف بغاوت، وغیرہ کو قابل مذمت فعل سمجھتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہ خود مخالفت کی۔ اور نہ کسی مخالف کی بات پر اعتماد کیا۔ اُدھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی ان کا بے حد احترام تھا۔ جس کا ثبوت کتب شیعہ میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الاخبار الطوال:

وَ لَمْ يَرَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ طُوْلَ حَيَاةِ مُعَاوِيَةَ مِنْهُ سُوْءً فِيْ اَنْفُسِهِمَا وَ لَا

مَکْرُوْهًا وَلَا قَطَعَ عَنْهُمَا شَيْئًا مِمَّا كَانَ شَرَطَ لَهُمَا وَلَا تَغَيَّرَ لَهُمَا مِنْ بِرٍّ.

(الاخبار الطوال ص ۲۲۵/ امیر معاویہ وعمرو بن العاص)

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے کوئی ایسی بات نہ دیکھی۔ جو ان کے لیے پریشانی کا باعث بنے۔ نہ کوئی ناپسندیدہ امر دیکھنے میں آیا۔ اور نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کوئی چیز بچا کر اور چھپا کر رکھی۔ جو ان کے مابین بطور معاہدہ طے پائی۔ اس کے علاوہ کسی قسم کی بھلائی سے انہیں محروم نہ کیا۔

مختصر یہ کہ:

سیدنا حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کسی قسم کی کوئی ناراضگی نہ تھی۔ اور نہ ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان سے کوئی بیر اور دشمنی تھی۔ بلکہ طرفین میں مکمل ہم آہنگی اور خیر خواہی کے جذبات کارفرما تھے۔ حسنین کریمین نے اپنی تمام زندگی ان کی خلافت کو حق سمجھ کر ان کے ماتحت گزار دی۔ اور اُدھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پورے دورِ خلافت میں ان سے کوئی اچھائی اور بہتری چھپا کر نہ رکھی۔ اس سے یہ بات بالکل عیاں ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کی بیعت صدقِ دل اور اسے حق سمجھ کر کی۔ ورنہ یہی امام ہیں کہ یزید ایسے غلط آدمی کی بیعت کرنے پر اپنی اور اپنے بہتر ساتھیوں اور رشتہ داروں کی جانیں تو سپرد خدا کر دیں۔ لیکن بیعت کرنے کے لیے ہاتھ نہ بڑھایا۔

Marfat.com

لہذا آپ کے متعلق یہ کہنا کہ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت دل کی خوشی سے نہ کی تھی۔ بلکہ محض وقت گزارنے کے لیے از روئے تقیہ کی تھی حضرات امام حسنین کریمین اور حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہم کے بارے میں اس قسم کی گھٹیا بات ان کی گستاخی اور ان کی عزت و وقار سے کھیلنے کے مترادف ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ عمل ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے۔ اور ان کی بیعت کو صحیح اسلامی بیعت گردانتے تھے۔ اور انہیں یہ بھی علم تھا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ یہ کہ کامل الایمان ہیں۔ بلکہ وہ امور مملکت اور سیاست ملکی و ملّی میں یہ طولیٰ رکھتے تھے۔ اس قدر وضاحت (اور وہ بھی کتب شیعہ سے) کے باوجود پھر بھی اگر کوئی معاند و مخالف یہ پروپیگنڈا کرتا پھرے۔ کہ حضرت امیر معاویہ نا اہل تھے۔ اُن کی امور مملکت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ دراصل اپنی قسمت کو پیٹ رہا ہے۔ اور اپنی آخرت کو برباد کر رہا ہے۔ جس شخصیت کو حضرات امام حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے اپنا اور تمام امت مسلمہ کا خلیفہ برحق مانا۔ اگر کسی اندھے دل اور بے بصیرت کو یہ سمجھ نہ آتا ہو۔ تو یہ اس کی بدنصیبی اور گمراہی ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو برا بھلا کہنا دراصل اُن کے مدّاحول یعنی حضرات حسنین کریمین پر لعن طعن کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق و سمیت عطاء فرمائے

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

طعن ہشتم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کو عامل بنایا جس کا فاسق ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

ولید بن عقبہ کہ جس کی اہلیت کے چرچے کیے جارہے ہیں۔ اور فتوحات گنوائی جارہی ہیں۔ یہ اپنے مقام پر لیکن اسی شخص کے بارے میں قرآن کریم میں "فاسق" کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کا پس منظر مختصر یہ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ولید بن عقبہ کو قبیلہ بنی مصطلق سے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے بھیجا تو اس کے وہاں پہنچنے پر اس قبیلہ کے لوگ استقبال کی خاطر اکٹھے ہوئے۔ جب اسے پتہ چلا تو وہیں سے واپس پلٹ آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر یہ بتلایا کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگ اسلام سے پھر گئے ہیں اور وہ زکوٰۃ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس کی اس خبر پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا الخ۔ پ ۲۶ سورۃ الحجرات)۔

تفسیر کبیر:

فِیْ سَبَبِ نُزُوْلِ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ ھُوَ اَنَّ النَّبِیَّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ الْوَلِيْدَ بْنَ عُقْبَةَ وَهُوَ اَخُوْ عُثْمَانَ لِاُمِّهٖ اِلٰى بَنِى الْمُصْطَلِقِ وَلِيًّا وَ مُصَدِّقًا فَالْتَقَوْهُ فَظَنَّهُمْ مُقَاتِلِيْنَ فَرَجَعَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّهُمْ اِمْتَنَعُوْا وَ مَنَعُوْا۔

تفسیر کبیر جز ۲۸ صـ۱۱۹ زیر آیت
یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق الخ
مطبوعہ مصر۔

ترجمہ۔

اس آیت کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ ولید بن عقبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی مصطلق پر ولی اور زکوٰۃ وصول کرنے کا مجاز بنا کر بھیجا۔ یہ ولید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا۔ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگوں نے اس کی آمد پر اکٹھے ہوکر اس کا استقبال کرنا چاہا۔ تو اس نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ ہم سے لڑائی پر تلے بیٹھے ہیں۔ تو وہیں سے ولید واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا۔ اور عرض کی۔ وہ لوگ زکوٰۃ دینے سے انکاری ہو گئے ہیں۔

علامہ فخر الدین رازی اہل سنت کے ممتاز مفسر ہیں۔ انھوں نے آیت کریمہ کے سبب نزول میں اس امر کا صاف صاف اقرار کیا کہ لفظ "فاسق" اسی ولید بن عقبہ کے بارے میں کہا گیا ہے لہٰذا جس آدمی کو اللہ تعالیٰ فاسق قرار دے، جو جھوٹی خبریں سنائے۔ دل میں غلط قیافے لگائے ایسے آدمی کو حضرت عثمان نے گورنر بنایا۔ یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

Marfat.com

جواب۔ آیت میں ولید کو فاسق نہیں کہا گیا

ہماری طرف سے ایک عمومی اصل کے تحت یہ جواب ہے کہ ہم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی دوسرے انسان کو معصوم نہیں قرار دیتے۔ لہٰذا غیر معصوم حضرات سے غلطی اور گناہ کا سرزد ہونا کوئی بعید از عقل نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ سچی توبہ گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔ اور درِ توبہ ابھی بند نہیں ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ توبہ و استغفار کرنے پر اپنے بندے کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ موت سے پہلے کوئی بھی بھولا بھٹکا اُس کے در پر آگرے وہ قلمِ عفو سے اُس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملی ہوئی ایک نعمت کے مقابلہ میں یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ جس نے کوئی ایک آدھ مرتبہ گناہ کر لیا وہ ہمیشہ کے لیے فاسق ہو گیا۔

رہا یہ کہ امام رازی ایسے عظیم مفسرِ قرآن نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے فاسق ہونے کو تسلیم کر لیا ہے تو یہ سراسر اتہام اور امام موصوف کی ذات کو بدنام کرنے کی مذموم کوشش ہے۔ اگر عقل و خرد اور شرم و حیاء کا دامن ہاتھ میں ہوتا تو معترض امام موصوف کی تفسیر کو ذرا آگے تک دیکھتا تو خود شرم سے اُسکا سر جھک جاتا لیکن .... آگے عبارت یوں ہے۔

تفسیر کبیر۔

وَ اَمَّا اِنْ قَالُوْا بِاَنَّهَا نُزِلَتْ مُقْتَصِرًا عَلَيْهِ مُتَعَدِّيًا اِلٰى غَيْرِهٖ فَلَا بَلْ نَقُوْلُ هُوَ نُزِلَ عَامًّا لِبَيَانِ التَّثَبُّتِ وَ تَرْكِ الْاِعْتِمَادِ عَلٰى قَوْلِ الْفَاسِقِ وَ يَدُلُّ عَلٰى ضُعْفِ مَنْ يَقُوْلُ اِنَّهَا نُزِلَتْ لِكَذَا اِنَّ اللّٰهَ

Marfat.com

تَعَالٰی لَمْ یَقُلْ اِنِّیْ اَنْزَلْتُهَا لِکَذَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یُنْقَلْ عَنْهُ اَنَّهٗ بَیَّنَ اَنَّ الْاٰیَةَ وَرَدَتْ لِبَیَانِ ذٰلِکَ فَحَسْبُ غَایَةُ مَا فِی الْبَابِ اَنَّهَا نُزِلَتْ فِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتِ وَهُوَ مِثْلُ التَّارِیْخِ لِنُزُوْلِ الْاٰیَةِ وَنَحْنُ نُصَدِّقُ ذٰلِکَ وَیَتَاکَّدُ مَا ذَکَرْنَا اَنَّ اِطْلَاقَ لَفْظِ الْفَاسِقِ عَلَی الْوَلِیْدِ شَیْءٌ بَعِیْدٌ لِاَنَّهٗ تَوَهَّمَ وَظَنَّ فَاَخْطَأَ وَالْمُخْطِیُ لَا یُسَمّٰی فَاسِقًا۔

(تفسیر کبیر جز ۲۸ ص ۱۱۹ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

بہرحال معترضین اگر یہ کہیں کہ آیت مذکورہ ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی اور پھر اس کے بعد دوسروں کے لیے بھی حکم ہو گیا تو ایسا نہیں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت کسی بھی فاسق کے قول اور اس کی بات کو معتبر سمجھنے کے بارے میں عام حکم کے طور پر نازل کی گئی ہے۔ اس معترض کے قول کے ضعیف ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آیت مذکورہ فلاں کے لیے نازل کی گئی ہے اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول کہ آپ نے فرمایا ہو کہ آیت مذکورہ فلاں کے بیان کے متعلق اتاری گئی۔ دوسروں کے لیے یہ حکم نہیں۔ لے دے کے جو کچھ اعتراض بنتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیت فلاں وقت (جبکہ ولید بن عقبہ کا واقعہ پیش آیا) نازل کی گئی۔ اور یہ تو آیت کریمہ کے نزول کی تاریخ کی طرح

(اعتراض بننا) ہے۔ ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم نے اوپر جو کچھ معترضین کے جواب میں کیا اس کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے کہ ولید بن عقبہ پر لفظ "فاسق" کا بولا جانا بہت دُور کی بات ہے۔ کیونکہ واقعہ مذکورہ میں بنی مصطلق کے جمع شدہ لوگوں کو حملہ آور اور مرتد سمجھنا) ان کا وہم و ظن تھا۔ جس میں انھوں نے غلطی کھائی۔ لیکن غلطی کھانے والے کو تو فاسق نہیں کہا جاتا۔

تجزیہ

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام دھرنا کہ انھوں نے ولید بن عقبہ کو فاسق مان لیا۔ معترض کا کسقدر پُرفریب قول تھا۔ اپنے دجل و فریب کو چھپانے کی خاطر امام موصوف کی اگلی عبارت کو نقل کرنا چھوڑ دیا۔ کیونکہ اس سے معترض کے منہ پر اس زور کا طمانچہ لگتا کہ اس کی ربتی نسلیں بھی یاد کرتیں۔ امام موصوف نے بجائے اس کے کہ معترض کے حق میں کوئی بات کہتے۔ بالکل الٹ اس امر کی بادلائل تردید کی ہے کہ ولید بن عقبہ کو آیت زیر بحث میں فاسق کہا گیا ہے۔

آیت مذکورہ میں "فاسق" کس کو کہا گیا؟

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے معترض نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ آیت مذکورہ کا سبب نزول ولید بن عقبہ کا واقعہ ہے۔ لہٰذا لفظ "فاسق" ان پر ہی بولا گیا۔ آیئے! تفسیر شیعہ اُٹھا کر دیکھیں۔ کیا ان کے ہاں اس آیت کا سبب یہی اور صرف یہی ہے: تاکہ اعتراض کی گنجائش نکل سکے۔

مجمع البیان۔

قَوْلُهٗ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ نَزَلَ فِي الْوَلِيْدِ

Marfat.com

بْنِ عَقْبَةَ ابْنِ مُعِيْطٍ بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ فِيْ صَدَقَاتِ بَنِي الْمُصْطَلَقِ فَخَرَجُوْا يَتَلَقَّوْنَهُ فَرِحًا بِهٖ وَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ عَدَاوَةٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَظَنَّ اَنَّهُمْ هَمُّوْا بِقَتْلِهٖ فَرَجَعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ قَالَ اِنَّهُمْ مَنَعُوْا صَدَقَاتِهِمْ وَ كَانَ الْاَمْرُ بِخِلَافِهٖ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ هَمَّ اَنْ يَغْزُوَهُمْ فَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٍ وَ قَتَادَةَ

وَ قِيْلَ اِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْمَنْ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ مَارِيَةَ اُمَّ اِبْرَاهِيْمَ يَاْتِيْهَا ابْنُ عَمٍّ لَهَا قِبْطِيٌّ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَ قَالَ اَخِيْ خُذْ هٰذَا السَّيْفَ فَاِنْ وَجَدْتَهُ عِنْدَهَا فَاقْتُلْهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكُوْنُ فِيْ اَمْرِكَ اِذَا اَرْسَلْتَنِيْ كَالسِّكَّةِ الْمُحْمَاةِ اَمْضِيْ لِمَا اَمَرْتَنِيْ اَمِ الشَّاهِدُ يَرٰى مَا لَا يَرَى الْغَائِبُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ

بَلِ الشَّاهِدُ يَرٰى مَا لَا يَرَى الْغَائِبُ
فَقَالَ عَلِيٌّ فَأَقْبَلْتُ مُتَوَشِّحًا بِالسَّيْفِ
فَوَجَدْتُهُ عِنْدَهَا فَاخْتَرَطْتُ السَّيْفَ
فَلَمَّا عَرَفَ أَنِّيْ أُرِيْدُهُ أَتٰى نَخْلَةً
فَرَقِيَ إِلَيْهَا ثُمَّ رَمٰى بِنَفْسِهِ عَلٰى
قَفَاهُ وَ شَغَرَ بِرِجْلَيْهِ فَإِذَا أَنَّهُ
أَجَبُّ أَمْسَحُ مَا لَهُ مِمَّا لِلرَّجُلِ قَلِيْلٌ
وَلَا كَثِيْرٌ فَرَجَعْتُ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَصْرِفُ عَنَّا السُّوْٓءَ
أَهْلَ الْبَيْتِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء نہم ص۱۳۲
مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ۔

آیت کریمہ "اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ" ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بنی مصطلق سے صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا تھا۔ جب انھیں خبر ہوئی۔ تو وہ اِن کا استقبال کرنے کی غرض سے اکٹھے ہوئے۔ انھیں ان کی آمد کی بہت خوشی تھی۔ دور جاہلیت میں ولید بن عقبہ اور بنی مصطلق کے درمیان کچھ عداوت رہی تھی جس کی بنا پر ولید بن عقبہ نے سمجھا کہ یہ لوگ میرے قتل کا تہیہ کیے ہوئے ہیں لہٰذا اس گمان پر وہ واپس آگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر بتلایا۔ وہ تو زکوٰۃ دینے سے منکر ہو گئے ہیں۔ حالانکہ

Marfat.com

معاملہ اسکے برعکس تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور آپ نے بنی مصطلق کیساتھ لڑنے تک کا ارادہ فرما لیا۔ اسی پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

اس آیت کا یہ شان نزول بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا چچازاد بھائی آیا کرتا تھا۔ حضرت ماریہ کے بطن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے جناب ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے یہ خبر سُن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ یہ تلوار پکڑو۔ اور اگر وہی مذکور شخص تمہیں ماریہ کے گھر مل جائے تو اسے مار ڈالنا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں آپ کا ارشاد مانتا ہوں۔ جب میں تیار ہو گیا تو میری کیفیت اور غصہ ایسا ہو گا جیسا کہ ہل کا پھال گرم ہوتا ہے۔ حاضر جو کچھ دیکھتا ہے غائب اس کو نہیں دیکھتا۔ کیا ایسا ہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واقعی حاضر جو کچھ دیکھ پاتا ہے وہ غائب کو دیکھنا کہاں نصیب۔ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں میں پھر تلوار لیے وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ آدمی وہاں موجود ہے۔ میں نے تلوار سونتی۔ جب اس نے دیکھ لیا کہ اب میری خیر نہیں تو وہ کھجور کے درخت کے قریب آیا اور اس پر چڑھ گیا۔ اوپر جا کر وہ اُوندھا ہو گیا اور دونوں ٹانگیں پھیلا دیں تو پتہ چلا کہ وہ مردوں کی شرمگاہ سے بالکل خالی ہے۔ اس جگہ پر تھوڑا بہت کچھ بھی نہیں رکھتا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے سُن کر فرمایا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کی کہ جس نے ہمارے اہل بیت سے ہر قسم کی بُرائی دور فرمائی (یعنی آیت مذکورہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے حضرت ماریہ کی شکایت کی تھی)۔

تفسیر مجمع البیان کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ صرف ولید بن عقبہ کے

کے متعلق ہی نازل نہیں ہوئی بلکہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی زوجہ حضرت ماریہ کے متعلق غلط بات پہنچائی۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کے ضمن میں صرف ولید بن عقبہ کو کوسنا کونسی دانش مندی ہے جبکہ ایک اور آدمی بھی اس کا مصداق بن رہا ہے۔ ہاں اگر آیت کریمہ یا کسی حدیث صحیح میں ولید بن عقبہ کی نشاندہی ہوتی تو بھی بات تھی۔ اس کے علاوہ یہی شیعی تفسیر یہ بھی بیان کر رہی ہے کہ بنی مصطلق اور ولید بن عقبہ کے خاندان کے درمیان ہیں دورِ جاہلیت میں عداوت تھی۔ اس دیرینہ عداوت کی بنا پر حضرت ولید بن عقبہ نے قیاس کیا کہ شاید یہ لوگ میرے قتل کے درپے ہیں تو ولید بن عقبہ کا یہ فیصلہ اجتہادی خطاء کے ضمن میں آتا ہے۔ کیونکہ نہ تو انھوں نے اس شکایت کو قصداً بیان کیا اور نہ ہی کسی اور طریقہ سے جان بوجھ کر غلطی کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا اجتہادی غلطی پر کسی پر لعن طعن کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

اگر اجتہادی غلطی اتنی ہی سنگین غلطی ہوتی ہے تو پھر معترض سے پوچھا جا سکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسی قانون کے تحت کیوں نہ موردِ الزام ٹھہرے (حالانکہ اہل تشیع کے نزدیک امام کا معصوم ہونا لازم ہے اور ہم عصمت کے قائل نہیں ہیں) بلکہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا بھی اس اعتراض کی نشانہ بنے گی کہ ان دونوں حضرات نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے والے کی بات کو درست کیونکر تسلیم کر لیا۔ حالانکہ وہ بالکل غلط تھا۔ صرف اس کو درست ہی نہ سمجھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل پر مامور بھی کر دیا تھا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کے لیے تلوار بھی نکالی۔ لیکن وہ بچ نکلا۔ اس کے بعد جب حقیقت حال سامنے آئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ رب العزت کا شکر بجا لائے۔

اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اجتہادی خطاء سے کسی کے قتل کا مصمم ارادہ کر لینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے قتل کا حکم فرما دینا باعث طعن اور موردِ الزام نہیں ہو سکتا اور یقیناً نہیں تو پھر ولید بن عقبہ کی اجتہادی غلطی کیونکر طعن کا سبب بن گئی۔

Marfat.com

خطائے اجتہادی ہر شخص اور ہر دور کی ایک عام غلطی ہے۔ جس پر سلف و خلف میں کسی نے گرفت نہ کی۔ اس لیے ایسی غلطی موردِ الزام نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس کا مرتکب ملعون قرار پاتا ہے۔ اگر یہ غلطی اتنی ہی اہم ہوتی تو ولید بن عقبہ مذکور کو جب اس واقعہ پر تنبیہہ کی گئی تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا آپ اُسے ہرگز قابلِ التفات نہ سمجھتے اور اگر ایسا ہو جاتا کہ حضورؐ کی نظروں سے ولید گر جاتا اور شرعاً اس کا جرم ناقابلِ تلافی ہوتا۔ تو پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دورِ صدیقی میں اس کو عامل بنانے کی کوئی بھی جسارت نہ کرتا۔ پھر دورِ فاروقی میں بھی اسے اسی طرح نظر انداز کیا جاتا۔ اور دورِ عثمانی میں کبھی بھی ایسے کو عامل نہ بنایا جاتا۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ ولید بن عقبہ، دورِ صدیقی، دورِ فاروقی اور عہدِ عثمانی میں عامل رہا ہے اور کسی نے اس کے فاسق و فاجر ہونے کا اعتراض نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کی غلطی ایسی نہ تھی جو ہمیشہ کے لیے اس کے ماتھے کا داغ بن جاتی اور کبھی بھی اس سے جان خلاصی نہ ہوتی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان معترضین کو وہ حق و صداقت کی چاشنی عطا کرے اور حضرات صحابہ کرام خصوصاً خلفائے ثلاثہ کے حسد و بغض سے ان کے دلوں کو صاف کرے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

طعن نہم

حضرت عثمان غنی کے دور کے گورنر شرابی تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے اخیافی بھائی ولید بن عقبہ (جو کوفہ کے گورنر تھے) کو اس عہدے سے اس وقت معزول کیا گیا جب ان کے خلاف شراب نوشی کی عادت کا عام چرچا ہو گیا۔ لوگوں نے شراب کی مستی کی حالت میں اسے پکڑا۔ اور حضرت عثمان غنی کے ہاں اس امر کی گواہیاں بھی پیش ہوئیں۔ ان شکایات کی بنا پر ولید بن عقبہ کی معزولی عمل میں آئی۔ سنیوں کی معتبر کتاب "تاریخ کامل ابن اثیر" میں یہ واقعہ ان الفاظ میں درج ہے۔

کامل ابن اثیر۔

وَقِيلَ اِنَّ الْوَلِيدَ سَكَرَ وَ صَلَّى الصُّبْحَ بِاَهْلِ الْكُوفَةِ اَرْبَعًا ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيْهِمْ وَقَالَ اَزِيدُكُمْ فَقَالَ لَهُ ابْنُ مَسْعُودٍ مَازِلْنَا مَعَكَ فِي زِيَادَةٍ مُنْذُ الْيَوْمَ

Marfat.com

وَشَهِدُوْا عَلَيْهِ عِنْدَ عُثْمَانَ فَاَمَرَ عَلِيًّا يَجْلُدُهٗ فَاَمَرَ عَلِيٌّ عَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرَ فَجَلَدَهٗ ۔۔۔۔ فَلَمَّا عَلِمَ عُثْمَانُ مِنَ الْوَلِيْدِ شُرْبَ الْخَمْرِ عَزَلَهٗ وَ وَلّٰى سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ بْنِ اُمَيَّةَ ۔

(الکامل فی التاریخ ابن اثیر۔ جلد ۳۔
ص ۱۰۷ ثم دخلت سنۃ ثلاثین ۔ مطبوعہ
بیروت طبع جدید) ۔

ترجمہ۔

اور کہا گیا ہے کہ ولید بن عقبہ نے شراب پی اور اس کے نشہ میں نماز صبح پڑھائی۔ اہلِ کوفہ نے اس کے پیچھے صبح کی نماز کی بجائے دو کے چار رکعت پڑھیں۔ نماز سے فراغت پر ولید کوفیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور پوچھا، کیا نماز زیادہ پڑھی گئی ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ہم ہمیشہ سے تیری زیادتیوں کا شکار چلے آرہے ہیں۔ لوگوں نے ولید کے خلاف حضرت عثمان غنی کے پاس گواہیاں دیں۔ اس پر حضرت عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا ولید کو کوڑے لگاؤ۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن جعفر کو کہا تو انھوں نے ولید کو کوڑے لگائے۔ اور جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید کے بارے میں شراب نوشی کا سُنا تو اسے معزول کر کے اس کی جگہ سعید بن العاص بن امیّہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

"کامل ابن اثیر" کی اس شہادت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت عثمان غنی کے بعض گورنر شراب نوشی کرتے تھے۔ لہٰذا یہ بات قابلِ اعتراض ٹھہری۔

Marfat.com

جواب اوّل

ہم بارہا یہ ذکر کر چکے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام کے سوا کسی دوسرے انسان کو ہم معصوم عن الخطاء نہیں سمجھتے۔ اس لیے بالفرض ولید بن عقبہ سے اگر یہ کام مان لیا جائے تو اس سے ہمارے مسلک یا عثمان غنی پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ حضرات صحابہ کرام سے غلطیاں ہوئیں۔ بعض کو ان غلطیوں پر سزائیں بھی ملیں لیکن اس کے باوجود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صحابہ کرام کے عمومی درجات و فضائل ذکر فرمائے۔ ان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ وہ ہر صحابی کو حاصل ہیں اور یہی حق ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا قصور ہے؟

ولید بن عقبہ کی شراب نوشی کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنا انتہا درجہ کی حماقت ہے کیونکہ یہ فعل جس سے سرزد ہوا اس کو نہ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا اور نہ اشارۃً کنایۃً کوئی ثبوت ملتا ہے۔ اس لیے مملکت میں کسی چھوٹے بڑے کا کوئی کام اچھا برا کرنا اس کی ذمہ داری امیر یا خلیفہ پر تب ہی ہو سکتی ہے جب وہ کام امیر کے ایماء سے ہوا ہو لیکن اس کا یہاں کوئی ثبوت نہیں۔

یا اعتراض اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ ولید بن عقبہ منصب گورنری پر فائز ہونے سے پہلے شراب نوشی کا عادی تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم تھا۔ تو جانتے بوجھتے حضرت عثمان اس کو یہ منصب دیتے۔ لیکن یہ بھی ثابت نہیں۔ لہٰذا جو شخص اہلیت اور تجربہ کے معیار پر پورا اترتا ہو۔ اور کوئی بھی ایسی شکایت اس کے متعلق نہ ہو جو اس کے اخلاق و کردار کو بدنما کر دیتی ہو۔ تو ایسے کو گورنر بنانے میں کونسی غلطی سرزد ہوتی ہے۔

تیسری اعتراض کی وجہ یہ بن سکتی تھی کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کو ولید کی شراب نوشی کی اطلاع دی اور گواہی بھی دی تو اس تمام کارروائی کے بعد آپ کوئی تادیبی قدم نہ اُٹھاتے۔ اور اس کی گورنری کو بحال ہی رہنے دیتے۔ لیکن یہاں یہ وجہ بھی موجود نہیں۔ بلکہ آپ نے پہلے تو شراب نوشی کی اس پر حد جاری کرائی اور پھر معزولی کا حکم دیا۔ حالانکہ ولید بن عقبہ رشتہ میں آپ کا اخیافی بھائی تھا۔ آپ نے رشتہ داری اور قرابت تک کی پرواہ نہ کی بلکہ اسلام اور مسلمین کی بہتری کو پیشِ نظر رکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احکام شرعیہ اور دین کے معاملہ میں اپنے بیگانے کی پرواہ تک نہ کرتے تھے۔ تو وصف قابلِ تعریف ہے نہ کہ باعث طعن۔ اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ولید کی شراب نوشی کے ضمن میں مطعون کرنا بڑی حماقت ہے۔

جواب دوم:

ولید بن عقبہ کی معزولی کا اصل سبب شراب نوشی نہیں الزام تراشی تھی

معترض نے کامل ابن اثیر کے حوالہ سے جو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی، کہ ولید بن عقبہ کی معزولی شراب نوشی کی وجہ سے عمل میں آئی۔ ہم اس وجہ کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے۔ کیونکہ تاریخ کامل ابن اثیر میں اس وجہ کو "قیل" کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بات ہر ذی علم جانتا ہے کہ اس قسم کے فعل مجہول سے وہی بات ذکر کی جاتی ہے جو مجہول ہو۔ اس کا قائل یا تو معلوم ہی نہیں ہوتا، یا اس کی بات بے وزن ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس طرح اور اس انداز سے بیان کیا گیا قول ضعیف اور ناقابلِ یقین ہوتا ہے۔

لیکن جو شخص حقیقت کی بجائے شراب کو پانی کا دریا سمجھ بیٹھے اور اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لیے گدھے کو باپ بنانا جانتا ہو اس کے سامنے حقیقت بیان کرنا ایسی ہے جیسے.. بھینس کے آگے بین بجانا۔ اسی کامل ابن اثیر میں اس قول کے ذکر کرنے سے پہلے جو کچھ

مصنف نے لکھا۔ اس پر بھی نظر پڑ جاتی تو معترض اپنا سامنہ لیکر چلا جاتا۔ لیکن اس طرح اُسے اعتراض کرنے کا موقع کب ملتا۔ حقیقت سے تو ان لوگوں کو اللہ واسطے کا بیر ہے۔ اُسے جہاں دیکھتے ہیں یوں بھاگتے ہیں جیسے لاحول و لاقوۃ سے شیطان بمعزولی کا اصل واقعہ اسی کتاب سے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

کامل ابن اثیر۔

ثُمَّ دَخَلَتْ سَنَةُ ثَلٰثِیْنَ ذِکْرُ عَزْلِ الْوَلِیْدِ عَنِ الْکُوْفَةِ وَوَلَایَةِ سَعِیْدٍ۔ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ عَزَلَ عُثْمَانُ الْوَلِیْدَ بْنَ عُقْبَةَ عَنِ الْکُوْفَةِ وَوَلَّاهَا سَعِیْدَ بْنِ الْعَاصِ وَ قَدْ تَقَدَّمَ سَبَبُ وَلَایَةِ الْوَلِیْدِ عَلَی الْکُوْفَةِ فِی السَّنَةِ الثَّانِیَةِ مِنْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَاِنَّهٗ کَانَ مَحْبُوْبًا اِلَی النَّاسِ فَبَقِیَ ذٰلِكَ خَمْسَ سِنِیْنَ وَ لَیْسَ لِدَارِهٖ بَابٌ ثُمَّ اِنَّ شَبَابًا مِنْ اَهْلِ الْکُوْفَةِ نَقَبُوْا عَلَی ابْنِ الْحَیْسُمَانِ الْخُزَاعِیِّ وَ کَاثَرُوْهُ فَنَذَرَ لَهُمْ وَ خَرَجَ عَلَیْهِمْ بِالسَّیْفِ وَ صَرَخَ فَاَشْرَفَ عَلَیْهِمْ اَبُوْ شُرَیْحٍ الْخُزَاعِیُّ وَ کَانَ قَدِ انْتَقَلَ مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلَی الْکُوْفَةِ لِیَقْرُبَ مِنَ الْجِهَادِ فَصَاحَ بِهِمْ اَبُوْ شُرَیْحٍ فَلَمْ یَلْتَفِتُوْا وَ قَتَلُوْا ابْنَ

الْجِسْمَانِ وَاَخَذَهُمُ النَّاسُ وَفِيهِمْ زُهَيْرُ بْنُ جُنْدَبٍ الْاَزْدِيُّ وَمُوَرِّعُ ابْنُ اَبِي مُوَرِّعٍ الْاَسَدِيُّ وَشُبَيْلُ بْنُ اَبِي الْاَزْدِيِّ وَغَيْرُهُمْ فَيَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَبُوْ شُرَيْحٍ وَابْنُهٗ فَكَتَبَ فِيهِمُ الْوَلِيْدُ اِلٰى عُثْمَانَ فَكَتَبَ عُثْمَانُ بِقَتْلِهِمْ فَقَتَلَهُمْ عَلٰى بَابِ الْقَصْرِ وَلِهٰذَا السَّبَبِ اُخِذَ فِي الْقَسَامَةِ بِقَوْلِ وَلِيِّ الْمَقْتُوْلِ عَنْ مَلَاءٍ مِنَ النَّاسِ لِيَغْلِظَ النَّاسُ عَنِ الْقَتْلِ.

وَكَانَ اَبُوْ زُبَيْدٍ الشَّاعِرُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْاِسْلَامِ فِي بَنِي تَغْلِبَ وَكَانُوْا اَخْوَالَهٗ فَظَلَمُوْهُ دِيْنًا لَهٗ فَاَخَذَ لَهُ الْوَلِيْدُ حَقَّهٗ اِذْ كَانَ عَامِلًا عَلَيْهِمْ فَشَكَرَ اَبُوْ زُبَيْدٍ ذٰلِكَ لَهٗ وَانْقَطَعَ اِلَيْهِ وَغَشِيَهٗ بِالْمَدِيْنَةِ وَالْكُوْفَةِ وَكَانَ نَصْرَانِيًّا فَاَسْلَمَ عِنْدَ الْوَلِيْدِ وَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ فَبَيْنَمَا هُوَ عِنْدَهٗ اَتٰى اٰتٍ اَبَا زَيْنَبَ وَاَبَا مُوَرِّعٍ وَجُنْدُبًا وَكَانُوْا يُحَقِّرُوْنَ لِلْوَلِيْدِ مُنْذُ قَتْلِ اَبْنَآءِهِمْ وَيَضَعُوْنَ لَهُ الْعُيُوْنَ فَقَالَ لَهُمْ اِنَّ الْوَلِيْدَ وَاَبَا زُبَيْدٍ بَشَرِبَانِ الْخَمْرَ فَثَارُوْا وَاَخَذُوْا مَعَهُمْ نَفَرًا مِّنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَاقْتَحَمُوْا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرَوْا فَاَقْبَلُوْا يَتَلَاوَمُوْنَ وَسَبَّهُمُ

النَّاسُ وَكَتَمَ الْوَلِيْدُ ذٰلِكَ عَنْ عُثْمَانَ .
وَجَاءَ جُنْدُبٌ وَرَهْطٌ إِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ
فَقَالُوْا لَهٗ إِنَّ الْوَلِيْدَ يَعْتَكِفُ
عَلَى الْخَمْرِ وَاَذَاعُوْا ذٰلِكَ فَقَالَ ابْنُ
مَسْعُوْدٍ وَمَنِ اسْتَتَرَ عَنَّا لَمْ نَتَّبِعْ
عَوْرَتَهٗ فَعَاتَبَهُ الْوَلِيْدُ عَلٰى قَوْلِهٖ
حَتّٰى تَغَاضَبَا ثُمَّ اُتِيَ الْوَلِيْدُ بِسَاحِرٍ
فَاَرْسَلَ إِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ يَسْاَلُهٗ عَنْ
حَدِّهٖ وَاعْتَرَفَ السَّاحِرُ عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ
وَكَانَ يُخَيِّلُ إِلَى النَّاسِ اَنَّهٗ يَدْخُلُ فِيْ
دُبُرِ الْحِمَارِ وَيَخْرُجُ مِنْ فِيْهِ فَاَمَرَهٗ
ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِقَتْلِهٖ فَلَمَّا اَرَادَ الْوَلِيْدُ
قَتْلَهٗ اَقْبَلَ النَّاسُ وَمَعَهُمْ جُنْدُبٌ فَضَرَبَ
السَّاحِرَ فَقَتَلَهٗ فَحَبَسَهُ الْوَلِيْدُ وَكَتَبَ
إِلٰى عُثْمَانَ فِيْهِ وَاَمَرَهٗ بِاِطْلَاقِهٖ وَ
تَاْدِيْبِهٖ فَغَضِبَ لِجُنْدُبٍ اَصْحَابُهٗ وَ
خَرَجُوْا إِلٰى عُثْمَانَ يَسْتَعْفُوْنَ مِنَ الْوَلِيْدِ
فَرَدَّهُمْ خَائِبِيْنَ فَلَمَّا رَجَعُوْا اَتَاهُمْ
كُلُّ مَوْلُوْدٍ فَاجْتَمَعُوْا مَعَهُمْ عَلٰى رَاْيِهِمْ
وَدَخَلَ اَبُوْ زَيْنَبَ وَاَبُوْ مُوَرِّعٍ وَغَيْرُهُمَا
عَلَى الْوَلِيْدِ فَتَحَدَّثُوْا عِنْدَهٗ فَاَخَذَا

Marfat.com

خاتمہ و سار الی البد ینۃ و استیقظ الولید فلم یر خاتمہ فسال نساءہ عن ذلک فاخبرتہ ان اخر من بقی عندہ رجلان صفتہما کذا وکذا فاتہمہما و قال ہما ابو زینب و ابو مورع و ارسل یطلبہما فلم یوجدا فقدما علی عثمان و معہما غیرہما و اخبراہ انہ شرب الخمر فارسل الی الولید فقدم المدینۃ و دعا بہا عثمان فقال اتشہد ان انکما رایتماہ یشرب فقالا لا قال فکیف فالا اعتصرناہا من لحیتہ و ہو یقیٔ الخمر فامر سعید ابن العاص فجلدہ و اورث ذلک عداوۃ بین اہلیہما فکان علی الولید خمیصۃ فامر علی بن ابی طالب بنزعہا لما جلد۔

(الکامل فی التاریخ جلد ۳ صہ ۱۰۶۔
ثم دخلت سنۃ ثلاثین طبع بیروت جدید)

ترجمہ۔

سن تیس ہجری آیا۔ اس میں ولید بن عقبہ کی کوفہ کی گورنری سے معزولی اور سعید ابن

Marfat.com

العاص کی تقرری کا ذکر ہے۔ اس سال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے ان کی جگہ جناب سعید بن العاص کو نیا گورنر مقرر کیا۔ اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے دوسرے سال کن اسباب کے تحت ولید بن عقبہ کو گورنر بنایا گیا۔ ولید لوگوں میں بڑا مقبول اور منظورِ نظر تھا۔ اس نے پانچ سال تک گورنری کی ذمہ داری نبھاہی (عوام کے اسقدر قریب تھا) کہ اس کے مکان کا دروازہ بھی نہ تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ چند کوفی نوجوانوں نے ابن خیسمان خزاعی کے گھر نقب لگائی۔ نقب زن کافی تعداد میں تھے۔ ابن خیسمان چوکنا ہو گیا۔ اس نے ان پر ہلّہ بول دیا۔ اس کا ہمسایہ ابو شریح اپنی چھت پہ کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یہ مدینہ منورہ سے کوفہ اس لیے آیا تھا تاکہ جہاد میں شریک ہو سکے۔ اس نے شور مچا دیا۔ لیکن نقب زنوں نے اس کی پرواہ کیے بغیر ابن خیسمان کو قتل کر دیا۔ لوگوں نے ان نقب زنوں کو پکڑ لیا۔ نقب زنوں میں زہیر بن جندب ازدی مورع بن ابی مورع اسدی اور شبیل بن ابی وغیرہ تھے۔ ابو شریح اور اس کے بیٹے نے ان کے خلاف گواہی دی۔ چنانچہ ولید بن عقبہ نے یہ واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا۔ حضرت عثمان نے ان نقب زنوں کو قتل کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ اس کی تعمیل کرتے ہوئے ولید بن عقبہ نے ان کو محل کے دروازے کے سامنے قتل کرا دیا۔ اسی وجہ سے مقتول کے ولی کے کہنے پر اہل محلہ سے قسم لی گئی۔ تاکہ انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد قتل سے بچ جائے۔

ادھر دورِ جاہلیت اور عہد اسلام کے ایک شاعر ابو زبید تغلبی کا قرضہ اس کے خاندانی بھائیوں نے ادا کرنا تھا۔ لیکن وہ دینے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ ولید نے اس شاعر کا حق بھی اُسے دلوایا تھا کیونکہ ولید ان پر عامل مقرر کیا گیا تھا۔ اس پر ابو زبید شاعر نے ولید کا شکریہ ادا کیا اور باہم

تعلقات بنا لیے۔ مدینہ منورہ اور کوفہ میں اس نے ولید کی خوب شہرت کی۔ یہ عیسائی تھا لیکن ولید کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔ اور خوب اسلام لایا۔ اس دوران یہ شاعر ایک دفعہ ولید کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ ایک آدمی ابوزینب ابومورع اور جندب کے پاس آیا۔ یہ لوگ اپنے بیٹوں کے قتل کے وقت سے ہی ولید بن عقبہ کو اچھی نظروں سے نہ دیکھتے تھے اور ہر ممکن کوشش کرتے۔ کہ کوئی ایسا بہانہ مل جائے۔ جس سے ولید کو رُسوا کیا جائے۔ اس شخص نے انہیں کہا کہ ولید اور ابوزبید اس وقت شراب پی رہے ہیں۔ یہ خبر سن کر یہ تینوں اُٹھے۔ اور بہت سے دوسرے لوگوں کو ساتھ لے کر اچانک ولید اور ابوزبید پر آ دھمکے لیکن یہاں انہیں کوئی بات ہاتھ نہ آئی۔ اس لیے ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہوئے اور ندامت سے ہاتھ ملتے ہوئے واپس لوٹ آئے۔ لوگوں نے اس پر انہیں بُرا بھلا بھی کہا۔ لیکن یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ولید بن عقبہ نے اس کو نظر انداز کر دیا۔

اس کے بعد جندب اور اس کے ہمنوا اکٹھے ہو کر حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آئے اور شکایت کی کہ ولید بن عقبہ چوری چھپے شراب پیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جو شخص ہم سے چھپتا ہے۔ ہم اس کی پردہ دری نہیں کرتے۔ ولید بن عقبہ کو جب حضرت ابن مسعود کے اس قول کا علم ہوا تو اسے یہ بات پسند نہ آئی۔ دونوں میں رنجش چل نکلی۔ اس کے بعد ولید نے ایک جادوگر پکڑا اور اُسے حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس اس لیے بھیجا تاکہ وہ اس کی حد متعین کرے۔ جادوگر نے جادو کا اعتراف کر لیا اور وہ لوگوں کو یہ کرتب دکھایا کرتا تھا کہ وہ گدھے کی دُبر سے داخل ہو کر اس کے منہ سے نکلتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ ولید بن عقبہ نے جب اس فیصلہ کی توثیق کر دی تو جندب اور اس کے ہمنوا آئے اور امیر و قاضی کے کہنے کے بغیر از خود جندب نے اس

Marfat.com

جادوگر کے سر پر مارا اور اسے ختم کر دیا (اس کی یہ حرکت ولید بن کو اچھی نہ لگی) لہٰذا اُسے قید کر دیا۔ اور یہ سارا معاملہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا حضرت عثمان نے اس کی سزا میں تخفیف کا حکم دیا۔ جندب اور اس کے ساتھی ولید بن عقبہ پر پہلے ہی ناراض تھے ان کی ناراضگی میں اور اضافہ ہو گیا۔ اسی بناء پر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ ولید کو گورنری سے فوراً معزول کر دیا جائے لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے مطالبہ کو ٹھکرا کر انھیں نامراد و ناکام لوٹا دیا۔ اس کے بعد ولید بن عقبہ سے جس کسی کو کوئی بدلہ لینا تھا وہ سب جندب اور ان کے ہمنواؤں کے ساتھ آملے۔ اس کے بعد پھر ابوزینب اور ابومورع وغیرہ ولید بن عقبہ کے پاس آئے۔ اور کافی دیر تک ان سے گفت و شنید کرتے رہے۔ ولید کو اس دوران نیند آگئی۔ لہٰذا وہ سو گیا۔ اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ان دونوں نے ولید کی انگوٹھی قبضہ میں لے لی۔ پھر وہاں سے اُٹھے اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ادھر ولید جب اُٹھا تو دیکھا کہ انگوٹھی موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق گھر کی مستورات سے پوچھا۔ انھوں نے بتایا کہ یہاں سب سے آخر میں اُٹھ کر جانے والے دو آدمی تھے۔ جن کا فلاں فلاں حلیہ تھا۔ ولید نے ابوزینب اور ابومورع کو اس کام کا ذمہ دار سمجھا۔ اس لیے کچھ آدمی ان دونوں کی تلاش میں بھیجے لیکن یہ لوگ ناکام واپس لوٹ آئے۔

ادھر یہ دونوں چلتے چلتے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو گئے۔ ان کے ساتھ اور لوگ بھی حاضر تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ان دونوں نے بتلایا کہ ولید نے شراب پینا شروع کر دی ہے۔ حضرت عثمان نے ولید کی طرف پیغام بھیجا اور اسے مدینہ طلب کر لیا۔ جب ولید مدینہ منورہ

پہنچا تو حضرت عثمان نے ابوزینب اور ابومورع دونوں کو بلوایا۔ جب آئے تو ان سے پوچھا کیا تم اس امر کی گواہی دیتے ہو کہ تم نے اپنی آنکھوں سے ولید کو شراب پیتے دیکھا ہے۔ کہنے لگے نہیں ہم نے آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ پوچھا پھر یہ الزام کیونکر ہ کہنے لگے ہم نے اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے نچوڑے ہیں اور اس نے شراب کی قے بھی کی تھی۔ یہ سن کر حضرت عثمان نے سعید ابن.. العاص کو حکم دیا کہ ولید کو کوڑے لگائے جائیں۔ اس واقعہ سے دونوں گھرانوں میں عداوت پیدا ہو گئی۔ کوڑے لگانے سے قبل ولید کے جسم پر ایک جُبّہ تھا جس کے بارے میں حضرت علی نے فرمایا کہ کوڑے مارنے سے قبل اس کو اُتار لیا جائے۔

لمحۂ فکریہ

قارئین کرام! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بدخواہ اور دشمن معترضین نے جو منصوبہ بنا کر بڑی شد و مد کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ان کے بعض عامل اور گورنر شراب کے رسیا تھے اور وہ بھی اس تاریخ کی کتاب سے جس نے ان کی مٹی پلید کر دی ہے "کامل ابن اثیر" سے ہی ثابت ہوا کہ ولید بن عقبہ کو ایک گھناؤنی سازش کے تحت گورنری سے معزول کرایا گیا۔ اور اسی سازش کے تحت ان پر شراب نوشی کا الزام دھر اگیا۔ جب الزام دینے والوں سے گواہی طلب کی اور مشاہدہ کی بابت سوال ہوا تو صاف مُکر گئے کہ ہم نے شراب نوشی کرتے دیکھا نہیں بلکہ ان کی داڑھی سے قطرے نکالے تھے۔ اس سے ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سمجھ گئے تھے کہ اس واقعہ کے پیچھے کوئی اور منصوبہ کام کر رہا ہے۔ بہر حال ظاہری حالات کے تحت ولید کو کوڑے لگوائے گئے۔ اسی حقیقت کو تاریخ طبری نے پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ہم صرف ان میں سے چند جملہ جات کا حوالہ دے رہے ہیں۔

تاریخ طبری۔

أَنَّ أَبَا زَيْنَبَ وَأَبَا مُوَرِّعٍ وَ جُنْدُبًا
وَ هُمْ يَحْقِدُوْنَ لَهٗ مُنْذُ قَتْلِ أَبْنَاءِهِمْ
وَ يَضَعُوْنَ لَهُ الْعُيُوْنَ ...... اِجْتَمَعَ نَفَرٌ
مِنْ أَهْلِ الْكُوْفَةِ فَعَمِلُوْا فِيْ عَزْلِ
الْوَلِيْدِ فَانْتَدَبَ أَبُوْ زَيْنَبَ بْنُ عَوْفٍ
وَ أَبُوْ مُوَرِّعٍ وَكَاعٍ ...... فَقَالَ كَيْفَ
رَأَيْتُمَا قَالَ كُنَّا مِنْ غَاشِيَةٍ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ
وَ هُوَ فِي الْخَمْرِ فَقَالَ مَا يَقِيْءُ الْخَمْرَ
إِلَّا شَارِبُهَا فَبَعَثَ إِلَيْهِ فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰى
عُثْمَانَ رَآهُمَا .... فَحَلَفَ لَهُ الْوَلِيْدُ
وَ أَخْبَرَهٗ خَبَرَهُمْ فَقَالَ نُقِيْمُ
الْحُدُوْدَ وَ يَبُوْءُ شَاهِدُ الزُّوْرِ
بِالنَّارِ فَاصْبِرْ أَخِيْ ....
...... أَتَشْهَدَانِ أَنَّكُمَا
رَأَيْتُمَاهُ يَشْرَبُ الْخَمْرَ فَقَالَا
لَا وَخَافَا۔

(تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۶۰، ۶۱، ۶۲
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ۔

ابوزینب، ابومورع اور جندب بوجہ اس کے کہ ان کے بیٹوں کو ولید بن عقبہ نے قتل کروادیا تھا۔ اس وقت سے اس تاڑ میں تھے (کہ ان کی رسوائی کا کوئی موقعہ ہاتھ آئے) انھوں نے بہت سے کوفیوں کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ سب مل کر ولید کی معزولی کی فضا ہموار کریں۔ اور ابوزینب و ابومورع نے ان کے خلاف گواہی دینے کی ذمہ داری اپنے اوپر ڈال لی۔ (جب دھوکہ سے لی گئی انگوٹھی کو لے کر یہ لوگ حضرت عثمان کے پاس پہنچے اور ولید کے شراب پینے کا قصہ سنایا) تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ اس کی گواہی کون دے گا؟ لوگوں نے کہا ابوزینب اور ابومورع وغیرہ گواہ ہیں۔ آپ نے ان گواہوں سے پوچھا تم نے کیسے دیکھا؟۔ کہنے لگے ہمارا ولید کے پاس آنا جانا رہتا ہے۔ لیکن اس مرتبہ جب ہم اس کے پاس آئے تو وہ شراب کے نشہ میں دھت تھا (اور قے بھی کی تھی) حضرت عثمان نے کہا شراب کی الٹی وہی کرتا ہے جس نے پی ہوتی ہے۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے ولید کو بلوایا۔ جب وہ آگیا تو ان دونوں (ابوزینب اور ابومورع) کو وہاں دیکھا۔ ان کو دیکھتے ہی ولید نے حلف اٹھائی اور سب واقعات ابومورع کہہ سنائے۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔ بہرحال ہمیں حدِ خمر قائم کرنا ہے۔ جھوٹے گواہ ایک دن دوزخ کا ایندھن لازماً بنیں گے۔ بھائی تم صبر کرو۔ پھر پوچھا، کیا تم دونوں اس امر کی گواہی دیتے ہو کہ تم نے ولید کو اپنی آنکھوں سے شراب پیتے دیکھا؟ کہنے لگے

انھیں بہت خوف محسوس ہوا۔ (کہ کہیں الٹی۔۔
ہماری شامت نہ آجائے)۔

تاریخ طبری کے مذکورہ حوالہ سے یہ ثابت ہوا کہ ولید بن عقبہ نے شراب نہیں پی تھی۔

Marfat.com

لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے احکام شرعیہ پر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہوئے ولید پر حدِ شراب جاری کی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو احکام شرعیہ کا کسقدر پاس تھا۔ کہ انھوں نے اپنے بھائی تک کی رعایت نہ کی۔ حالانکہ وہ رعائت کا مستحق تھا۔ حوالہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ابوزینب اور ابومورع چونکہ اپنے بیٹوں کے قتل کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اس لیے انھوں نے یہ گھناؤنی سازش تیار کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ سے قسم کا مطالبہ نہ کیا۔ کیونکہ شہادت میں مدعی کی گواہی کے بعد مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی جاتی۔ صرف اتنا فرمایا کہ جھوٹے گواہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ لہذا بھائی اب تم صبر کرو۔

ولید بن عقبہ کے مذکورہ حالات کا خلاصہ:

ولید بن عقبہ وہ شخص ہے جسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ اس کی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی رشتہ داری تھی کیونکہ یہ حضرت عثمان کا ماں جایا بھائی تھا۔ یہی وہ شخص ہے کہ جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق سے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ پھر اس کے بعد دورِ صدیقی، فاروقی اور عثمانی میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کی فتوحات کی ایک جھلک آپ پچھلے اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان فتوحات سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ولید بن عقبہ امورِ مملکت میں اناڑی نہ تھا۔ بلکہ ایک منجھا ہوا تجربہ کار جرنیل تھا۔

کیا کسی قریبی رشتہ دار کو اعلیٰ منصب دینا مطلقاً اقرباپروری کہلاتا ہے

معترضین کا لے دے کے یہ اعتراض باقی رہ گیا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے ولید بن عقبہ کو اتنا اہم عہدہ اس لیے سونپا کہ یہ اُن کا قریبی تھا۔ ورنہ کیا اس سے زیادہ قابل اور تجربہ کار افراد نہ تھے۔؟

آئیے! ذرا اس امر کی چھان بین ہو جائے کہ کیا کسی اعلیٰ منصب پر کسی عزیز و قریبی کو فائز کر دینا بہر صورت اقربا پروری میں شامل ہے؟ اور ایسا کرنے والے "کنبہ پرور" کہلاتے ہیں؟ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بقول معترض یہ غلطی کی تو ایسی ہی غلطی سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بری نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اپنے دو چچیرے بھائیوں کو نہایت ذمہ دار عہدے عطا کیے تھے۔ یہ دونوں عبداللہ بن عباس اور عبیداللہ بن عباس ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کچھ افراد خانہ تھے کہ جنھیں حضرت علی المرتضیٰ نے مختلف مناصب پر فائز کیا۔ جب "اقربا پروری" کا اعتراض حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہوا تو اس کا جواب شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی شیعی نے ان الفاظ سے دیا۔

تلخیص الشافی: حضرت علی نے بھی اپنے رشتہ داروں کو عہدے دیئے تھے۔ طوسی شیعی

فَاِنْ قِيْلَ وَقَدْ وَلّٰى اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَبْدَ اللّٰهِ وَ عُبَيْدَ اللّٰهِ اِبْنَيِ الْعَبَّاسِ وَغَيْرَهُمَا قِيْلَ لَهُمْ اِنَّ عُثْمَانَ لَمْ يُنْقَمْ عَلَيْهِ تَوْلِيَةُ الْاَقَارِبِ مِنْ حَيْثُ كَانُوْا اَقَارِبَ بَلْ مِنْ حَيْثُ كَانُوْا اَهْلَ بَيْتِ الظِّنَّةِ وَالتُّهْمَةِ۔

(تلخیص الشافی جلد ۴ ص ۱۰۸ مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دو چچیرے بھائیوں عبداللہ بن عباس اور عبید اللہ بن عباس وغیرہ کو مختلف عہدہ جات دیے (تو یہ بھی اقربا پروری ہی ہوئی جبکہ حضرت عثمان پر اس کا الزام ہے) تو حضرت علی المرتضیٰ پر کیے جانے والے اعتراض کا ہم جواب یوں دیں گے کہ جو اعتراض حضرت عثمان پر ہوا۔ وہ ان کی کنبہ پروری کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے ایسے لوگوں کو مناصب عطا کیے جو لوگوں میں اچھی شہرت کے مالک نہ تھے (بلکہ ان پر مختلف باتیں کہی جاتی تھیں اور وہ بدنام تھے) لیکن۔۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے کسی شخص کو کوئی منصب عطا نہیں فرمایا۔ لہٰذا دونوں حضرات کے مابین مناصب کی تقسیم میں اور افراد کے انتخاب میں بڑا فرق ہے)۔

شیخ الطائفہ طوسی شیعی نے اس امر کا صاف صاف اقرار کر لیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ولید بن عقبہ وغیرہ لوگوں کو عامل بنانے کی وجہ سے اعتراض صرف اس بناء پر ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ بدنام اور بڑی شہرت کے مالک تھے۔ اقربا پروری کی بناء پر یہ اعتراض نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہی بات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی کہی ہے۔

آخری گزارش

تاریخ شیعہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پھوپھی زاد بھائی ہے۔ حضرت عثمان کا اخیافی بھائی ہے۔ بہادری اور جوانمردی میں اچھا نام پیدا کیا۔ حدود شرعیہ کا بہت پابند تھا۔ لہٰذا ایسے

شخص کو "شیخ الطائفہ" کا بد کردار اور بد نام کہنا خود اس کے اندر کی کیفیت پر نشاندہی کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں دبی زبان سے (بلکہ بعض مقامات پر کھلی زبان سے) اس نے ولید بن عقبہ کے ضمن میں اسے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گالی دی، برا بھلا کہا۔ ایسے شخص کی کیا سزا ہو سکتی ہے۔ اپنی کتاب سے سُنیے!۔

جامع الاخبار

مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَقَدْ کَفَرَ فِیْ خَبَرٍ اٰخَرَ وَ
مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَاجْلِدُوْهُ ۔

(جامع الاخبار ص۱۸۳ فصل
وعشرون۔ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ

جس نے کسی صحابی کو برا بھلا کہا اُس نے کفر کیا۔ ایک اور حدیث میں ہے جس نے کسی صحابی کو بُرا بھلا کہا، اس کو کوڑے مارو۔

(دشمنِ صحابہ اور بدخواہ اہلبیت کا یہی انجام ہے۔)

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

طعن دہم

حضرت عثمان نے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عطیات دیئے جس کی وجہ سے لوگ ان کے مخالف ہو گئے

اہل سنت کی معتبر کتاب میں اس امر کی واضح نشاندہی پائی جاتی ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے عطیات اپنے رشتہ داروں کو عطا کر کے عوام کی مخالفت مول لے لی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

طبری:

وَقَسَّمَ عَبْدُ اللّٰہِ مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ عَلَی الْجُنْدِ وَاَخَذَ خُمُسَ الْخُمُسِ وَبَعَثَ بِاَرْبَعَۃِ اَخْمَاسِہٖ اِلٰی عُثْمَانَ۔

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۱ سنہ ۲۷ھ کے تحت مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک گورنر اور آپ کے رشتہ میں رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی سرح نے مال غنیمت کو لشکریوں پر تقسیم کر دیا۔ پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ خود اپنے لیے رکھ چھوڑا۔ اور بقیہ چار حصے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیئے۔

تاریخ طبری:

اَتٰی اَعْطٰی مَرْوَانَ خَمْسَۃَ عَشَرَ اَلْفًا وَابْنَ اُسَیْدٍ خَمْسِیْنَ اَلْفًا

(تاریخ طبری جلد ۲ جزء ۵ ص ۱۰۱
۳۵ھ کے تحت مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مروان کو پندرہ ہزار درہم دیئے۔ اور ابن اسید کو پچاس ہزار درہم دیئے۔

ان دو عدد حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) میں اقرباء پروری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور خلیفہ برحق کے لیے یہ وصف زیب نہیں دیتا۔ اسی وجہ سے لوگ ان کے مخالف ہو گئے تھے۔

جواب:

ہم اس اعتراض اور طعن کے جواب میں جو کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اس کی تفصیل

Marfat.com

پچھلے اوراق میں گزر چکی جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان ہوں یا کوئی اور خلیفہ امیر مملکت اسلامیہ اس کو از روئے عقل و نقل اس امر کا اختیار دیتی ہے۔ کہ اپنی صوابدید کے مطابق جس کو جتنا چاہے۔ وہ عطا کر سکتا ہے۔ لینے والے اپنے ہوں یا پرائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کسی کو عہدہ عطا کرنا یا کسی کو معزول کرنا اس کی اپنی فراست اور صوابدید پر موقوف ہوتا ہے۔ اس اختیار پر کوئی بھی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ آیئے اس سلسلہ میں چند مثالوں کا مطالعہ ہو جائے۔ خلفائے کرام نے حضرات اہل بیت کو گراں قدر عطیات عطا کیے۔ اس بخشش پر اگر کوئی معترض ہوا۔ تو اس کو اہلبیت کے فضائل و مناقب بتا کر خاموش کر دیا گیا۔ کتب شیعہ کیا کہتی ہیں؟ ملاحظہ ہو۔

ہر حکمران اپنی صوابدید پر لوگوں کو عطیات دیتا چلا آیا ہے

ناسخ التواریخ:

عمر بن الخطاب در زمان خلافت خود وجہ اسامہ بن زید پنج ہزار درہم مقرر داشت۔ و از برائے فرزند خود عبد اللہ دو ہزار درہم برقرار کرد۔ عبد اللہ گفت اسامہ را بر من مقدم می داری با اینکہ بسیار از غزوات را من حاضر شدہ ام و او نہ بودہ است؟!

فَقَالَ اِنَّ اُسَامَةَ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْكَ وَاَبُوْهُ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ اَبِيْكَ۔

گفت در نزد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسامہ از تو و پدرش از پدر تو

عزیز تر بود و او ملقب بہ حِبِّ رسول اللہ بود۔

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲
ص ۲۷۷۔ ذکر اسامۃ مطبوعہ
تہران طبع جدید)
(۲۔ منتخب التواریخ فصل ہفتم ص ۹۶
در ذکر خدمت گزاران صدیقہ طاہرہ۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت اسامہ بن زید کے لیے پانچ ہزار درہم بطور وظیفہ مقرر فرمائے تھے۔ اور اپنے لڑکے عبد اللہ کے لیے صرف دو ہزار درہم مقرر تھے۔ ایک مرتبہ ان کے بیٹے عبد اللہ نے پوچھا۔ ابا جان! کیا وجہ ہے۔ کہ آپ نے اسامہ بن زید کو مجھ پر فوقیت دی ہے۔ حالانکہ میں بہت سے ایسے غزوات میں شریک ہوا ہوں۔ جن میں اسامہ موجود نہ تھا۔؟ یہ سُن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بیٹا! اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے۔ اتنے پیارے تم نہیں۔ اِن کے باپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمہارے باپ سے زیادہ محبوب تھے۔ حتیٰ کہ انہیں "حب رسول اللہ" کا لقب دیا گیا تھا۔ (تو اسامہ کے وظیفہ میں زیادتی صرف محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔

Marfat.com

حضرت امیر معاویہ نے قریشی جوانوں کے خصوصی وظائف مقرر کیے

فروع کافی:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعَضُدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ مُعَاوِيَةُ مَرْوَانَ ابْنَ الْحَكَمِ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّفْرِضَ بِشَبَابِ قُرَيْشٍ فَفَرَضَ لَهُمْ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ مَا اِسْمُكَ؟ فَقُلْتُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ فَقَالَ مَا اسْمُ اَخِيْكَ؟ فَقُلْتُ عَلِيٌّ قَالَ عَلِيٌّ وَعَلِيٌّ مَا يُرِيْدُ اَبُوْكَ اَنْ يَّدَعَ اَحَدًا مِنْ وُلْدِهٖ اِلَّا سَمَّاهُ عَلِيًّا ثُمَّ فَرَضَ لِيْ فَرَجَعْتُ اِلٰى اَبِيْ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ وَيْلٌ عَلَى ابْنِ الزَّرْقَاءِ لَوْ وُلِدَ لِيْ مِائَةٌ لَاَحْبَبْتُ اَنْ لَا اُسَمِّيَ اَحَدًا مِنْهُمْ اِلَّا

Marfat.com

عَلِیًّا۔

(فروع کافی جلد ۶ ص ۱۹۔ کتاب
العقیقہ باب الاسماء و الکنی
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

عبدالرحمن بن محمد عضدی سے روایت ہے۔ کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن الحکم کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔ تو حکم دیا۔ کہ ہر قریشی نوجوان کے لیے وظیفہ مقرر کردو۔ مروان نے ایسا ہی کیا۔ جناب علی بن الحسین رض فرماتے ہیں کہ میں بھی مروان کے پاس گیا۔ تو اس نے مجھے پوچھا۔ تمہارا کیا نام ہے۔ ؟ میں نے کہا علی بن الحسین۔ اس نے پوچھا تمہارے بھائی کا اسم گرامی کیا ہے۔ میں نے کہا ان کا نام بھی علی ہے۔ مروان کہنے لگا۔ تم علی علی نام تبلا رہے ہو۔ تمہارے والدگرامی نے اپنے ہر ایک بچہ کا نام علی ہی رکھا ہے۔ اس کے بعد میرا بھی وظیفہ مقرر کر دیا۔ میں جب اپنے ابا جان کے پاس واپس آیا۔ اور انہوں نے مروان کی گفتگو سے آگاہ کیا۔ تو ابا جان نے فرمایا۔ ابن زرقاء (مروان) پر افسوس! اُسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اگر میرے ہاں ایک سو بیٹے بھی ہوتے۔ تو پھر بھی میں ہر ایک کا نام علی ہی رکھتا۔

Marfat.com

حضرت عثمان نے حسنین کریمین کو عظیم تحفہ عطا فرمایا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے ایک گورنر عبداللہ بن عامر نے خراسان کا اہم علاقہ فتح کیا۔ اس علاقہ سے بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس میں یزدجرد بادشاہ کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ عبداللہ بن عامر نے دوسرے مال غنیمت کے ساتھ ان دو بیٹیوں کو بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال:

عَنْ سَهْلِ بْنِ الْقَاسِمِ الْنُوشَنْجَانِيْ قَالَ قَالَ لِيَ الرِّضَا بِخُرَاسَانَ اِنَّ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ نَسَبًا قُلْتُ وَمَا هُوَ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرِ كُرَيْزٍ لَمَّا افْتَتَحَ خُرَاسَانَ اَصَابَ ابْنَتَيْنِ لِيَزْدَجَرْدَ بْنِ شَهْرَيَارَ مَلِكِ الْاَعَاجِمِ فَبَعَثَ بِهِمَا اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَوَهَبَ اِحْدٰهُمَا لِلْحَسَنِ وَ الْاُخْرٰى لِلْحُسَيْنِ فَمَاتَتَا عِنْدَهُمَا نُفَسَاوَيْنِ وَكَانَتْ صَاحِبَةُ الْحُسَيْنِ نُفِسَتْ

Marfat.com

بِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔

(تنقیح المقال جلد ۳ ص ۸۰۔ باب الیاء والشین من فصل النساء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

سہل بن قاسم البوشنجانی نے کہا۔ مجھے امام رضا نے خراسان کے اندر فرمایا۔ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رشتہ داری ہے۔ میں نے پوچھا۔ اے امیر! وہ کون سی رشتہ داری۔ کہا۔ عبداللہ بن عامر کریز نے جب خراسان فتح کیا۔ تو یزدجرد بن شہریار کی دو بیٹیاں اُس کے ہاتھ بطور غنیمت لگیں۔ اُس نے دونوں کو حضرت عثمان بن عفان کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک امام حسن اور دوسری امام حسین رضی اللہ عنہما کو دے دی۔ یہ دونوں اُن دونوں کے پاس بحالت زچگی فوت ہوئیں۔ امام حسین کی بیوی نے اس وقت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو جنا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیش بہا تحائف عطاء کیے

مقتل ابی مخنف:

وَكَانَ يَبْعَثُ إِلَيْهِ فِي كُلِّ سَنَةٍ أَلْفَ

اَلْفِ دِیْنَارٍ سِوَی الْهَدَایَا مِنْ کُلِّ صِنْفٍ۔

(مقتل ابی مخنف ص، مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہر سال دس لاکھ دینار بطور نذرانہ دیا کرتے تھے۔ یہ خطیر رقم ان تحفہ جات کے علاوہ تھی جو مختلف اقسام سے اُن کو دیئے جاتے تھے۔

لمحہ فکریہ:

حضرات قارئین! آپ نے مذکورہ حوالہ جات بغور پڑھے۔ ان میں خلیفہ وقت اور امیر وقت نے جب چاہا جس کو چاہا اور جتنا چاہا عطا کیا۔ کسی کو اس پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تقسیم پر جب ان کے اپنے بیٹے نے اعتراض کیا۔ تو انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی نسبت سے زیادہ دینے کی وضاحت فرمائی۔ اس پر عبد اللہ، خاموش ہو گئے۔ کیونکہ انہیں اس بات کا علم تھا۔ کہ بحیثیت خلیفہ ان کے والد کو اپنی صوابدید کے مطابق کسی کو کم یا زیادہ دینے کا اختیار ہے۔

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یزدجرد کی بیٹی شہر بانو اپنے خصوصی اختیار کی بنیاد پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو عطا کر دی۔ یہی وہ دوشیزہ ہیں۔ کہ جن کے بطن سے امام زین العابدین نے تولد فرمایا۔ ان کے عطا کرتے وقت کسی دوسرے صحابی یا مجاہد نے یہ اعتراض نہ کیا۔ کہ اے خلیفہ آپ شہر بانو امام حسین رضی اللہ عنہ کو کیوں دے رہے ہیں۔ آخر ہم بھی اس جہاد میں شریک تھے۔ یہ بے مثال دولت ہمیں عطا ہونا چاہیئے تھی؟

Marfat.com

اہل تشیع کے اس طرز عمل پر ہمیں سخت افسوس ہوتا ہے۔ کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کو اپنے خصوصی اختیارات سے کچھ عطا فرماتے ہیں۔ تو ان کی رگ حمیت فوراً پھڑک اٹھتی ہے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس کا موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ لیکن حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے بزدگرد کی دو بیٹیاں عطا کرنے پر کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ آخر یہ دوغلی پالیسی کیوں ؟

ان حوالہ جات کی روشنی میں یہی ثابت ہوا۔ کہ وقت کا حکمران اپنی صوابدید پر کسی کو کچھ دینے یا نہ دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ اس اختیار کو استعمال کرنے پر کسی کو مورد الزام ٹھہرانا ہرگز ہرگز درست نہیں ہے۔

امید ہے۔ کہ ان حوالہ جات کو پڑھ کر ایک منصف مزاج کبھی بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر اس قسم کے اعتراضات کرنے کی اجازت نہ دے گا۔ اور نہ ہی خود اس کے ذہن میں اس بارے میں کوئی الزام آئے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

جواب دوم

حضرت عثمان غنی نے لوگوں کے بے جا شکوہ پر بھی دیئے ہوئے عطیات واپس لے لیے

شیعہ معترضین نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا۔ کہ انہوں نے عبد اللہ بن سعد اور عبد اللہ بن خالد کو بے جا نوازا۔ اور اس سلسلہ میں تاریخ طبری اور تاریخ کامل کے دو حوالہ جات پیش کیے۔ لیکن معترض نے اپنی دیرینہ روش کے مطابق ان دونوں کتب کی پوری عبارات ذکر نہ کیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اس کا مقصد حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ ان کتابوں کی مکمل عبارات، ہم درج ذیل کر رہے ہیں۔ تاکہ ان کے مطالعہ سے ہر قاری جان سکے۔ کہ حقیقت حال کیا تھی۔ اور معترض نے اُسے کس طرح پیش کیا؟

تاریخ طبری کی پہلی مکمل عبارت:

قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكَ غَدًا اَفْرِيْقِيَّةَ فَلَكَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ خُمُسُ الْخُمُسِ مِنَ الْغَنِيْمَةِ نَفْلًا ...... وَفَتَحَ اَفْرِيْقِيَّةَ سَهْلَهَا وَجَبَلَهَا ثُمَّ اجْتَمَعُوْا عَلَى الْاِسْلَامِ وَحَسُنَتْ

طَاعَتُهُمْ وَقَسَّمَ عَبْدُ اللهِ مَا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِمْ عَلَى الْجُنْدِ وَأَخَذَ خُمُسَ الْخُمُسِ وَبَعَثَ بِأَرْبَعَةِ أَخْمَاسٍ إِلَى عُثْمَانَ مَعَ ابْنِ وَثِيمَةَ النَّصْرِيِّ وَضَرَبَ فُسْطَاطًا فِي مَوْضِعِ الْقَيْرَوَانِ وَقَدِمَ وَفْدًا فَشَكَوْا عَبْدَ اللهِ فِيمَا أَخَذَ فَقَالَ لَهُمْ إِنِّي نَفَلْتُهُ وَكَذٰلِكَ كَانَ يُصْنَعُ وَقَدْ أَمَرْتُ لَهُ بِذٰلِكَ وَذَاكَ إِلَيْكُمُ الْآنَ فَإِنْ رَضِيتُمْ فَقَدْ جَازَ وَإِنْ سَخِطْتُمْ فَهُوَ رَدٌّ قَالُوا فَإِنَّا نُسْخِطُهُ قَالَ فَهُوَ رَدٌّ وَكَتَبَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بِرَدِّ ذٰلِكَ وَاسْتِصْلَاحِهِمْ قَالُوا فَاعْزِلْهُ عَنَّا فَإِنَّا لَا نُرِيدُ أَنْ يَتَأَمَّرَ عَلَيْنَا وَقَدْ وَقَعَ مَا وَقَعَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنِ اسْتَخْلِفْ عَلَى إِفْرِيقِيَّةَ رَجُلًا مِمَّنْ تَرْضَى وَيَرْضَوْنَ وَاقْسِمِ الْخُمُسَ الَّذِي كُنْتُ نَفَلْتُكَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَإِنَّهُمْ قَدْ سَخِطُوا النَّفَلَ فَفَعَلَ وَرَجَعَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعْدٍ إِلَى مِصْرَ۔

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۴۹ تحت ۲۷ھ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد سے فرمایا۔ کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کسی وقت افریقہ کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ تو وہاں سے جتنا مال اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بطور غنیمت عطاء فرمائے گا۔ اس میں سے بطور انعام تجھے پانچویں حصہ میں سے ایک حصہ دیا جائے گا۔.......

عبداللہ بن سعد نے افریقہ کے آسان اور مشکل مقامات کو فتح کر لیا۔ اس کے باشندوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور خوب قبول کیا۔ عبداللہ بن سعد نے حاصل کردہ مال غنیمت کو مسلمان مجاہدین کے درمیان تقسیم کیا۔ اور پانچویں حصہ میں سے ایک حصہ اپنے لیے رکھ لیا۔ باقی ماندہ چار حصے (۴/۵) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیئے یہ مال غنیمت ابن وثیمہ نصری لے کر آئے۔ مقام قیروان پر خیمہ لگایا۔ اور ایک وفد تشکیل دیا۔ ان لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ کہ عبداللہ نے اتنا کثیر مال خود رکھ لیا ہے۔ ان لوگوں کو حضرت عثمان نے جواب دیا۔ کہ عبداللہ نے جو کچھ رکھا وہ میرے انعام دینے کے طور پر رکھا ہے۔ ورنہ وہ تو پہلے کی طرح ہر ایک کو برابر دیتے۔ ایسا کرنے کا میں نے ہی اُسے حکم دیا تھا۔ اب یہ معاملہ تمہارے اختیار میں ہے۔ اگر تم راضی ہو۔ تو بہتر ورنہ وہ واپس کر دے گا۔ لوگوں نے کہا۔ ہم اس پر ناراض ہیں۔ فرمایا۔ وہ واپس ہو جائے گا۔ حضرت عثمان نے عبداللہ کو لکھا۔ کہ لیا گیا مال غنیمت واپس کر دو۔ اور لوگوں کی خیر خواہی کی کوشش کرو۔ لوگوں نے پھر کہا۔ کہ ہم اس کی معزولی چاہتے ہیں۔ ہمیں یہ برداشت نہیں کہ وہ ہم پر بطور امیر مقرر رہے۔ ہو چکا جو ہو چکا ہے حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ کو لکھا۔ کہ تم افریقہ پر کسی ایسے آدمی کو اپنا جانشین مقرر کر دو۔ جسے تم اور تمہارے ساتھی پسند کرتے ہوں۔ اور جو تمہارے پاس ۱/۵ حصہ مال غنیمت ہے۔ اس کو فی سبیل اللہ تقسیم کر دو۔ کیونکہ لوگوں نے اس انعام کو ناراضگی کی نظر سے دیکھا ہے اس پیغام کو سن کر عبداللہ نے اس کی تعمیل کی۔ اور عبداللہ بن سعد مصر واپس آگئے۔

قارئین کرام! یہ تھے وہ واقعات و حالات کہ جن کی بنا پر حضرت عثمان کو مورد الزام بنایا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ عبداللہ بن سعد نے از خود وہ مال غنیمت نہ رکھا۔ بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں بطور انعام دینے کا وعدہ کیا تھا۔ نہ اس میں اقربا پروری تھی۔ اور نہ کسی کو ناجائز نوازنا؟ افریقہ ایسی عظیم مملکت کے فتح کرنے پر بطور انعام یہ سب کچھ ملا۔ کروڑوں روپوں کی مالیت کا سامان بطور مال غنیمت اسی عبداللہ نے افریقہ سے حضرت عثمان کے پاس بھیجا۔ ہزاروں باشندے اسی کوشش سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اتنی بڑی کامیابی کے بعد جب لوگوں نے اس انعام کو بھی اس کے پاس رہنے دینے کو پسند نہ کیا۔ تو حضرت عثمان کے کہنے پر عبداللہ نے وہ سارا مال فی سبیل اللہ خرچ کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ اپنی گورنری بھی چھوڑ دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں اقربا پروری کا دُور دُور تک نام و نشان نہ تھا۔ اور آپ انتہا درجہ کے عادل اور دانش مند تھے۔ اُدھر عبداللہ بن سعد کی اطاعت خلوص اور قربانی کو دیکھیں۔ کہ وہ کس قدر عظیم تھی۔ اسی طرح مروان اور عبداللہ بن خالد کے سلسلہ میں حضرت عثمان کو مطعون قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ کیونکہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ خلیفہ کو اپنی صوابدید کے مطابق جس کو وہ چاہے جتنا چاہے دے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ طبقات ابن سعد

Marfat.com

میں ایک واقعہ مذکور ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب عبداللہ بن عامر کو عطیات دینے کی ذمہ داری سونپی۔ تو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تین ہزار درہم بھیجے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا۔ تو انہوں نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ کہ تم نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو اتنی قلیل رقم کیوں دی۔

طبقات ابن سعد:

فَقَالَ لِابْنِ عَامِرٍ قَبَّحَ اللّٰهُ رَأْيَكَ اَتُرْسِلُ اِلٰى عَلِيٍّ بِثَلَاثَةِ اٰلَافِ دِرْهَمٍ قَالَ كَرِهْتُ اَنْ اُغْرِقَ وَلَمْ اَدْرِ مَا رَأْيُكَ؟ قَالَ فَاَغْرِقْ قَالَ فَبَعَثَ اِلَيْهِ بِعِشْرِيْنَ اَلْفِ دِرْهَمٍ وَمَا يَتْبَعُهَا قَالَ فَرَاحَ عَلِيٌّ اِلَى الْمَسْجِدِ فَانْتَهٰى اِلٰى حَلْقَتِهٖ وَهُمْ يَتَذَاكَرُوْنَ صِلَةَ ابْنِ عَامِرٍ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ عَلِيٌّ هُوَ سَيِّدُ فِتْيَانِ قُرَيْشٍ غَيْرُ مُدَافِعٍ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۴۷
ذکر عبداللہ بن عامر۔
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب عبداللہ بن عامر کو حکم

Marfat.com

دیا۔ کہ اہل مدینہ میں عطیات تقسیم کرو۔ تو اس پر عمل پیرا ہو کر عبداللہ نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو تین ہزار درہم بھجوائے۔ جب اس کا علم حضرت عثمان کو ہوا۔ تو فرمایا۔ عبداللہ! تجھے خدا پوچھے۔ کیا تو نے حضرت علی المرتضٰے کو صرف تین ہزار درہم دیئے ہیں؟ کہا۔ میں نے اس لیے یہ تھوڑی رقم انہیں دی۔ کہ زیادہ رقم کہیں انہیں لے نہ ڈوبے۔ اور مجھے آپ کی رائے کا بھی علم نہ تھا۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔ انہیں دراہم میں ڈبو دو۔ اس پر عبداللہ نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے ہاں بیس ہزار درہم بھجوائے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی تحائف بھیجے۔ کہا۔ کہ پھر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھے ابن عامر کی بخششوں کا تذکرہ کر رہے ہیں آپ ان کے قریب گئے۔ اور فرمایا۔ عبداللہ بن عامر تو قریشی نوجوانوں کا سردار ہے۔ ان کی بات کی مزاحمت نہیں کرنی چاہیئے۔

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صرف اپنوں کو ہی نہیں نوازا بلکہ دوسروں کو بھی خطیر انعامات سے نوازتے تھے۔ حضرت عثمان کے کہنے پر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو بیس ہزار درہم دیئے گئے۔ لیکن کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس سے بھی وہی اصل قاعدہ نکلا۔ کہ خلیفہ وقت کو کسی کے دینے یا نہ دینے کا پورا پورا اختیار ہے۔ اب ہم آپ کو شیعہ معترض کی دوسری عبارت کی خیانت کی طرف لے چلتے ہیں۔ پہلی عبارت کی طرح اس عبارت میں بھی صرف اپنے مقصد کی بات ذکر کر دی۔ اگر تمام عبارت ذکر کر دی جاتی۔ تو جو کچھ معترض ثابت کرنا چاہتا تھا۔ وہ ثابت نہ ہو سکتا۔ پوری عبارت یوں ہے۔

اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو

Marfat.com

طبری کی دوسری مکمل عبارت:

وَرَاَیْتُ اَنَّ ذٰلِکَ لِیْ فَاِنْ رَاَیْتُمْ ذٰلِکَ خَطَاءً فَرُدُّوْہُ فَاَمْرِیْ لِاَمْرِکُمْ تَبَعٌ قَالُوْا اَصَبْتَ وَ اَحْسَنْتَ قَالُوْا اَعْطَیْتَ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ خَالِدِ بْنِ اُسَیْدٍ وَمَرْوَانَ وَکَانُوْا یَزْعُمُوْنَ اَنَّہٗ اَعْطٰی مَرْوَانَ خَمْسَۃَ عَشَرَ اَلْفًا وَابْنَ اُسَیْدٍ خَمْسِیْنَ اَلْفًا فَرَدُّوْا مِنْہُمَا ذٰلِکَ فَرَضُوْا وَقَبِلُوْا وَخَرَجُوْا رَاضِیْنَ۔

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۱۰۱ تحت ۳۵ھ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

(چند لوگوں نے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں چند لوگوں کو عطیات و انعامات دینے پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ میری رائے میں ایسا کرنا درست ہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ ایسا کرنا غلط تھا۔ تو تم اس کو قبول نہ کرو۔ اور وہ مال واپس لے لو۔ میں تمہاری رائے کی پابندی کرتا ہوں یہ سن کر ان لوگوں نے کہا۔ کہ آپ نے درست اور خوب فرمایا ہے۔ پھر لوگ کہنے لگے۔ آپ نے مروان اور عبداللہ بن خالد کو بہت کچھ دیا ہے ان لوگوں کا خیال تھا۔ کہ حضرت عثمان نے مروان کو پندرہ ہزار درہم اور عبداللہ بن اسید کو پچاس ہزار درہم دیئے ہیں۔ لوگوں نے حضرت عثمان

Marfat.com

کے حکم سے ان دونوں سے خطیر رقم واپس لے لی۔ اس سے وہ لوگ راضی ہو گئے۔ اور راضی خوشی وہاں سے واپس ہوئے۔

عبارت مذکورہ کے ترجمہ سے آپ نے دیکھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کونسی غلطی کی۔ اور کونسا جرم کیا تھا۔ کہ جس کی بنا پر آپ پر الزام لگایا جا رہا ہے۔ اوّل تو یہ بات واضح ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ میں نے جو کچھ کیا۔ وہ درست سمجھ کر کیا۔ اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ تو چلو وہ مال واپس کر لیتے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں کے کہنے پر آپ نے وہ مال واپس لے لیا۔ جس سے یہی اعتراض کرنے والے خوش ہو گئے۔ لیکن اگر خوشی نہ ہوئی۔ تو ان معترضین کو نہ ہوئی۔ کہتے ہیں۔ کہ ڈولی کے ساتھ میراثی رو رہے تھے۔ تو یہ بھی وہی میراثی ہیں۔

تاریخ طبری کی دونوں روایتوں کو من وعن اور مکمل طور پر ہم نے نقل کر دیا۔ دونوں عبارتوں پر نظر ڈالنے سے بات بالکل واضح ہو گئی۔ کہ اگر اہل تشیع دونوں عبارتیں مکمل ذکر کر دیتے۔ تو طعن کی کوئی صورت نہ نکل سکتی۔ اس لیے طعن کو بنانے اور گھڑنے کے لیے معترض کو خیانت سے کام لینا پڑا۔ جس کی قلعی ہم نے کھول دی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب سوم:

اس مذکورہ طعن والی روایات ضعیف ہیں

تاریخ طبری کی مذکور دونوں عبارتوں کا راوی ابومخنف لوط بن یحیٰی اور واقدی ہے۔ اسماء الرجال کی کتب میں ان دونوں کو سخت مجروح قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل تحفہ جعفریہ جلد دوم میں گزر چکی ہے۔

واقدی کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ کذّاب ہے۔ اس کے متعلق امام بخاری نے فرمایا۔ متروک ہے۔ ابو حاتم اور نسائی نے اسے بناوٹی حدیثیں بنانے والا کہا ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

واقدی کذاب اور وضاع ہے

میزان الاعتدال:

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هُوَ كَذَّابٌ يُقَلِّبُ الْاَحَادِيْثَ قَالَ ابْنُ مُعِيْنٍ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ مَرَّةً لَا يُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ قَالَ الْبُخَارِيُّ مَتْرُوْكٌ قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ وَ النَّسَائِيُّ يَضَعُ الْحَدِيْثَ۔

(۱۔ میزان الاعتدال للذہبی جلد ۳ ص ۱۱۰ ذکر محمد بن عمر بن واقدی)

(۲۔ تہذیب التہذیب لابن حجر جلد ۹ ص ۳۶۴، ۳۶۶ / تحت محمد بن عمر الواقدی)

ترجمہ

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ کہ واقدی بہت بڑا جھوٹا راوی ہے۔ احادیث کو اول بدل دیا کرتا تھا۔ ابن معین نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے اور ایک دفعہ کہا کہ اس کی بیان کردہ حدیث کتابت کے قابل نہیں ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے کہا۔ واقدی متروک الحدیث ہے۔ اور ابو حاتم و نسائی نے اسے من گھڑت حدیثوں والا کہا۔

ابو مخنف لوط بن یحیی شیعہ ہے۔ اور غیر معتبر راوی ہے

میزان الاعتدال:

لُوْطُ بْنُ يَحْيٰى اَبُوْ مَخْنَفٍ اَخْبَارِيٌّ لَا يُوْثَقُ بِهٖ .... وَتَرَكَهٗ اَبُوْحَاتِمٍ وَغَيْرُهٗ؛ قَالَ الدَّارُ قُطْنِيْ ضَعِيْفٌ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ مُعِيْنٍ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ مُرَّةً لَيْسَ بِشَيْءٍ قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ شِيْعِيٌّ مُحْتَرِقٌ صَاحِبُ اَخْبَارِهِمْ۔

(۱۔ میزان الاعتدال للذہبی جلد ۳ ص ۳۶۰ ذکر لوط بن یحیی۔ مطبوعہ مصر طبع جدید)

(۲۔ لسان المیزان لابن حجر جلد ۴ صفحہ نمبر ۴۹۲۔ تحت لوط بن یحیی مطبوعہ بیروت طبع جدید۔

ترجمہ: لوط بن یحیی ابو مخنف قصہ گو اور اخباری آدمی ہے۔ اس کا کوئی

Marfat.com

وثوق نہیں۔ ابو حاتم وغیرہ نے اس کو ترک کر دیا۔ دار قطنی نے اسے ضعیف کیا۔ یحییٰ بن معین نے اسے غیر ثقہ فرمایا۔ اور مُرّۃ کہتے ہیں۔ یہ کچھ بھی نہیں ابن عدی اسے متعصب شیعہ کہتے ہیں کیونکہ وہ اہل تشیع کی خبروں کا مرکز تھا۔

یہ تھا اس پہاڑ کا اصل کہ جس کو مضبوط سمجھ کر معترض نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشا تھا۔ راوی ہی قابل گرفت نکلا۔ تو ایسی روایت کا کیا مقام و مرتبہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس سے کسی پر الزام دھرا جا سکے۔ ہاں وہ معترض کا چونکہ مذہبی اور نسبی یار دوست ہے۔ اس لیے اندھے کو اچھالا گا۔ اور ایک اندھا دوسرے اندھے کے سہارے حضرت عثمان کی ذات پر اعتراض کرنے چل پڑا۔ خوب دوستی نبھائی۔ اور خوب جوڑی خدا نے ملائی۔

کیا واقعی خمس کا پانچواں حصہ حضرت عبداللہ بن سعد نے اپنے لیے رکھ لیا تھا؟

مذکور طعن میں جس اہم واقعہ کو مرکزی حیثیت دی گئی۔ وہ یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل عبداللہ بن سعد کو افریقہ کی فتح کے بعد مال غنیمت کے خمس کا خمس بطور انعام دیا تھا۔ کیا یہ درست ہے؟ معترض اگر انصاف پسند ہوتا۔ (جس کی توقع نہیں کی جا سکتی) تو کم از کم اپنی کتب تاریخ کا ہی مطالعہ کر لیتا ہوتا۔ ان کی تاریخی کتب میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:

آنگاہ جرجیر کس نزد عبداللہ بن سعد بن ابی سرح فرستاد و خواستگار

مصالحت و مسالمت گشت بشرطیکہ دو ہزار پانصد و بیست ہزار دینار کہ دریں زمان عبارت از پنج کرور و بیست ہزار تومان است تسلیم دارد عبداللہ ایں سخن از روئے پذیرفت و براں گونہ وثیقت بنوشت و آں خراج بستند و آنچہ از غنیمت بدست کردہ بود بر لشکر قسمت کرد ہر سوار را سہ ہزار درہم و ہر پیادہ را ہزار درہم بہرہ رسید آنگاہ خمس غنائم را با خراج افریقیہ بصحبت عبداللہ بن زبیر بنزدیک عثمان فرستاد۔ و خود بجانب مصر مراجعت نمود۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲
ص ۱۲۷ حرب العبادلہ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

افریقیہ کی فتح کے بعد اس کے حکمران جبر جبیر نے ایک شخص کو عبداللہ بن سعد کی خدمت میں بھیجا۔ تاکہ باہم مصالحت کی گفتگو طے ہو سکے۔ اور صلح کے لیے اس نے بیس لاکھ پچیس ہزار دینار دینا شرط قرار دیئے جو اس دور کے پانچ کروڑ بیس ہزار تومان کے برابر تھے۔ عبداللہ بن سعد نے یہ شرط منظور کر لی۔ اور اس کی باقاعدہ تحریر ہوئی۔ اور افریقہ کے لوگوں پر خراج بھی مقرر کیا۔ افریقہ کی فتح پر وہاں سے جو مال غنیمت ہاتھ آیا۔ عبداللہ نے اُس کو لشکر پر تقسیم کر دیا۔ ہر ایک سوار کو تین ہزار درہم اور پیدل کو ایک ہزار درہم حصہ میں آئے۔ اس کے بعد مال غنیمت کا پانچواں حصہ بمعہ خراج عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ عبداللہ بن سعد نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ اور پھر عبداللہ

Marfat.com

بجانب مصر واپس چلا گیا۔

اہل تشیع کی قابل اعتبار اور تمام کتب تاریخ سے زیادہ تحقیق و تفصیل والی کتاب سے یہ ثابت ہوا۔ کہ عبداللہ بن سعد نے مال غنیمت کے پانچویں حصہ میں سے اپنے لیے کچھ بھی نہیں رکھا۔ بلکہ سارے کا سارا حضرت عثمان کے ہاں بھیج دیا۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بدخواہ اس کو ساتویں زمین کے نیچے سے نکال لانے کی کوشش کرتے۔ کیونکہ ان کا مقصد ہی حضرت عثمان کو بدنام کرنا ہے۔ جب ان تاریخ دانوں کو (باوجود مخالفت کے) کوئی ایسا ثبوت نہ مل سکا۔ تو بعد میں آنے والے اپنا سر کس لیے پیٹ رہے ہیں۔ اور ان کے سینوں میں چھریاں کیوں چل رہی ہیں۔ امید ہے کہ ایک انصاف پسند اور حقیقت کا متلاشی اس بحث سے یہی نتیجہ اخذ کرے گا۔ کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان واہی تباہی الزامات و اعتراضات سے بری تھے۔ اللہ تعالیٰ سب کو راہ ہدایت پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض ذہنوں میں اس بحث کے دوران یہ وہم و شبہ بار بار آتا ہے۔ کہ چلو مان لیا۔ کہ حضرت عثمان نے عبداللہ بن سعد، مروان اور ابن اسید کو بہت سے انعامات سے نوازا۔ لیکن اس کی کچھ وجوہات تھیں۔ اس کے برخلاف ایسے لوگوں کو بھی انہوں نے نوازا۔ جن کے لیے کوئی معقول بہانہ نہیں مل سکتا۔ کیونکہ نہ تو وہ کسی قسم کے عہدہ پر فائز تھے۔ اور نہ ہی اسلامی حکومت میں ان کی خدمات تھیں۔ ان لوگوں پر انعام و اکرام کی بارش کرنا دراصل بیت المال کا غلط استعمال ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا۔؟

Marfat.com

ہم اس وہم وشبہ کا ازالہ اس طرح کرتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف یہی فرض کر لینا کہ آپ نے جس کو بھی دیا۔ بیت المال سے ہی دیا۔ کوئی حقیقت پسندی نہیں یہ اس وقت ہوتا کہ آپ ذاتی طور پر صاحب ثروت اور مال دار نہ ہوتے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے دور کی مالی طور پر عظیم شخصیت تھی۔ اللہ نے انہیں اس قدر مالی وسعت عطا فرمائی تھی۔ کہ روزانہ ہزاروں درہم خرچ کرنے پر بھی ان کو کوئی فرق نہ پڑتا۔ اسی سخاوت اور مالی پختگی کی بنا پر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے "غنی" کا لقب عطا ہوا۔ اپنوں بیگانوں پر بلا امتیاز خرچ کرنا آپ کا معمول تھا۔ بیت المال سے لینا تو درکنار آپ نے تو بیت المال کو دیا۔ غزوۂ تبوک کا واقعہ شاہد ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب پر یہی عثمان تھے۔ کہ جنہوں نے تین سو اونٹ بمعہ جنگی ساز و سامان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ علاوہ ازیں ایک ہزار مثقال سونا بھی عطا کیا۔ اتنی بڑی مالی مدد کے وقت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا۔ لَا یَضُرُّ عُثْمَانَ بِمَالٍ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا۔ یعنی اتنی بڑی مالی قربانی کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ عبارت شیعوں کو مشہور کتاب روضۃ الصفار جلد ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ لکھنؤ قدیم پر سے لی گئی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نوازشات خود ان کے خاندان پر بھی تھیں لہذا معترض کا یہ کہنا کہ آپ نے سب کو بیت المال سے دے کر بیت المال کا ناحق تصرف کیا۔ غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور پھر اس پر تاریخ طبری کا حوالہ پیش کرنا اور بھی بڑی حماقت ہے۔

تاریخ طبری میں اس کی تردید ان الفاظ سے مذکور ہے۔

Marfat.com

تاریخ طبری:

قَالُوْا اِنِّیْ اُحِبُّ اَهْلَ بَیْتِیْ وَ اُعْطِیْهِمْ فَاَمَّا حُبِّیْ فَاِنَّهٗ لَمْ یَمِلْ مَعَهُمْ عَلٰی جَوْرٍ بَلْ اَحْمِلُ الْحُقُوْقَ عَلَیْهِمْ وَ اَمَّا اَعْطَاؤُهُمْ فَاِنِّیْ مَا اُعْطِیْهِمْ مِنْ مَالِیْ وَلَا اَسْتَحِلُّ اَمْوَالَ الْمُسْلِمِیْنَ لِنَفْسِیْ وَلَا لِاَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَ لَقَدْ كُنْتُ اُعْطِی الْعَطِیَّةَ الْكَبِیْرَةَ الرَّغِیْبَةَ مِنْ صُلْبِ مَالِیْ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۱۰۳
تحت ۳۵ھ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ

لوگ کہتے ہیں۔ کہ میں اپنے اہل بیت سے محبت کرتا ہوں۔ اور انہیں بہت کچھ دیتا ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میری ان سے محبت مجھے کسی قسم کے ظلم پر نہیں ابھار سکتی۔ میں تو اس محبت کو ان کے حقوق ادا کرنے پر استعمال کرتا ہوں۔ رہا یہ معاملہ کہ میں ان کو مالی مدد دیتا ہوں تو اس سلسلہ میں حقیقت یہ ہے۔ کہ میں نے انہیں جو کچھ بھی دیا ہے۔ وہ محض اپنے ذاتی مال سے دیا ہے۔ میں بیت المال کا خزانہ جو

دراصل تمام امت مسلمہ کا مال ہے۔ اُسے نہ تو اپنے لیے اور نہ ہی کسی دوسرے کے لیے حلال کرنے والا ہوں۔ میری یہ دیرینہ عادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور سے ہی چلی آ رہی ہے کہ بڑے بڑے قیمتی عطیہ جات اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں۔

تاریخ طبری:

اَمَا وَاللّٰهِ مَا اٰكُلُهٗ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلٰكِنِّيْ اٰكُلُهٗ مِنْ مَالِيْ اَنْتَ تَعْلَمُ اِنِّيْ كُنْتُ اَكْثَرَ قُرَيْشٍ مَالًا وَاَجَدَّهُمْ فِي التِّجَارَةِ وَلَمْ اَزَلْ اٰكُلُ مِنَ الطَّعَامِ مَا لَانَ مِنْهُ وَقَدْ بَلَغْتُ سِنًّا فَاَحَبُّ الطَّعَامِ اِلَيَّ اَلْيَنُهٗ وَلَا اَعْلَمُ لِاَحَدٍ عَلَيَّ فِيْ ذٰلِكَ تَبِعَةً۔

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۱۳۶ تحت ۳۵ھ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

(جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر بیت المال کے لیے جا خرچ کرنے کا اعتراض ہوا۔ تو فرمایا۔) خدا کی قسم! میں مسلمانوں کے مال (بیت المال) سے نہیں کھاتا۔ میں تو صرف اپنے ذاتی مال کو استعمال کرتا ہوں

Marfat.com

تم جانتے ہی ہو۔ کہ میں قریش میں سے سب سے زیادہ مالدار تھا۔ اور تجارت میں ان سے زیادہ دسترس تھی۔ (اے عمرو بن امیہ ضرمی) تمہیں یہ بھی بخوبی علم ہے۔ میں ہمیشہ سے عمدہ خوراک کھانے کا عادی ہوں۔ اب عمر کے اس حصہ میں جبکہ بوڑھا ہو چکا ہوں۔ تب بھی نرم و عمدہ کھانا پسند کرتا ہوں۔ اور میں نہیں سمجھتا۔ کہ اس بارے میں کوئی دوسرا امیر ہمنوا ہے۔ اور اس رویہ پر کوئی اعتراض کرے گا۔

دیکھا آپ نے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات بیت المال کے معاملہ میں کس قدر محتاط تھی۔ یہ آپ کے ایثار اور ہمدردی کا زندہ ثبوت ہے۔ کہ معترض کو دوٹوک انداز میں حقیقت حال بیان فرما دی۔ لہذا معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات ان تمام اعتراضات اور الزامات سے بری ہے۔ جن کو سنیوں کی تاریخ طبری سے معترضین نے پیش کیا یہ ایک گمراہ کن کوشش ہے۔ جس کا ہم نے انسداد کر دیا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن یازدہم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے بدکردار عاملوں کی وجہ سے قتل کیے گئے

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اسلام کی وہ بیخ کنی کی۔ کہ جس کی آج تک کوئی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے اپنے زمانہ میں اپنے ہی اقارب کو مخصوص عہدے عطاء کئے۔ (جس کی تفصیل آئندہ صفحات پر آرہی ہے) اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنے داماد کو جو انتہا درجہ کا عیاش اور بددین تھا۔ اپنا میر منشی بنایا۔ جس نے ایسے جھگڑے اور فساد کی بنیاد ڈالی جو کہ آج تک ختم نہ ہو سکا۔ اور اسی کے نتیجہ میں خود عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کو بھی لوگوں نے قتل کیا۔ اور پھر بڑی ذلت و خواری کے ساتھ انہیں دفن کیا گیا۔

جس کی تفصیل یوں ہے۔ جو اہل سنت کی معتبر کتب البدایۃ والنہایہ اور تاریخ طبری میں موجود ہے:۔

Marfat.com

البدایہ والنہایۃ :۔

ترجمہ :۔

جب مصر کے لوگوں نے اپنے گورنر عبداللہ بن سرج کی شکایت کی جو کہ عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کا قریبی رشتہ دار تھا۔ کہ وہ ہم پر مظالم ڈھا رہا ہے۔ لہٰذا اس کو تبدیل کر کے اس کی جگہ محمد بن ابی بکر کو گورنر بنایا جائے۔ تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ بات مان لی۔ اور عبداللہ بن سرج کو تبدیل کر کے اس کی جگہ محمد بن ابی بکر کو وہاں کا گورنر بنا دیا۔ جب یہ لوگ محمد بن ابی بکر کو ساتھ لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا۔ تو وہ مصر کی طرف جلدی سے جا رہا تھا تو جب غور سے اُسے دیکھا۔ کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا غلام اور آپ کی اونٹنی پر سوار تھا۔ انہیں اس پر شک گزرا۔ انہوں نے اُسے پکڑا۔ اور اس کی تلاشی لی تو اس سے ایک خط نکلا۔ کہ جس میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھا تھا۔ کہ اے عبداللہ بن سرح جب یہ لوگ تیرے پاس پہنچیں۔ تو ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں قتل کر دینا۔ تو اس پر ان لوگوں کو بہت دکھ ہوا۔ لہٰذا محمد بن ابی بکر اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر بمعہ اس غلام کے واپس مدینہ منورہ لوٹ آئے اور طلحہ، زبیر، حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام کو واقعہ سنایا۔ کہ جس پر حضرت علی رضؓ اور دیگر صحابہ کرام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو وہ خط دکھایا۔ تو حضرت عثمان نے فرمایا۔ کہ یہ اونٹ اور غلام تو میرا ہے۔ لیکن میں نے نہ انہیں کوئی خط لکھا ہے اور نہ ہی مجھے کوئی علم ہے۔ اور اس کی آپ نے قسم کے ساتھ توثیق کی تو انہوں نے کہا کہ پھر یہ خط مروان نے لکھا ہے۔ لہٰذا مروان کو ہمارے حوالہ کر دو۔ تو حضرت عثمان نے مروان کو ان کے حوالے نہ کیا۔ تو ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا۔ کہ ساری

Marfat.com

شرارت مروان کی ہے۔ اور باوجود اس بات کے کہ مروان ہم سب کو قتل کروانے والا تھا۔ حضرت عثمان اس کو ہمارے حوالے اس لیے نہیں کرتے تھے کہ وہ ان کا داماد ہے۔ لہذا انہوں نے حضرت عثمان پر غضبناک ہو کر آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اور آخر کار قتل کر دیا۔

لہذا ثابت ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قتل ان کے بدکردار عاملوں کی وجہ سے ہوا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۷۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔ ذکر ثم دخلت سنۃ خمس و ثلاثین ففیہا مقتل عثمان)

جواب اوّل

حضرت عثمان غنی کی شہادت کا ذمّہ دار مروان

ہے نہیں شیعہ مذہب کا بانی ابن سبا یہودی ہے

طعن مذکورہ میں جو یہ ثابت اور باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب ان کے کارندوں کی نااہلی اور بد دیانتی وغیرہ ہے۔ یہ محض الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ بلکہ ہم وثوق سے کہتے ہیں۔ کہ یہ سب کچھ "عبداللہ بن سبا" کی شرارت کا نتیجہ تھا۔ جو مذہب شیعہ کا بانی ہے۔ فریقین کی کتب کے حوالہ جات سے ہم اس تاریخی

حقیقت پر شواہد پیش کر رہے ہیں۔ لہذا اصل عبارات (ہر دو فریق کی کتب میں سے ملاحظہ ہوں۔

ناسخ التواریخ :۔

عبد اللہ بن سبا مرد جہود بود در زمان عثمان بن عفان مسلمانی گرفت و از کتب پیشین و مصاحف سابقین را نیک دانا بود چوں مسلمان شد خلافت عثمان در خاطر او پسندیدہ نیفتاد پس در مجالس و محافل اصحاب بنشستے و قبائح اعمال و مثالب عثمان را ہر چہ توانستے باز گفتے۔ ایں خبر بعثمان بردند گفت بارے ایں جہود کیست و فرمان کرد تا ورا از مدینہ اخراج نمودند۔

عبد اللہ بمصر آمد چوں مرد عالم و دانا بود مردم بروے گرد آمدند و کلمات اورا باور داشتند گفت ہاں اے مردم مگر شنیدہ اید کہ نصاری گویند کہ عیسے علیہ السلام بدیں جہاں رجعت کند و باز آید چنانکہ در شریعت ما نیز ایں سخن استوار است چوں عیسی رجعت تواں کرد محمد کہ بیگماں فاضل تر از وست چگونہ رجعت نکند وخداوند نیز در قرآن کریم میفرماید۔ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ۔

چوں ایں سخن در خاطرہا جائے گیر ساخت گفت خداوند صد و بیست و چہار ہزار پیغمبر بدیں زمین فرد فرستاد و ہر پیغمبرے را وزیرے و خلیفتے بود چگونہ می شود پیغمبرے از جہاں برود خاصہ وقتیکہ صاحب شریعت باشد و تابعے و خلیفتے بخلق نگمارد و کارامت را مہمل بگذارد ہمانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم را علی علیہ السلام وصی و خلیفہ بود چنانکہ خود فرمود انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی ازیں میتواں دانست کہ علی علیہ السلام خلیفہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم است و عثمان ایں

Marfat.com

منصب را غصب کردہ و با خود لبستہ عمر نیز بنا حق ایں کار بشوریٰ افگند و عبد الرحمٰن ابن عوف بہوائے نفس دست بر دستِ عثمان زد و دستِ علی را کہ گرفتہ بود با او بیعت کند رہا داد۔

اکنوں برما کہ در شریعت محمد ہم واجب میکند کہ از امر بالمعروف و نہی از منکر خویشتن داری نکنیم۔ چنانکہ خدا فرماید۔ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

پس با مردم خویش گفت مارا ہنوز آں نیرو نیست کہ بتوانیم عثمان را دفع داد واجب میکند کہ چندانکہ بتوانیم عمال عثمان را کہ آتش جور و ستم را دامن ہمی زنند ضعیف داریم و قبائح اعمال ایشاں را بر عالمیان روشن سازیم و دلہائے مردم را از عثمان و عمال او بگردانیم، پس نامہ ہا نوشتند و از عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کہ امارت مصر داشت باطراف جہاں شکایت فرستادند و مردم را یکدل و یکجہت کردند کہ در مدینہ گرد آیند و بر عثمان امر بالمعروف کنند و او را از خلیفتی خلع فرمائید۔

عثمان ایں معنی را تفرس ہمیکرد و مروان بن الحکم جاسوساں بشہرہا فرستاد تا خبر باز آوردند کہ بزرگان ہر بلا در خلع عثمان ہم داستان اند لاجرم عثمان ضعیف شد و در کار خود فرو ماند۔

(۱- ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد سوم طبع جدید ص ۲۲۷-۲۲۸- طبع جدید۔ تہران

(۲- الکامل لابن اثیر جلد ۳ ص ۱۵۴ ذکر مسیر من سار الی حضرت عثمانؓ مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید)

(۳- البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۶۷-۱۶۸ ذکر سنۃ اربعون و ثلاثین مطبوعہ بیروت - طبع جدید،

Marfat.com

ترجمہ:۔

عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ حضرت عثمان غنی کی خلافت کے زمانہ میں مسلمان ہوا۔ یہ کتب سابقہ اور پرانے صحیفوں کا بہت بڑا عالم تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد حضرت عثمان کی خلافت دل کو نہ بھائی۔ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کی مجالس و محافل میں حضرت عثمان کی جہاں تک برائیاں کر سکتا کرتا تھا۔ جب یہ حالات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچے۔ تو فرمایا۔ یہ یہودی کون ہے اسے مدینہ سے نکال دیا جائے۔

(مدینہ سے نکالے جانے کے بعد) یہ یہودی مصر آگیا۔ چونکہ عالم اور خوب سمجھ دار تھا۔ اس لیے عوام نے اس کے پاس آمد و رفت شروع کر دی۔ اور اس کی باتوں کا اعتبار کرنے لگے۔ کہنے لگا۔ لوگو! کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ ہمارے پیغمبر عیسٰی علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔ جیسا کہ ہماری شریعت بھی اس کی تصدیق و توثیق کرتی ہے۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ حضرت عیسٰی سے افضل ہیں۔ دوبارہ تشریف نہ لائیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے متعلق قرآن میں فرما دیا ہے۔ "وہ بے شک وہ اللہ جس نے تجھے قرآن دیا۔ وہ تجھے ضرور اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹائے گا۔"

جب عبداللہ بن سبا کی یہ بات لوگوں کے دلوں میں جگہ کر گئی۔ کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اس زمین کی طرف بھیجے۔ اور ہر پیغمبر کا کوئی نہ کوئی وزیر اور جانشین ہوتا رہا۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک پیغمبر (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے تشریف لے جائے۔ اور اس کا کوئی خلیفہ لوگوں پر نہ رہے۔ اور اپنی امت کے معاملہ کو وہ یونہی مہمل اور بے کار چھوڑ کر چلا جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ،

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ مقرر تھے۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے "اے علی! تو میرے نزدیک اسی طرح ہے۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون تھے"، اس سے سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ عثمان نے اس منصب پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ عمر فاروق نے بھی ناحق طور پر معاملہ مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا۔ اور عبدالرحمٰن بن عوف نے محض نفسانی خواہش کے ماتحت عثمان غنی کی بیعت کی۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کے ہاتھ کو زبردستی پکڑ کر بیعت کرا کے چھوڑا۔

اب ہم پر جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت یہ بات واجب کر دیتی ہے۔ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اپنے بیگانے کی رعایت نہ کریں۔ اور اس فریضہ کو سرانجام دیں۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم بہترین امت ہو۔ جسے لوگوں میں سے نکالا گیا۔ نیکی کا حکم دیتے رہو۔ اور برائی سے روکتے رہو۔ عبداللہ بن سبا نے اپنے معتقدین سے کہا۔ اس وقت اگرچہ ہمیں اتنی ہمت اور طاقت نہیں کہ عثمان کو زبردستی خلافت سے ہٹا سکیں۔ لیکن اتنا ضرور کرنا چاہیئے کہ عثمان کے کارندوں کو ظلم و ستم کی وجہ سے کمزور کرنے کی کوشش کریں۔ اور ان کی بداعمالیاں لوگوں پر واضح کریں۔ اور عوام کے دلوں کو عثمان اور ان کے کارندوں سے برگشتہ کریں۔ لہٰذا انہوں نے مختلف رقعہ جات لکھے اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی ظلم کی فرضی داستانیں اطراف مملکت میں پھیلا دیں۔ لوگوں کو ان کی مخالفت پر متحد اور منظم کرنے کی ٹھان لی۔ تاکہ وہ اکٹھے ہو کر مدینہ آئیں۔ اور امر بالمعروف کرتے ہوئے عثمان غنی کو خلافت سے دستبردار کر دیں۔

حضرت عثمان غنی نے اس صورت حال کو جان لیا۔ مروان بن الحکم نے مختلف

شہروں کو جاسوس گھمائے۔ حتیٰ کہ وہ جاسوس یہ خبر لائے۔ کہ ہر شہر کے کھاتے پیتے لوگ حضرت عثمان کی دستبرداری چاہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عثمان کمزور پڑ گئے۔ اور اپنے کام میں عاجز آ گئے۔ (اور قتل کر دیئے گئے)

مؤرخ مرزا تقی شیعی کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا۔ کہ

۱۔ عبداللہ بن سبا کٹر یہودی تھا۔ حضرت عثمان غنی کی خلافت میں مسلمان ہوا۔ مگر در پردہ یہودی ہی رہا۔ اور یہ کہ وہ کتب سابقہ اور صحف گذشتہ کا عالم اور فاضل تھا

۲۔ سب سے پہلے رجعت کا مسئلہ اسی نے اٹھایا۔ جو کہ مذہب شیعیت کی بنیاد ہے اس مسئلہ کو عوام کے ذہن نشین بھی کرایا۔

۳۔ دوسرا مسئلہ جو اس کی ایجاد تھی وہ یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ تھے۔ لیکن اصحاب ثلاثہ نے خلافتِ رسول پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔

۴۔ مذکورہ دو عقائد اور کئی ظلم وستم کی فرضی داستانیں لوگوں میں پھیلانے کی اس نے سر توڑ کوشش کی جس کے لیے مختلف ممالک کی طرف خطوط ارسال کیے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور ان کے کارندوں کو ناکام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جس میں اُسے کامیابی ملی۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی شہید کر دیئے گئے

خلاصہ:۔

عبداللہ بن سبا ہی وہ شخص ہے۔ جس نے رجعت اور وصیِ رسول کے عقائد

Marfat.com

گھڑ کر مذہب شیعہ کی بنیاد رکھی۔ جو بظاہر مسلمان تو ہوا لیکن در پردہ یہودیت کی تکمیل کا مہرہ تھا۔ روضۃ الصفا اور فرق شیعہ ایسی معتبر کتب میں اس کو بہت وضاحت سے لکھا گیا ہے۔ مذہب اسلام کو پارہ پارہ کرنے اور اپنے مذموم ارادوں کو مکمل کرنے کے لیے اس نے شیعہ مذہب کی بنیاد ڈالی۔ جونہی قدم جمانے کا موقعہ ملا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کروا دیا۔ اس طرح دشمنِ اسلام نے اسلام میں فساد کا دروازہ کھولا۔ جو آج تک بند نہ ہو سکا۔

حضرت عثمان غنی رض اور ان کے عمال کے خلاف سبائی تحریک اور اس کا انسداد

الکامل لابن اثیر:۔

وَ بَعَثَ دُعَاتَهٗ وَكَاتَبَ مَنِ اسْتَفْسَدَ فِي الْاَمْصَارِ وَكَاتَبُوْهُ وَ دَعَوْا فِي السِّرِّ اِلٰى مَا هُوَ عَلَيْهِ رَأْيُهُمْ وَصَارُوْا يَكْتُبُوْنَ اِلَى الْاَمْصَارِ كُتُبًا يَضَعُوْنَهَا فِيْ عَيْبِ وُلَاتِهِمْ وَ يَكْتُبُ اَهْلُ كُلِّ مِصْرٍ مِّنْهُمْ اِلٰى مِصْرٍ اٰخَرَ بِمَا يَصْنَعُوْنَ حَتّٰى تَنَاوَلُوْا بِذٰلِكَ الْمَدِيْنَةَ وَ اَوْسَعُوْا بِذٰلِكَ الْاَرْضَ اِذَاعَةً فَيَقُوْلُ اَهْلُ كُلِّ مِصْرٍ اِنَّا لَفِيْ عَافِيَةٍ مِّمَّا ابْتُلِيَ بِهٖ هٰؤُلَاۤءِ اِلَّا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَاِنَّهُمْ

جَآءَهُمْ ذٰلِكَ عَنْ جَمِيْعِ الْاَمْصَارِ فَقَالُوْا اِنَّا
لَفِيْ عَافِيَةٍ مِمَّا فِيْهِ النَّاسُ فَاَتَوْا
عُثْمَانَ فَقَالُوْا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَاتِيْكَ
عَنِ النَّاسِ الَّذِيْ يَاتِيْنَا فَقَالَ مَا جَآءَ اِلَّا
السَّلَامَةُ وَ اَنْتُمْ شُرَكَآئِيْ وَشُهُوْدُ الْمُؤْمِنِيْنَ
فَاَشِيْرُوْا عَلَيَّ فَقَالُوْا نُشِيْرُ عَلَيْكَ اَنْ
تَبْعَثَ رِجَالًا مِمَّنْ تَثِقُ بِهِمْ اِلَى الْاَمْصَارِ
حَتّٰى يَرْجِعُوْا اِلَيْكَ بِاَخْبَارِهِمْ فَدَعَا مُحَمَّدَ
بْنَ مَسْلَمَةَ فَاَرْسَلَهُ اِلَى الْكُوْفَةِ وَ اَرْسَلَ
اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ اِلَى الْبَصْرَةِ وَ اَرْسَلَ عَمَّارَ
ابْنَ يَاسِرٍ اِلٰى مِصْرٍ وَ اَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰهِ
ابْنَ عُمَرَ اِلَى الشَّامِ وَ فَرَّقَ رِجَالًا سِوَاهُمْ
فَرَجَعُوْا جَمِيْعًا قَبْلَ عَمَّارٍ فَقَالُوْا مَا
اَنْكَرْنَا شَيْئًا اَيُّهَا النَّاسُ وَلَا
اَنْكَرَهُ اَعْلَامُ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا عَوَامُّهُمْ
وَ تَاَخَّرَ عَمَّارٌ حَتّٰى ظَنُّوْا اَنَّهُ قَدْ
اُغْتِيْلَ فَوَصَلَ كِتَابٌ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ
ابْنِ اَبِيْ سَرْحٍ يَذْكُرُ اَنَّ عَمَّارًا قَدِ
اسْتَمَالَهُ قَوْمٌ وَ انْقَطَعُوْا اِلَيْهِ
مِنْهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ السَّوْدَا وَخَالِدُ
بْنُ مُلْجَمٍ وَ سَوْدَانُ بْنُ حَمْدَانَ

Marfat.com

وَكِنَانَةُ بْنُ بِشْرٍ فَكَتَبَ عُثْمَانُ اِلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّيْ اٰخِذُ عُمَّالِيْ بِمُوَافَاتِيْ كُلَّ مَوْسِمٍ وَقَدْ رَفَعَ اِلَيَّ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ اَنَّ اَقْوَامًا يُشْتَمُوْنَ وَيُضْرَبُوْنَ فَمَنِ ادَّعٰى شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَلْيُوَافِ الْمَوْسَمَ يَاْخُذُ حَقَّهٗ حَيْثُ كَانَ مِنِّيْ اَوْ مِنْ عُمَّالِيْ اَوْ تَصَدَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ فَلَمَّا قُرِئَ فِي الْاَمْصَارِ بَكَى النَّاسُ وَدَعَوْا لِعُثْمَانَ۔

(۱-۱- الکامل لابن اثیر جلد ۳ ص ۱۵۴-۱۵۵
ذکر مسیر من سار الی حصر
عثمان

(۲- تاریخ طبری - جلد ۵ ص ۹۸
ذکر سن ۲۵ھ)

ترجمہ:۔

عبداللہ بن سبا نے مصر سے اپنے مبلغین مختلف شہروں کی طرف روانہ کر دیے۔ اور اطراف مملکت میں بسنے والے اپنے ہم نواؤں سے رابطہ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے لیے اس کے ساتھیوں نے اپنے ہم خیال لوگوں

کی طرف من گھڑت واقعات پر مشتمل خطوط ارسال کرنے شروع کر دیئے۔ جن میں مضمون تقریبًا ایک جیسا تھا۔ وہ یہ کہ عثمان غنی کے عمال لوگوں پر ظلم و ستم کر رہے ہیں۔ ان کی ابتدا کے بعد ہر جگہ کے لوگ یہ سمجھنے لگے۔ کہ ہم چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن دوسرے علاقہ جات کے لوگ عمال کے ظلم و ستم میں پس رہے ہیں۔ جب اس مضمون کے خطوط مدینہ منورہ آئے۔ تو اہل مدینہ نے اس کی اطلاع عثمان غنی کو کی۔ اور پوچھا۔ کیا آپ کو بھی ان امور کی اطلاع ہے۔ جو ہم تک پہنچے ہیں۔؟

فرمایا میرے کارندوں کی طرف سے تو اچھے سلوک کی خبریں آ رہی ہیں۔ بہر حال تم لوگ میرے ساتھی اور مشیر ہو۔ اور مسلمانوں کے خیر خواہ ہو۔ مشورہ دو کیا کرنا چاہیے۔ لوگوں نے کہا۔ آپ یوں کریں۔ کہ باوثوق لوگوں کو مختلف اطراف میں روانہ فرمائیں تاکہ وہ صحیح صورت حال کی اطلاع دیں۔ آپ نے اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے محمد بن مسلمہ کو کوفہ، اسامہ بن زید کو بصرہ، عمار بن یاسر کو مصر، عبد اللہ بن عمر کو شام کی طرف روانہ فرما دیا۔ ان کے علاوہ اور بھی لوگوں کو بھیجا گیا۔ عمار رضی اللہ عنہ سے پہلے یہ سب واپس آ گئے۔ اور رپورٹ دی۔ کہ ہم نے کسی شہر میں کوئی ظلم و ستم نہیں دیکھا۔ اور نہ کسی کو شکایت کرتے پایا۔ البتہ عمار نے واپس آنے میں تاخیر کر دی تھی۔ جس کی بنا پر لوگ سمجھے کہ کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ تو اسی دوران مصر کے گورنر عبد اللہ بن ابی سرح کا ایک خط بنام حضرت عثمان غنی آیا۔ جس میں تحریر تھا۔ کہ عمار کو لوگوں نے اپنی طرف مائل کر لیا ہے۔ اور وہ ان سے مل گئے ہیں۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

عبد اللہ بن سودا۔ (یعنی عبد اللہ بن سبا) خالد بن ملجم، سودان بن حمدان، اور کنانہ بن بشر۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پھر مختلف شہروں کے باشندوں کو اس مضمون کا خط لکھا۔

امابعد! میں ہر سال حج کے موقعہ پر اپنے عمال کا محاسبہ کیا کرتا ہوں۔ اس دفعہ مدینہ کے کچھ لوگوں نے مجھے اطلاع بہم پہنچائی۔ کہ بعض عمال ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں۔ ان پر لوگوں کو اعتراض ہے۔ تو اس سلسلہ میں حکم ہے۔ کہ جس شخص کو بھی کسی عامل سے کوئی دُکھ ہوا ہو۔ اور وہ دعوی کرنا چاہتا ہو۔ تو وہ حج کے موقعہ پر آئے۔ اور اپنا حق مانگے۔ چاہے اس کا تعلق مجھ سے ہو یا میرے کسی عامل سے۔ اور اگر بخشش دینا چاہتا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ بخشنے والوں کو جزا سے نوازے گا۔ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا رقعہ مختلف شہروں میں گیا۔ اور لوگوں کے سامنے پڑھا گیا۔ تو عوام نے حضرت عثمان کو دعائیں دیں۔ اور رو دیئے۔ (کیونکہ کسی کو کوئی شکایت نہ تھی۔ (ترجمہ ختم ہوا۔)

بہر حال لوگوں کو کوئی شکایت نہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر اپنے عمال یعنی گورنروں کو طلب کیا۔ عبداللہ بن عامر، عبداللہ بن یاسر اور امیر معاویہ وغیرہ گورنر آگئے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے۔ جو واقعی عوام پر ظلم و ستم کرتا ہو۔ کیونکہ تمہارے متعلق آنے والے خطوط سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگ تمہارے ظلم کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ امیر الحق! آپ نے اس سے قبل باوثوق آدمی مختلف شہروں میں روانہ فرمائے۔ تاکہ صورت حال کا پتہ چل سکے۔ تو اُن میں سے کسی نے کوئی واقعہ ایسا نہیں بتلایا۔ کہ جس سے ان خطوط کے مضامین کی تائید ہوتی ہو۔ تمام لوگوں میں سے کسی کو کوئی شکایت نہیں۔ پھر مزید یہ کہ آپ نے فرمان جاری کر دیا تھا۔ کہ ہے کوئی فریادی۔ جس کی فریاد سنی جائے۔ ہے کوئی مظلوم جو اپنے ظلم کا بدلہ لینے پر آمادہ ہو۔ لیکن آپ کو ایک بھی پیغام یا درخواست ایسی موصول نہیں ہوئی۔ جس میں کسی گورنر کی کوئی زیادتی بیان کی گئی ہو۔ ان تمام واقعات و حالات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جو خطوط مدینہ منورہ میں آئے۔ اور ان میں

گورنروں کے ظلم وستم کو بیان کیا گیا۔ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ جھوٹا پروپیگنڈا ہے آپ اس پر کوئی کان نہ دھریں۔

عبارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ عبداللہ بن سبا، ہی وہ شخص ہے۔ کہ جس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے گورنروں کے خلاف تحریک چلائی۔ تاکہ انہیں دستبرداری پر مجبور کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلافت کی مسند پر بٹھایا جائے۔ اسی سکیم کے تحت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گورنروں کے بارے میں فرضی واقعات اور من گھڑت خطوط مختلف ممالک میں بھیجے۔ سبائیوں نے اسی تحریک کو اور آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ ایک شہر کے لوگ صرف اپنے بارے میں مطمئن تھے۔ کہ ہم ہی امن میں ہیں۔ دوسرا کوئی شہر ہماری طرح سلامتی اور امن کی زندگی بسر نہیں کر رہا ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ ان شہروں کے عاملین نے رعایا پر کیا کیا ظلم کے بازار گرم کر رکھے ہیں۔ جن کی خطوط کے ذریعہ پے در پے اطلاعات آ رہی ہیں۔

۲۔ چونکہ ہر شہر کے باسی اپنے بارے میں یہی سمجھتے تھے۔ کہ وہ بامن تھے۔ دوسرے شہر امن وامان کے مسئلہ سے دوچار رہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہر شہر میں امن تھا۔ اور ظلم وستم کی داستانیں فرضی تھیں۔

۳۔ ظلم وستم کی بذریعہ خطوط اطلاعات پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عدل وانصاف کے اعلیٰ تقاضوں کے پیش نظر فیصلہ فرمایا۔ کہ ایک فرمان جاری کیا جائے۔ جس میں واضح اعلان ہو۔ کہ اگر کسی فرد کو کسی علاقہ اور شہر کے عامل سے کوئی شکایت ہے۔ تو وہ اپنا دعویٰ پیش کر دے۔ اس کی پوری پوری دادرسی ہوگی۔ اور متعلقہ عامل سے اس کا

Marfat.com

بدلہ لیا جائے گا۔ اور اس کے لیے موسم حج کا تعین کر دیا گیا۔ تاکہ کھلے بندوں ان شکایات کا ازالہ ہو جائے۔

ایسے عظیم فرمان پر چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس شکایتوں اور درخواستوں کے انبار لگ جاتے۔ کیونکہ خطوط سے یہی نظر آرہا تھا۔ لیکن اتنی وسیع سلطنت سے کوئی ایک شکایت بھی نہ ہوئی۔ اور کسی عامل کے خلاف سچی تو کجا جھوٹی شکایت بھی موصول نہ ہوئی۔ جس سے بالکل واضح ہے۔ کہ اہل تشیع کے اس طعن کا کوئی وجود نہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عامل بدکردار تھے۔ ان کی بدعملی اور بدکرداری حضرت عثمان کی شہادت کا سبب بنی۔ بلکہ آپ کے دورِ خلافت میں مثالی عدل تھا۔ اور عوام سکھ کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

۴۔ عبداللہ بن سبا اور اس کے چیلے چانٹوں کی خفیہ سازش تھی۔ کہ ہو نہ ہو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف فضا سازگار بنائی جائے۔ ان کے مقرر کردہ عمال کی من گھڑت ظالمانہ داستانیں مشہور کر دی جائیں۔ حتیٰ کہ لوگ بدظن ہو کر ان کی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ لیکن یہ سازش پنپ نہ سکی۔ بالآخر ناکامی کی رسوائی سے بچنے کے لیے قتل کی سازش تیار ہوئی۔ اور اسی عبداللہ بن سبا نے یہ گھناؤنا فعل سرانجام دلوایا۔ مروان بن حکم کا اس معاملے میں کوئی دخل نہ تھا۔

ٿ

Marfat.com

سبائیوں نے جلیل القدر موجود صحابہ کرام کے نام سے جعلی خطوط لکھ کر لوگوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل پر ابھارا

البدایۃ والنہایۃ:۔

تَكَاتَبَ اَهْلُ مِصْرَ وَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ وَ اَهْلُ الْبَصْرَةِ وَ تَرَاسَلُوْا وَ زُوِّرَتْ كُتُبٌ عَلٰى لِسَانِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ بِالْمَدِيْنَةِ وَ عَلٰى لِسَانِ عَلِيٍّ وَ طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ يَدْعُوْنَ النَّاسَ اِلٰى قِتَالِ عُثْمَانَ وَ نَصْرِ الدِّيْنِ وَ اَنَّهٗ اَكْبَرُ الْجِهَادِ الْيَوْمَ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷، ص ۱۷۳ ذکر مجی الاحزاب الی عثمان للمرۃ الثانیہ من مصر۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔ (عبداللہ بن سبا کے پیروکار) مصری، کوفی اور بصری لوگوں نے ایک

دوسرے کو خطوط لکھے اور ان خطوط کی نسبت مدینہ منورہ میں مقیم صحابہ کرام اور حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف کر دی۔ (یعنی ان حضرات کا نام لے کر لوگوں کو اکسانے کی کوشش کی) ان خطوط کا مضمون یہ تھا۔ کہ لوگو! اٹھو اور عثمان کے خلاف صف آراء ہو جاؤ۔ اور دین کی مدد کرو۔ آج یہی جہاد اکبر ہے۔

معلوم ہوا۔ کہ خلافت عثمانی کے دور میں کسی شہر میں کوئی گڑبڑ نہ تھی۔ بلکہ عبداللہ بن سباء اور اس کے ہم خیال لوگوں نے یہ سکیم چلائی تھی۔ کہ صحابہ کرام کے نام سے مختلف شہروں میں خطوط تقسیم کیے جائیں۔ جن میں لوگوں کو یہ تاثر دیا جا رہا تھا۔ کہ حضرت عثمان کے خلاف اگرچہ عوام نہیں لیکن بڑے بڑے صحابہ کرام ان کی خلافت کو پسند نہیں کرتے۔ اور خلاف شریعت سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ان کو معزول کرنے کے لیے محاذ آرائی سے بھی اجتناب نہ کیا جائے۔ لیکن اس تمام سازش کا صحابہ کرام کو پتہ بھی نہ تھا۔ کہ ہمارے نام سے لوگوں کو خط لکھ کر اکسایا جا رہا ہے۔ جب ان خطوط کا عوام نے اثر قبول کیا۔ تو چاروں اطراف کے سبائی مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس کی تفصیل بھی البدایہ والنہایہ اور کامل ابن اثیر وغیرہ کتب میں یوں مرقوم ہے۔

الکامل فی التاریخ:۔

فَاَتَى الْمِصْرِيُّوْنَ عَلِيًّا وَّهُوَ فِىْ عَسْكَرٍ عِنْدَ اَحْجَارِ الزَّيْتِ مُتَقَلِّدًا سَيْفَهٗ وَقَدْ اَرْسَلَ اِبْنَهُ الْحَسَنَ اِلٰى عُثْمَانَ فِيْمَنِ اجْتَمَعَ اِلَيْهِ فَسَلَّمُوْا عَلَيْهِ وَعَرَضُوْا عَلَيْهِ فَصَاحَ بِهِمْ وَطَرَدَهُمْ وَقَالَ لَقَدْ عَلِمَ

Marfat.com

الصَّالِحُوْنَ اَنَّ جَيْشَ ذِي الْمَرْوَةِ وَ جَيْشَ ذِي خُشُبٍ وَالْاَعْوَصِ مَلْعُوْنُوْنَ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْصَرَفُوْا عَنْهُ وَ اَتَى الْبَصْرِيُّوْنَ طَلْحَةَ فَقَالَ لَهُمْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ كَانَ قَدْ اَرْسَلَ اِبْنَيْهِ اِلٰى عُثْمَانَ وَ اَتَى الْكُوْفِيُّوْنَ الزُّبَيْرَ فَقَالَ لَهُمْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَكَانَ قَدْ اَرْسَلَ اِبْنَهٗ عَبْدَ اللّٰهِ اِلٰى عُثْمَانَ ۔

(۱۔ الکامل فی التاریخ جلد ۳ ص ۱۵۹،
ثم دخلت سنة خمس و
ثلاثین مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید)
(۲۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۷۴،
مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید)
(۳۔ تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۰۴
مطبوعہ مصر۔ طبع جدید)

ترجمہ:۔

(ان جعلی اور فرضی خطوط کے نتیجے میں بصرہ، کوفہ اور مصر وغیرہ کے لوگ جب حضرت عثمان کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ تو ہر طرف سے تقریباً چار چار ہزار افراد پر مشتمل قافلہ ترتیب دیا گیا۔ تاکہ مدینہ منورہ پر حملہ کیا جائے۔ ان

میں عبداللہ بن سبا بھی تھا۔ انہوں نے روانگی سے قبل باہم یہ طے کرلیا۔ کہ کچھ لوگ مقام ذی خشب پر، کچھ مقام اعوص اور کچھ مقام ذی مروہ پر جمع ہوں گے۔ پھر وہاں سے اکٹھے مدینہ پر حملہ آور ہوں گے۔ چنانچہ اپنے اپنے مقرر مقام پر پہنچے۔ پھر انہوں نے اپنے اپنے آدمی مدینہ منورہ میں مقیم صحابہ کرام کے پاس بھیجے۔ تاکہ خفیہ طریقہ سے اُن کو اعتماد میں لیا جائے۔

مصری گروہ کے آدمی حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس وقت مقام "احجار زیت" میں تلوار لٹکائے کھڑے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنے بیٹے حسن کو حضرت عثمان کی طرف بھیجا۔ اوران لوگوں کے جمع ہونے کی اطلاع فراہم کرنا چاہی۔ ان نمائندوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔ اور کچھ معروضات پیش کیں۔ آپ نے ان کو ڈانٹ پلائی۔ اور باہر نکال دیا۔ اور فرمایا۔ کہ صالحین یہ جان چکے ہیں۔ کہ مقام ذی مروہ، ذی خشب اور اعوص پر اکٹھے ہونے والے لشکر ملعون ہیں۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنتی کہا۔ یہ سن کر وہ نمائندے واپس لوٹ گئے۔ بصری لشکر کے نمائندے حضرت طلحہ کے پاس آئے۔ یہاں سے بھی انہیں وہی جواب ملا۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ کوفی نمائندے حضرت زبیر کے پاس آئے۔ یہاں سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا ہی جواب ملا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو جناب عثمان کی طرف بھیجا تھا۔

(تاکہ باغیوں کی انہیں اطلاع کردی جائے۔ اوران کے متعلق آپ کا ارشاد معلوم کریں۔)

Marfat.com

حوالہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ یہ منصوبہ عبداللہ بن سبا یہودی کے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تھا۔ اور یہ بھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے سن چکے تھے۔ کہ جو لشکر مقام ذی مروہ، ذی خشب اور اعوص پر جمع ہوگا۔ وہ ملعون ہے۔ تو اس ملعون لشکر کے ہاتھوں جس کی موت آئے۔ وہ یقیناً شہید ہوگا۔ اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا یہی گروہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورِ نبوت سے دیکھ کر دی ہوئی یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ ایک برحق خلیفہ کو کہ جس کی خلافت میں کسی کو کوئی شکایت نہ تھی۔ اس سبائی لشکر نے کس طرح ظلماً شہید کیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب ابن سباء کا بناوٹی خط تھا نہ کہ مروان کی تحریر

گزشتہ حوالہ کی روشنی میں آپ معلوم کر چکے ہیں۔ کہ اس سبائی لشکر کو ہر جلیل القدر صحابی نے ملعون قرار دے کر واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ ان کے بھیجے ہوئے نمائندوں نے واپس لشکر میں پہنچ کر صورت حال بیان کی۔ لہٰذا اب ایک اور چال چلی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے مل کر سوچا۔ اتنی دور سے جس مقصد کے لیے آئے ہیں۔ ناکام واپس لوٹنا مناسب نہیں۔ چنانچہ حالات کا جائزہ لیا گیا۔ مدینہ منورہ کی اکثریت حج پر چلی گئی۔ کچھ لوگ اپنی زمینوں اور اپنے مکانات کی طرف چلے گئے۔ کیونکہ ان تمام کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ سبائی لشکر واپس چلا گیا ہے۔ لہٰذا اب خطرہ ٹل گیا ہے۔ اِدھر

یہ اطمینان تھا۔ اور اُدھر سبائی لشکر نے موقعہ دیکھا۔ کہ اب بہت کم لوگ مدینہ میں رہ گئے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے۔ مدینہ کا محاصرہ کر لیا جائے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی طے کر لیا۔ کہ اگر مدینہ میں موجود حضرت علی، طلحہ، اور زبیر رضی اللہ عنہم اس بارے میں پوچھیں گیں۔ کہ ہم نے تمہیں مدینہ سے چلے جانے کو کہہ دیا تھا۔ پھر یہ معاملہ کیا ہے؟ تو اُس کا جواب ہمارے پاس یہ ہوگا۔ کہ ہم تو واپس جا رہے تھے۔ ہم میں سے جو گروہ مصر سے آیا تھا۔ واپسی پر اُسے حضرت عثمان غنی کا ایک غلام ملا۔ جو اتفاق سے انہی کی اونٹنی پر سوار تھا۔ جب اس کو پکڑ کر تلاشی لی گئی۔ تو ایک خط نکلا۔ جس پر حضرت عثمان غنی کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اور وہ خط مصر کے گورنر عبدالرحمٰن بن ابی سرح کی طرف لکھا گیا تھا۔ مضمون یہ تھا۔ کہ یہ مصری جتھہ جونہی واپس پہنچے۔ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ ہم نے یہ رقعہ پڑھا۔ تو ہم واپس پلٹ پڑے۔ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے جب کوفیوں اور بصریوں سے پوچھا۔ تم کیوں واپس ہوئے؟ تو کہنے لگے مصری ہمارے ساتھی ہیں۔ انہوں نے مدد کے لیے پکارا۔ لہٰذا ہم بھی ان کی مدد کی خاطر واپس آگئے۔ یہ واقعات و حالات ہمارے ذہن کی اختراع نہیں۔ بلکہ اس پر تاریخی شواہد موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ:۔

قَالَ عَلِیٌّ لِاَهْلِ مِصْرٍ مَا رَدَّكُمْ بَعْدَ ذِهَابِكُمْ وَرُجُوْعِكُمْ مِنْ رَأْيِكُمْ فَقَالُوْا وَجَدْنَا مَعَ بَرِيْدٍ كِتَابًا بِقَتْلِنَا وَكَذٰلِكَ قَالَ الْبَصْرِيُّوْنَ لِطَلْحَةَ وَالْكُوْفِيُّوْنَ لِلزُّبَيْرِ وَقَالَ

Marfat.com

اَهْلُ كُلِّ مِصْرٍ اِنَّمَا جِئْنَا بِنَنْصُرَ
اَصْحَابَنَا فَقَالَ لَهُمُ الصَّحَابَةُ كَيْفَ
عَلِمْتُمْ بِذٰلِكَ مِنْ اَصْحَابِكُمْ وَقَدْ
اِفْتَرَقْتُمْ وَ صَارَ بَيْنَكُمْ مَرَاحِلُ اِنَّمَا
هٰذَا اَمْرٌ اِتَّفَقْتُمْ عَلَيْهِ فَقَالُوْا
ضَعُوْهُ عَلٰى مَا اَرَدْتُّمْ لَا حَاجَةَ
لَنَا فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ لِيَعْتَزِلَنَا وَنَحْنُ
نَعْتَزِلُهٗ يَعْنُوْنَ اَنَّهٗ اِنْ نَزَلَ عَنِ
الْخِلَافَةِ تَرَكُوْهُ اٰمِنًا۔

(البدایۃ والنہایۃ۔ جلد ۷ ص ۱۷۴
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت علی المرتضٰی رضی عنہ نے مصریوں سے پوچھا۔ جب تم واپس جا چکے تھے۔ اور تمہارے ارادے تبدیل ہو چکے تھے۔ تو پھر واپسی کیوں ہوئی؟ کہنے لگے۔ ہم نے ایک چٹھی رساں سے ایک خط پایا۔ جس میں ہمارے قتل کا حکم دیا گیا تھا۔ یہی بہانہ کوفیوں نے حضرت زبیر سے اور بصریوں نے حضرت طلحہ سے کہا۔ ہر شہر کے آدمیوں نے کہا۔ کہ ہم اپنے دوستوں کی مدد کے لیے آئے ہیں۔ اس پر حضرات صحابہ کرام نے ان سے پوچھا تمہیں اپنے ساتھیوں کی یہ خبر کیسے ملی۔ حالانکہ تم ایک دوسرے سے بہت دور جا چکے تھے۔ کئی منزلوں کی مسافت طے کر چکے تھے۔ یوں لگتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ تم نے ایک منصوبہ کے تحت کیا ہے۔ وہ بولے

Marfat.com

اچھا جو تم سمجھو۔ لیکن ہمیں اس شخص (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) سے کوئی سروکار نہیں۔ تاکہ وہ ہم سے الگ ہو جائے۔ اور ہم اس سے جدا ہو جائیں۔ ان الفاظ سے ان (سبائیوں) کا مقصد یہ تھا۔ کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ تو ہم انہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ وہ امن میں ہوں گے۔

تاریخ طبری:۔

قَالَ ثُمَّ رَجَعَ الْوَفْدُ الْمِصْرِيُّوْنَ رَاضِيْنَ فَبَيْنَا هُمْ فِي الطَّرِيْقِ إِذَا هُمْ بِرَاكِبٍ يَتَعَرَّضُ لَهُمْ ثُمَّ يُفَارِقُهُمْ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ ثُمَّ يُفَارِقُهُمْ وَ يُشَيِّعُهُمْ قَالَ قَالُوْا لَهٗ مَالَكَ إِنَّ لَكَ اَمْرًا مَا شَانُكَ قَالَ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِلٰى عَامِلِهٖ بِمِصْرَ فَفَتَّشُوْهُ فَإِذَا هُمْ بِالْكِتَابِ عَلٰى لِسَانِ عُثْمَانَ عَلَيْهِ خَاتِمُهٗ إِلٰى عَامِلِهٖ بِمِصْرَ اَنْ يُصَلِّبَهُمْ اَوْ يَقْتُلَهُمْ اَوْ يَقْطَعَ اَيْدِيَهُمْ وَ اَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ قَالَ فَاَقْبَلُوْا حَتّٰى قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ قَالَ فَاَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا اَلَمْ تَرَ

Marfat.com

إِلَى عَدُوِّ اللهِ أَنَّهُ كَتَبَ فِيهَا بِكَذَا وَكَذَا وَإِنَّ اللهَ قَدْ أَحَلَّ دَمَهُ قُمْ مَعَنَا إِلَيْهِ قَالَ وَاللهِ لَا أَقُومُ مَعَكُمْ إِلَى أَنْ قَالُوا فَلِمَ كَتَبْتَ إِلَيْنَا فَقَالَ وَاللهِ مَا كَتَبْتُ إِلَيْكُمْ كِتَابًا قَطُّ قَالَ فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ ثُمَّ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَلِهٰذَا تُقَاتِلُونَ أَوْ لِهٰذَا تَغْضَبُونَ قَالَ فَانْطَلَقَ عَلِيٌّ فَخَرَجَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى قَرْيَةٍ۔

(تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۰۷ تا ۱۰۸
مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔

مصری وفد راضی خوشی روانہ ہوا۔ دورانِ سفر راستہ میں انہیں ایک اونٹنی سوار ملا۔ یہ سوار کبھی ان کے سامنے آجاتا۔ کبھی دائیں بائیں ہو جاتا۔ کبھی ان کے پیچھے ہو لیتا۔ ان مصریوں نے اسے روک کر پوچھا۔ ہمیں دال میں کالا کالا نظر آتا ہے۔ تو کون ہے۔ اور کیا کام ہے؟ اس نے کہا۔۔ میں امیر المومنین حضرت عثمان کا قاصد ہوں۔ اور ان کے گورنر کی طرف جا رہا ہوں۔ جو اس وقت مصر میں اپنے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ ان مصریوں نے اس کی تلاشی لی۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک رقعہ نکلا۔ جس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مہر لگی تھی۔ ان کی طرف سے مصر کے گورنر کو لکھا تھا۔ کہ یہ مصری قافلہ جونہی وہاں پہنچے۔ اسے سولی چڑھا دیا جائے

Marfat.com

یا قتل کر دیا جائے۔ یا ان کے ہاتھ پاؤں برخلاف کاٹ دیئے جائیں۔ (یہ دیکھ کر) مصری واپس مدینہ لوٹ آئے۔ حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کیا آپ اللہ کے اس دشمن (حضرت عثمان) کو نہیں دیکھتے۔ کہ اس نے ہمارے متعلق یوں یوں لکھا ہے۔ یقیناً اللہ نے اس کا خون گرانا ہم پر مباح کر دیا ہے۔ اٹھیئے اور اس کی طرف ہمارے ساتھ چلیئے۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم! میں تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار نہیں۔ حتی کہ انہوں نے کہا۔ تو پھر ہماری طرف یہ کیوں لکھا گیا۔ کہنے لگے۔ اللہ کی قسم! میں نے تمہاری طرف ہرگز کوئی رقعہ نہیں لکھا۔ یہ سن کر بعض نے بعض کی طرف دیکھا۔ پھر ایک دوسرے کو کہا۔ کیا اس شخص کے لیے لڑ رہے ہو۔ کیا اس کے لیے غضب ناک ہو رہے ہو۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ وہاں سے چل دیئے۔ اور مدینہ منورہ سے باہر ایک بستی کو روانہ ہو گئے۔

مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ مصری لوگ جس خط کو لے کر واپس مدینہ لوٹے۔ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا نہ تھا۔ اور نہ ہی مروان بن الحکم کی طرف سے تھا۔ بلکہ یہ تانا بانا عبداللہ بن سبا کا بنا ہوا تھا۔

۲۔ حضرت علی المرتضٰے، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم چونکہ

اس خط کی حقیقت جان چکے تھے۔ اس لیے ان حضرات نے عبداللہ بن سبا کے پیروکاروں سے دریافت کیا۔ کہ خط تو صرف مصریوں کے ہاتھ لگا۔ دوسری طرف کے جانے والوں کو اس خط کا کیسے علم ہو گیا۔ حالانکہ یہ ایک دوسرے سے منزلوں دُور ہو چکے تھے۔ پھر اکٹھے ہی واپس لوٹے ہو۔؟ ان باتوں سے صاف ظاہر کہ حضرات صحابہ کرام سمجھ چکے تھے۔ کہ خط جناب عثمان یا مروان کا نہیں ان کی اپنی سازش ہے۔

۳۔ پھر جب ان سبائیوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ حضرت عثمان غنی اس خط کی تحریر کی بنا پر مباح الدم ہو چکے ہیں۔ تو حیدر کرار نے قسمیہ فرمایا۔ کہ میں ہرگز چلنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ کیونکہ آپ جان چکے تھے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بے قصور ہیں۔ یہ ان سبائیوں کی شرارت ہے۔

۴۔ سبائیوں کی سازش اس طرح شروع ہوئی کہ انہوں نے صحابہ کرام کی طرف سے فرضی خطوط مختلف ممالک کے باشندوں کو لکھے۔ جن میں ایک ہی بات پر زور دیا گیا وہ یہ کہ حضرت عثمان خلافت کے اہل نہیں۔ لہٰذا تم اکٹھے ہو کر مدینہ منورہ آؤ۔ تاکہ اُن سے خلافت چھینی جائے۔ لوگوں نے ان خطوط کو صحیح جانا۔ اور سبائیوں کے پروپیگنڈا میں آکر مدینہ منورہ آگئے۔ جب یہ لوگ یہاں پہنچے۔ تو حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے ملاقات کی۔ تاکہ اپنی آمد کی اطلاع کر دیں۔ یہاں معاملہ اُلٹ تھا۔ ان صحابہ کرام نے آنے والوں سے پوچھا۔ تمہارا اس طرح مسلح ہو کر آنا کس لیے ہے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اُن کو کوئی خط نہیں لکھا، تو بڑے پشیمان ہوئے۔ اور افسوس بھی ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے خطوط لکھ کر بلایا۔ اور اب صاف صاف انکار

Marfat.com

کر رہے ہیں۔ آخری حربہ کے طور پر کہا۔ اے علی! دیکھئے عثمان نے ہمارے قتل کا حکم لکھ دیا۔ یہ رقعہ ان کا غلام مصر کے گورنر کے پاس لے جا رہا تھا۔ اتفاقیہ ہم نے اسے پکڑ لیا۔ ورنہ مصر پہنچ کر ہمارا خاتمہ کر دیا جاتا۔ تو آپ نے خود خط لکھ کر بلایا۔ اور عثمان نے قتل کا حکم صادر کر دیا ہے۔ اب آپ اٹھیں۔ اور ہمارے ساتھ چلیں۔ تاکہ حضرت عثمان کو دستبردار کر سکیں۔ اور اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کس نے تمہیں خطوط لکھے۔ خدا کی قسم! میں نے تمہیں ایک بھی خط نہیں لکھا۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس سے ان سبائیوں نے یہ سنا۔ تو ششدر رہ گئے۔ اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اور کہنے لگے۔ اچھا یہ ہے وہ معاملہ کہ جس کی خاطر تم لڑنے آئے ہو۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ سب خطوط عبداللہ بن سبا، اور اس کے کارندوں کے لکھے ہوئے تھے۔ انہی خطوط میں ایک خط یہ بھی تھا۔ جو مصریوں کے واپس آنے کا بہانہ بنا۔ اس خط کو نہ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا۔ اور نہ ہی مروان بن حکم کی یہ تحریر تھی۔ اس پر مزید ثبوت ملاحظہ ہو۔

عبداللہ بن سباء کے نقلی خطوط پر شہادتیں

شہادت نمبر (۱):۔

البدایۃ والنہایۃ:۔

اَنَّ الصَّحَابَۃَ کَتَبُوْا اِلَی الْاٰفَاقِ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ
یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْقُدُوْمِ عَلٰی عُثْمَانَ

Marfat.com

لِيُقَاتِلُوْهُ وَهٰذَا كَذِبٌ عَلَى الصَّحَابَةِ وَإِنَّمَا كُتِبَتْ كُتُبٌ مُزَوَّرَةٌ عَلَيْهِمْ كَمَا كَتَبُوْا مِنْ جِهَةِ عَلِيٍّ وَّطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ إِلَى الْخَوَارِجِ كُتُبًا مُزَوَّرَةً عَلَيْهِمْ أَنْكَرُوْهَا وَهٰكَذَا زُوِّرَ هٰذَا الْكِتَابُ عَلٰى عُثْمَانَ أَيْضًا فَإِنَّهٗ لَمْ يَأْمُرْ بِهٖ وَلَمْ يَعْلَمْ بِهٖ أَيْضًا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۷۵ ذکر مجئ الاحزاب الی عثمان مرۃ ثانیۃ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

مدینہ منورہ سے صحابہ کرام نے مختلف اطراف میں خطوط لکھے۔ جن میں لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہ تم سب مدینہ آؤ۔ تاکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کر کے ان کو خلافت سے دستبردار کیا جائے۔ یہ مضمون اور یہ بات صحابہ کرام پر ایک بہت بڑا جھوٹ کہا گیا ہے۔ جو کچھ ہوا۔ وہ یہ کہ یہ تمام خطوط ان کی طرف سے من گھڑت ناموں کے ذریعہ لکھے گئے۔ جیسا کہ حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف سے ان کے فرضی ناموں سے خارجیوں کی طرف خطوط لکھے گئے۔ ان حضرات نے ایسے تمام خطوط کا انکار کیا۔ اور اسی طرح یہ رقعہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف من گھڑت طور پر منسوب کیا گیا۔ کیونکہ نہ تو آپ نے اس کا حکم دیا۔

Marfat.com

اور نہ ہی آپ کو اس کا علم تھا۔

شہادت نمبر ۲:۔

مقدمہ ابن خلدون:۔

فَانْصَرَفُوْا قَلِيْلاً ثُمَّ رَجَعُوْا وَقَدْ لَبِسُوْا بِكِتَابٍ مُدَلَّسٍ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ لَقُوْهُ فِيْ يَدِ حَامِلِهٖ اِلٰى عَامِلِ مِصْرَ بِاَنْ يَقْتُلَهُمْ وَحَلَفَ عُثْمَانُ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالُوْا مَكِّنَّا مِنْ مَرْوَانَ فَاِنَّهٗ كَاتِبُكَ فَحَلَفَ مَرْوَانُ فَقَالَ لَيْسَ فِي الْحُكْمِ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا فَحَاصَرُوْهُ بِدَارِهٖ ثُمَّ بَيَّتُوْهُ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنَ النَّاسِ وَقَتَلُوْهُ وَانْفَتَحَ بَابُ الْفِتْنَةِ۔

(مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۲۱۵ تا ۲۱۶۔
مطبوعہ مصر)
(مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۳۸۱ تا ۳۸۲
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔

پھر سبائی لوگ حضرات صحابہ کرام سے مایوس ہو کر لوٹ گئے۔ پھر جلدی ہی واپس آ گئے۔ اب ان کے پاس ایک من گھڑت رقعہ بھی

تھا۔ جس کے بارے میں ان کا خیال تھا۔ کہ یہ خط مصر کے گورنر کے نام لکھا ہوا ہے۔ اور اس میں انہیں قتل کر دینے کا حکم تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی۔ کہ یہ خط میرا نہیں۔ پھر انہوں نے مطالبہ کیا۔ کہ مروان کو ہمارے سپرد کرو۔ اس کی شرارت ہو گی۔ اس پر مروان نے بھی قسم اٹھائی۔ کہ میری تحریر نہیں۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ از روئے شرع منکر پر صرف قسم ہی ہوتی ہے۔ (اور وہ اٹھالی گئی ہے۔ اس لیے اب تمہیں تسلی ہو جانی چاہیے۔ (یہ دیکھ کر) ان سبائیوں نے حضرت عثمان کے گھر کا گھیراؤ کر لیا۔ اور رات کے وقت لوگوں کی بے خبری کی وجہ سے حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا۔ یوں ان سبائیوں نے فتنہ کا دروازہ کھول دیا۔

خلاصہ کلام:۔

معترض نے اہل سنت و جماعت کی دو کتب (البدایۃ والنہایۃ تاریخ طبری) سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ان کے گورنروں میں سے ایک بدکردار گورنر مروان کے خط کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اس اعتراض کو بڑے زور و شور سے بیان کیا گیا۔ لیکن ناظرین کرام ہم نے جب انہی دو کتب کی اصلی عبارات پیش کیں۔ تو بات کچھ اور نکلی۔ وہ یہ تھی۔ کہ شہادتِ عثمان غنی کا اصل سبب عبداللہ بن سباء کا خط تھا۔ اور اس امر کی تائید کتب شیعہ نے بھی کر دی۔ عبداللہ بن سباء یہودی المذہب تھا۔ ایک سازش کے تحت مسلمان ہوا۔ اور اپنے معتقدین بنانے کے بعد مصر میں اس نے مذہب شیعہ کے اصول وضع کیے۔ اس نے یہودیوں کا بدلہ لینے کے لیے ملت اسلامیہ کے خلاف ایک سازش تیار کی۔ کیونکہ اس کو اور

Marfat.com

اس کے ہم مذہبوں کو مدینہ منورہ سے ان کی شرارتوں کی وجہ سے خیبر اور فلسطین کی طرف نکال دیا گیا تھا۔ اس کا بدلہ لینے کے لیے ایک سازش کے تحت اس نے مذہب شیعہ کی بنیاد رکھی، رجعت کا عقیدہ پھیلایا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اور وصی ثابت کرنے کے لیے فضا سازگار کرنا شروع کر دی۔ اس کے لیے مختلف ممالک کی طرف رقعہ جات بھیجے۔ جن میں نام تو صحابہ کرام کا تھا۔ لیکن ان حضرات کو اس کی خبر تک نہ تھی۔ ان رقعہ جات کے لیے عام مسلمانوں کو خلیفۂ وقت حضرت عثمان کے خلاف اکسایا گیا۔ اور ان سے خلافت چھیننے کی ترغیب دلائی گئی۔ کیونکہ ان کے بقول حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اقربا پروری کی اور اپنے گورنروں کو ظلم وستم کرنے کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ امت مسلمہ کے حقوق پامال کیے جا رہے تھے۔ بیت المال کو اپنی مرضی اور اپنے مفاد کے لیے استعمال کیا جا رہا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

جب اس کی چال کامیاب ہوئی۔ تو مصر، شام، کوفہ وغیرہ سے ہزاروں آدمی، حضرت عثمان سے خلافت چھیننے پر تیار ہو گئے۔ ان کو مبوط کیا اور اڑتالیس ہزار کا لشکر جمع کر کے مدینہ منورہ پر چڑھائی کا ارادہ کر کے مدینہ کے قریب آ گئے۔ مدینہ منورہ میں مقیم صحابہ کرام حضرت علی وطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم سے مدد طلب کی۔ انہیں ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک اور چال چلی۔ اور ایک فرضی من گھڑت رقعہ کے پکڑنے کا دعوی کر کے حضرت عثمان کو معزول کرنے کی دوبارہ کوشش کی۔ صحابہ کرام نے ان ملعونوں کا ساتھ نہ دیا۔ حضرت عثمان، حضرت علی و دیگر حضرات نے رقعہ جات کی تحریر و ترسیل سے حلفیہ انکار کر دیا۔ تو کچھ لوگ مایوس ہو گئے۔ لیکن آخر وہ کچھ کرنا تھا۔ جو ان کی سازش تھی۔ رات کو حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ مدینہ کی اکثریت اس وقت گھروں پر موجود نہ تھی۔ کچھ اپنے کاروبار کے سلسلہ میں باہر تھے۔ اور بہت سے حج کرنے چلے گئے تھے۔ ایسے میں ان لوگوں نے محاصرہ کر

Marfat.com

لیا۔ حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم نے اپنے بیٹوں کو جناب عثمان کی حفاظت کی خاطر بھیجا۔ دروازے کی طرف ان کا پہرہ تھا۔ لیکن سبائیوں نے حضرت عثمان کو شہید کرنے کے لیے دروازے کی بجائے مکان کے پیچھے سے آنا بہتر سمجھا۔ وہ پیچھے سے مکان پر چڑھے۔ اور آ کر حضرت عثمان کو شہید کر دیا۔

اس خلاصہ سے جو کہ اپنی اور اہل تشیع کی معتبر کتب سے ہم نے پیش کیا ہے اس امر کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ان کے کاتب مروان کے خط کی وجہ سے رونما نہیں ہوئی۔ کیونکہ مروان نے حلفیہ اس قسم کی تحریر سے انکار کر دیا تھا۔ بلکہ شہادت کا سبب درحقیقت عبداللہ بن سبا کے جعلی اور نقلی خطوط تھے جو ایک گہری سازش کی پیداوار تھے۔

جواب دوم

قصور مروان کا اور شہید حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ کر دیئے گئے۔

یہ کیوں؟

پچھلے اوراق میں ہم نے تفصیل سے اُن حالات کو بیان کیا۔ جن سے دوچار ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ تحریک ایسے عبداللہ بن سبا کی سرکردگی میں چلایا گیا۔ نہ اس کا دینی طور پر کوئی جواز تھا۔ اور نہ ہی سیاسی طور پر اسے کوئی ذی فہم درست قرار دے سکتا ہے۔ اگر اس میں معمولی سی بھی

صداقت ہوتی۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تائید اسے ضرور حاصل ہوتی۔ اور ان میں سے کوئی بھی حضرت عثمان کی حفاظت کا اہتمام نہ کرتا۔ اس کے برعکس حضرات صحابہ کرام اور دیگر بہی خواہانِ ملتِ اسلامیہ کو شہادت عثمان کی وجہ سے انتہائی صدمہ پہنچا۔ ان حالات کے باوجود اگر شیعہ معترض کا یہی خیال ہو۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ان کے عاملین کے ظلم و ستم کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئی۔ اور خاص کر مروان جیسے بدکردار کو منشی بنانا اس کی بنیادی وجہ تھی۔ تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے۔ کہ اگر یہ درست تسلیم کرلیا جائے۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کرنے والوں کو مروان کا رخ کرنا چاہیئے تھا۔ اس کے مکان کو گھیرے میں لینا چاہیئے تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کے مکان کا محاصرہ کرنے والوں کو مروان کے متعلق قطعاً کوئی علم نہ تھا۔ جب ان سبائیوں نے حضرت عثمان غنی کے مکان کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔ اس وقت مروان بھی حضرت عثمان کے دروازہ پر کھڑا ان کی حفاظت کے لیے پہرا دے رہا تھا۔ اس کے باوجود بلوائیوں نے مروان کو کچھ بھی نہ کہا۔ بلکہ الٹے مکان کی پچھلی طرف سے کود کر حضرت عثمان پر حملہ آور ہوئے۔ ان بلوائیوں کا یہ طریقہ بھی اس امر کی شہادت دیتا ہے۔ کہ ان کا مقصد صرف اور صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی معزولی یا شہادت تھا۔ مروان کی طرف سے لکھا جانے والا نقلی خط نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان سبائی بلوائیوں کا مطالبہ یہی تھا۔ کہ عثمان اگر خلافت چھوڑ دیتے ہیں۔ تو ہماری طرف سے وہ امن میں ہیں۔ البدایۃ والنہایۃ کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ تو یہی بات نکھر کر سامنے آتی ہے۔

فقالوا اصعدوه علی ما ارد تم لا حاجة لنا فی هذا الرجل
لیعتزلنا ونحن نعتزله یعنون انه ان نزل عن الخلافة
ترکوه امنا۔

ترجمہ: ... بلوائیوں کو صحابہ کرام ... نے فرمایا۔ کہ جس خط کا تم تذکرہ کر رہے ہو۔

Marfat.com

وہ مروان کا نہیں۔ بلکہ یہ تمہاری ایک مشترکہ سازش ہے۔ اس پر ان لوگوں نے کہا۔ اس خط کے بارے میں تم جو مرضی میں آئے کہو۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے۔ کہ ہمیں عثمان غنی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ہم سے الگ ہو جائے۔ اور ہم اُس سے کوئی غرض نہیں رکھتے

یعنی اگر وہ خلافت سے

دستبردار ہو جاتا ہے۔ تو ہماری طرف سے کوئی کاروائی نہ ہو گی۔ بلکہ امن ہو گا۔

یہ الفاظ ان سبائی بلوائیوں کی اصل غرض کو صاف صاف بیان کر رہے ہیں۔ نہ کہیں مروان کا ذکر ہوا۔ نہ اس کے خط کے انتقام کا مسئلہ اٹھا۔ اگر واقعی مروان کا خط باعث شرارت ہوتا۔ تو پھر اس کی خبر لی جاتی۔ اس کے گھر کا محاصرہ کیا جاتا۔ اس کے قتل کی سازش کی جاتی۔ اس کے سپرد کرنے کا مطالبہ ہوتا۔ اس کی معزولی پر زور دیا جاتا۔؟ لیکن ان میں سے کوئی بھی مطالبہ نہ کیا گیا۔ مطالبہ تھا تو صرف حضرت عثمان کی معزولی اور خلافت سے دستبرداری۔

بلکہ اس سے ذرا آگے کے حالات دیکھیں۔ تو صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ ان سبائیوں کو مروان سے کوئی شکایت نہ تھی۔ جب اس واقعہ کے بعد جنگ جمل ہوئی۔ اور اس جنگ میں ہی مروان پکڑا گیا۔ اور قیدی بن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔

تو حسنین کریمین نے اس کی رہائی کی سفارش کی۔ جس کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قبول فرما کر رہا کر دیا۔ ثبوت ملاحظہ ہو اگلے صفحہ پر۔

Marfat.com

نہج البلاغہ:۔

اُخِذَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ اَسِيْرًا يَوْمَ الْجَمَلِ فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكَلَّمَاهُ فِيْهِ فَخَلّٰى سَبِيْلَهُ۔

(ا۔ نہج البلاغہ ص ۱۰۲ خطبہ نمبر ۷۳ مطبوعہ بیروت چھوٹا سائز)

(۲۔ مروج الذہب جلد۲ ص ۳۶۸ ذکر جنگ جمل)

ترجمہ:

مروان بن الحکم کو جنگ جمل میں قیدی بنا لیا گیا۔ تو امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما نے اس کی رہائی کی سفارش کی۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے بحث و تمحیص کے بعد اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین کریمین اس بات کو بخوبی جانتے تھے۔ کہ مروان بن الحکم کا شہادت عثمان میں کوئی دخل نہیں۔ اور نہ ہی اس کی وجہ سے یہ واقعہ رونما ہوا۔ اگر ان حضرات کو اس معاملہ کی معمولی بھی تصدیق ہوتی۔ کہ مروان بن الحکم ہی وہ آدمی ہے۔ کہ جس کے خط کی وجہ سے حضرت عثمان غنی کی شہادت کا حادثہ فاجعہ رونما ہوا۔ تو نہ اس کی سفارش کی جاتی۔ نہ حضرت علی المرتضٰے اس کی رہائی کا حکم دیتے۔

اس سے ذرا اور آگے چلیں۔ تو کتب شیعہ میں اس امر کی تائید موجود ہے۔

Marfat.com

کہ یہی مروان بن الحکم ہے کہ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے اس کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ اسے امامت کے منصب پر برقرار رکھا۔

جواب سوم

مروان اگر بدکردار تھا۔ تو حسنین کریمین نے اس کی اقتداء میں نمازیں کیوں ادا فرمائیں

بحار الانوار:۔

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يُصَلِّيَانِ خَلْفَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَقَالُوْا لِاَحَدِهِمَا مَا كَانَ اَبُوْكَ يُصَلِّيْ اِذَا رَجَعَ اِلَى الْبَيْتِ فَقَالَ لَا وَاللهِ مَا كَانَ يَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوةٍ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۴۴ ص ۱۲۳۔ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید۔ حیاۃ السبطین)

(۲۔ بحار الانوار جلد ۴۴ ص ۱۴۰ مطبوعہ ایران طبع قدیم۔ البواب تاریخ ما یختص بالحسن بن علی)

Marfat.com

ترجمہ:۔

موسیٰ بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں مروان بن الحکم کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔ لوگوں نے ان میں سے سے پوچھا۔ آپ کے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب مسجد میں نماز باجماعت پڑھ کر گھر واپس تشریف لاتے تو کیا وہ دوبارہ نماز لوٹایا کرتے تھے؟ فرمایا۔ نماز کی قسم! وہ فرض نماز ایک سے زیادہ بار نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اور نہ گھر آکر نماز لوٹایا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسے ہی کافی سمجھتے جو حضرات ابوبکر و عمر و عثمان غنی کی اقتدار میں پڑھتے۔)

لمحۂ فکریہ:۔

برسبیل تذکرہ یہ بھی عرض کرتے جائیں کہ حضرات ائمہ اہل بیت کے نزدیک نماز ایسی اہم عبادت ہے۔ کہ کبھی کسی نے اسے قضا نہ ہونے دیا۔ آپ کو یاد ہوگا۔ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ تو اس پر انہیں دکھ ہوا۔ جس کا مداوا یوں کیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج واپس عصر کے وقت پر لا کھڑا کیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا فرمائی۔ ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ میدانِ کربلا میں تھے۔ چاروں طرف شہیدوں کی لاشوں کے ڈھیر لگے تھے۔ خود زخمی تھے۔ لیکن نماز قضا نہ ہونے دی۔ ان حضرات کے بارے میں یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے۔ کہ جو نمازیں انہوں نے خلفائے ثلاثہ یا مروان کی اقتدار میں پڑھیں۔ وہ از روئے تقیہ تھیں۔ جب ان نمازوں کو گھر آکر لوٹایا بھی نہیں اور بقول کسے یہ ادا بھی بطور تقیہ کیں۔ جو ادا نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تو پھر اتنی کثیر تعداد میں نمازوں کی

Marfat.com

...اعمال سے کیونکر متوقع ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان حضرات کے ان ارشادات کی طرف دیکھیں۔ جو تارکِ نماز کے بارے میں ان سے منقول ہیں۔ تو بالکل بات واضح ہو جاتی ہے کہ بے نماز ان سے متوقع ہی نہیں ہو سکتی۔

(انوار نعمانیہ، جلد دوم ص ۳۰۹ - ۳۱۰

پر مرقوم ہے)

"تارکِ نماز کے چہرہ کو دیکھ کر خوش ہونے والا ایسا ہے۔ کہ اس نے سات مرتبہ بیت المعمور کو گرایا ہو۔ ایک ہزار مقرب فرشتوں کو قتل کیا ہو۔ ایک ہزار انبیائے کرام کا قاتل ہو۔ جو بے نماز ہے۔ نہ اس کا ایمان نہ اس کا اسلام۔ جس نے ستر قرآن کریم کے نسخہ جات جلائے، ستر انبیاء کرام کو قتل کیا۔ اپنی سگی ماں سے ستر مرتبہ زنا کیا، ستر کنواری عورتوں سے زنا کیا یہ شخص اللہ کی رحمت سے اتنا دور نہیں۔ جتنا کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا ہے۔

اس قدر اہم عبادت کو ضائع کرنا ان آئمہ کے متعلق آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔ تو پھر حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جب مروان بن الحکم کی اقتداء میں نمازیں ادا فرماتے رہے ہوں۔ جیسا کہ "بحار الانوار" کی عبارت سے عیاں ہے۔ پھر گھر اگر انھیں لوٹاتے بھی نہ تو اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مروان بن الحکم ان کے نزدیک مردِ منافق نہ تھا۔ بدکردار اور ظالم و فاجر نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو نہ اس کی اقتداء کرتے۔ اور نہ ہی اپنے مرنے والوں کی نماز جنازہ اس سے پڑھواتے۔ آپ کو یاد ہو گا۔ کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت ام کلثوم کا انتقال ہوا۔ اور نماز جنازہ کی باری آئی۔ تو امام موصوف نے اسی مروان بن الحکم کو امام بنایا۔

قرب الاسناد:-

اخبرنا عبد اللہ بن محمد قال اخبرنا

Marfat.com

مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُوْسیٰ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ لَمَّا تُوُفِّیَتْ اُمُّ کُلْثُوْمٍ بِنْتُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَرَجَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَکَمِ وَھُوَ اَمِیْرٌ یَوْمَئِذٍ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ لَوْلَا السُّنَّۃُ مَا تَرَکْتُہٗ یُصَلِّیْ عَلَیْھَا۔

(قرب الاسناد ص ۲۱۰ باب من احق بالصلوٰۃ علی المیت۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

(بحذف الاسناد) امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب سیدہ ام کلثوم بنت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو مروان بن الحکم بھی جنازہ کے ساتھ نکلا۔ وہ ان دنوں مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت نہ ہوتی۔ (یعنی میت کی نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار وقت کا گورنر و خلیفہ ہے۔) تو ام کلثوم کی نماز جنازہ اسے نہ پڑھانے دیتا۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے نزدیک مذکور مروان بن الحکم مسلمان تھا۔ اگر کافر یا فاسق و فاجر ہوتا۔ تو یزید کی بیعت نہ کرنے والے اور حق پر ڈٹے رہنے پر شہادت کی موت پانے والے کبھی اس کے پیچھے نمازیں نہ پڑھتے

Marfat.com

اور نہ ہی نماز جنازہ کا امام بناتے۔ لیکن خود کتب شیعہ یہ بات ثابت کر رہی ہیں۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ مروان بن الحکم حضرات ائمہ اہل بیت کے نزدیک صاحب کردار اور مسلمان گورنر تھا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کی مروان سے رشتہ داری اس کے صحیح مسلمان ہونے کی شہادت ہے

اہل سنت و اہل تشیع دونوں کی معتبر کتب میں مروان بن الحکم اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کے درمیان رشتہ ناطہ کے متعدد واقعات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مروان بن الحکم صرف حسنین کریمین کا پسندیدہ نہ تھا۔ بلکہ اُن کی اولاد بھی اُس کو انہی نظروں سے دیکھتی تھی۔ جن نظروں سے امام حسن و حسین اِسے دیکھا کرتے تھے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

عمدۃ الطالب:۔

وَكَانَ لِزَيْدٍ اِبْنَةٌ اِسْمُهَا نَفِيْسَةُ خَرَجَتْ اِلَى الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ فَوَلَدَتْ مِنْهُ وَكَانَتْ بِمِصْرَ وَلَهَا هُنَاكَ قَبْرٌ يُزَارُ وَهِيَ الَّتِيْ تُسَمِّيْهَا اَهْلُ مِصْرَ (الست نفيسة) وَيُعَظِّمُوْنَ شَانَهُ وَيُقْسِمُوْنَ بِهَا وَقَدْ قِيْلَ اِنَّهَا خَرَجَتْ اِلَى

Marfat.com

عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ وَاِنَّهَا مَاتَتْ حَامِلًا مِنْهُ وَالْاَصَحُّ الْاَوَّلُ وَكَانَ زَيْدٌ يَفِدُ عَلَى الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ وَيُقْعِدُهُ عَلَى سَرِيْرِهِ وَيُكْرِمُهُ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ وَوَهَبَ لَهُ ثَلَاثِيْنَ اَلْفَ دِيْنَارٍ رَفْعَةً وَّاحِدَةً ۔

(۱۔ عمدۃ الطالب ص ۷۰ مطبوعہ قم ایران)
(۲۔ ناسخ التواریخ جلد دوم حالات امام حسن مجتبیٰ ص ۲۷۹ مطبوعہ تہران)
(۳۔ طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۴۴ نجف اشرف)

ترجمہ:۔

زید بن حسن رضی اللہ عنہ کی نفیسہ نامی ایک لڑکی تھی۔ جس کا ولید بن عبدالملک بن مروان سے نکاح ہوا۔ اس کے بطن سے ولید کی اولاد ہوئی۔ اور مصر میں انتقال کر گئی۔ وہاں اس صاحبزادی کی قبر ہے۔ اہل مصر اس کو والست "نفیسہ" کہتے ہیں۔ اس کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ ان کے نام کی قسمیں اٹھاتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ عبدالملک بن مروان سے ان کی شادی ہوئی بوقت مرگ یہ حاملہ تھیں۔ لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہے۔ زید بن حسن رضی اللہ عنہ ولید بن عبدالملک کے پاس آیا کرتے تھے۔ وہ انہیں اپنے تخت پر بٹھایا کرتا تھا۔ کیونکہ ان کی بیٹی اس کے گھر میں تھی۔ ایک مرتبہ انہیں ولید نے تیس ہزار درہم یکبارگی دیدیئے۔

Marfat.com

ناسخ التواریخ :-

اما محمد بن مثنی بسرائے جاودانی انتقال نمود واورافرزندے نبود امادختران حسن مثنیٰ نخستین زینب اوراعبدالملک بن مروان بحبالہ نکاح در آورد۔

(ناسخ التواریخ جلددوم حالات امام حسن ص ۳۲۶ ذکر احوال ابراہیم ابن حسن مثنیٰ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

بہر حال محمد بن مثنیٰ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ ان کی کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی۔ لیکن حسن مثنیٰ کی صاحبزادیاں ان میں سے پہلی بیٹی کا نام زینب تھا۔ عبدالملک بن مروان سے ان کا نکاح ہوا تھا۔

جمہرۃ انساب العرب :-

وَكَانَ لِلْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ مِنَ الْبَنَاتِ زَيْنَبُ شَقِيْقَةُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ اِبْرَاهِيْمَ وَالْحَسَنِ تَزَوَّجَهَا الْوَلِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ

(۱۔ جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ص۴۳ ہو لاء ولد الحسن بن حسن۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید
۲۔ کتاب نسب قریش لمصعب زبیری ص ۵۲ تحت اولاد حسن مثنیٰ)

Marfat.com

ترجمہ:۔

حسن بن حسن کی صاحبزادیوں میں سے ایک کا نام حضرت زینب تھا۔ یہ حضرت عبداللہ، ابراہیم اور حسن کی ہمشیرہ تھیں۔ ولید بن عبدالملک بن مروان نے ان سے شادی کی تھی۔

مقام غور:۔

مذکورہ رشتہ داریوں کو پڑھنے کے بعد ہر قاری یہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ مروان اور اس کی اولاد سے زید ابن حسن اور حسن بن حسن مثنیٰ کی اولاد کی باہم رشتہ داری اسلام اور ایمان کے اتحاد کی بنا پر تھی۔ اگر مروان اور اس کی اولاد فاسق و فاجر یا کافر ہوتی۔ جیسا کہ اہل تشیع کا عقیدہ ہے تو یہ رشتہ داریاں ہرگز نہ ہوتیں۔ کتب شیعہ میں کسی فاسق و منافق کو رشتہ دینا یا اس کا رشتہ لینا کی سخت ممانعت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ارشاد القلوب:۔

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ زَوَّجَ كَرِيْمَتَهُ لِفَاسِقٍ نَزَلَ عَلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ اَلْفُ لَعْنَةٍ۔

(ارشاد القلوب ص ۱۷۴۔ الباب الحادی والخمسون فی اخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنی بچی کی شادی

کسی فاسق سے کی ۔ ہر دن بلا ناغہ اس پر ایک ہزار لعنتیں اترتی ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح ارشاد کے ہوتے ہوئے کیا حسن بن مثنیٰ اور زید بن حسن کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو کوئی اہمیت نہ دی ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور قول سماعت فرمایئے۔

ارشاد القلوب:۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ رَضِيَتْ بِتَزْوِيْجِ فَاسِقٍ هِيَ مُنَافِقَةٌ دُخِلَتْ فِي النَّارِ وَاِذَا مَاتَتْ فُتِحَ فِيْ قَبْرِهَا سَبْعُوْنَ بَابًا مِنَ الْعَذَابِ وَاِنْ قَالَتْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَعَنَهَا كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهَا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ سَبْعِيْنَ خَطِيْئَةً۔

(ارشاد القلوب ص ۱۷۴۔ الباب الحادی والخمسون فی اخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

ترجمہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو بھی عورت کسی فاسق کے ساتھ شادی پر رضامند ہوتی ہے۔ وہ منافقہ ہے۔ آگ میں ڈالی جائے گی۔

Marfat.com

جب مرے گی۔ اس کی قبر میں ستر دروازے عذاب کے کھول دیئے جائیں گے اگرچہ وہ لا الہ الا اللہ ہی پڑھنے والی کیوں نہ ہو۔ آسمان و زمین کے تمام فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ اس پر اللہ کا غضب دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں روزانہ ستر گناہ کا اضافہ کر دیتا ہے۔

قارئین کرام! سیدہ نفیسہ طاہرہ جو کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی پوتی ہیں۔ ان کی شادی ولید بن عبد الملک بن مروان سے ہوئی۔ (یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ کی پوتی کی شادی مروان کے پوتے کے ساتھ ہوئی ہے) اگر مروان اور اس کی اولاد واقعی فاسق و فاجر اور منافق ہوتے۔ جیسا کہ شیعہ لوگ کہتے ہیں۔ تو حضرات آئمہ اہل بیت کی صاحبزادیاں ان سے کیوں بیاہی جاتیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے " درج بالا ارشادات کے پیش نظر ان دختران نیک اختر کی شادی کرنے والوں کو اہل تشیع کیا کہیں گے اور پھر ان خود صاحبزادیوں کے متعلق ان کا کیا فتویٰ ہو گا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اولادِ حسن بھی قابلِ احترام شخصیات تھیں۔ اور مروان بن الحکم اور اس کی اولاد بھی فاسق و فاجر نہ تھے۔ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی پریشانی لاحق ہو۔ تو وہ اِن کے نام کی منت مانے۔ چاہے وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس منت ماننے والے کی پریشانی کو دور فرما دیتا ہے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

طبقات کبریٰ:۔

وَكَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

اِذَا کَانَ لَکَ حَاجَۃٌ وَاَرَدْتَ قَضَآءَ ھَا فَانْذِرْ لِنَفِیْسَۃَ الطَّاھِرَۃِ وَلَوْ فَلْسًا فَاِنَّ حَاجَتَکَ تُقْضٰی۔

(طبقات کبرٰی جزر دوم صفحہ نمبر ۶۸ حالات شیخ ابو محمد ابو المواھب مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:-

میرے شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے مجھے فرمایا جب بھی تجھے کوئی حاجت وضرورت پیش آئے اور تو چاہے۔ کہ وہ پوری ہو جائے۔ تو نفیسہ طاہرہ کے نام کی نذر ماننا اگرچہ وہ ایک پیسہ کی ہی کیوں نہ ہو۔ تیری حاجت یقیناً پوری کر دی جائے گی۔

اگر مروان ملعون تھا۔ تو اس کے بیٹے سے امام زین العابدین عطیات کیوں قبول کرتے رہے؟

معترض نے اپنے طعن کی بنیاد اس امر پر رکھی تھی۔ کہ مروان بن الحکم ایک بدکردار آدمی تھا۔ لہٰذا اسی کی بدکرداری اور فتنہ و فساد کی آگ نے حضرت عثمان غنی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جس کتاب سے اقتباس پیش کیا تھا۔ اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مروان کے ساتھ اچھے تعلقات رہے۔ پھر اس کے بیٹے عبدالملک سے بھی کوئی پرخاش نہ تھی۔ ان خصوصی تعلقات کی بنا پر

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے مروان سے ایک لاکھ درہم بطور قرض لیے۔ لیکن مروان وصیت کر گیا۔ کہ اسے میرے بیٹے عبدالملک! میری وفات کے بعد امام موصوف سے ایک درہم بھی واپس نہ لینا۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

البدایہ والنہایہ:۔

وَقَالَ الْاَصْمَعِیُّ لَمْ یَکُنْ لِلْحُسَیْنِ عَقَبٌ اِلَّا مِنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ وَلَمْ یَکُنْ لِعَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ نَسْلٌ اِلَّا مِنَ ابْنِ عَمَّةِ الْحَسَنِ فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ بْنُ الْحَکَمِ لَوِ اتَّخَذْتَ سَوَارِیَ یَکْثُرُ اَوْلَادُكَ فَقَالَ لَیْسَ لِیْ مَا اَتَسَرّٰی بِهٖ فَاَقْرَضَهُ مِائَةَ اَلْفٍ فَاشْتَرٰی لَهُ السَّوَارِیَ فَوَلَدَتْ لَهُ وَکَثُرَ نَسْلُهُ ثُمَّ لَمَّا مَرِضَ مَرْوَانُ اَوْصٰی اَنْ لَا یُؤْخَذَ مِنْ عَلِیِّ ابْنِ الْحُسَیْنِ شَیْءٌ مِمَّا کَانَ اَقْرَضَهُ فَجَمِیْعُ الْحُسَیْنِیِّیْنَ مِنْ نَسْلِهٖ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

(البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۹ ص ۱۰۴ - ۱۰۵
تذکرہ علی بن الحسین مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

اصمعی کہتا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد صرف ان کے ایک ہی بیٹے علی بن الحسین (زین العابدین) سے تھی۔ اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کی نسل صرف آپ کے چچا امام حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے ہی چلی تھی۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ مروان بن الحکم نے کہا۔ آپ کسی لونڈی سے نکاح کر لیں۔ شائد آپ کی اولاد بکثرت ہو جائے۔ امام نے فرمایا۔ میرے پاس اتنا روپیہ کہاں کہ میں لونڈیاں خریدوں۔ اس کے بعد مروان نے امام موصوف کو ایک لاکھ درہم بطور قرض دیا۔ امام نے ایک لونڈی خرید لی۔ اس سے اللہ نے آپ کو اولاد عطا فرمائی۔ اور نسل بکثرت ہو گئی۔ پھر جب مروان بیمار پڑا۔ تو وصیت کر گیا۔ کہ میرے مرنے کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے ایک درہم بھی واپس نہ لینا۔ تمام حسینی امام زین العابدین کی ہی اولاد ہیں۔

البدایۃ والنہایۃ:۔

وروی المداینی عن ابراھیم بن محمد عن جعفر بن محمد ان مَرْوَانَ کَانَ اَسْلَفَ عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ بَعْدَ مَقْتَلِ اَبِیْہِ الْحُسَیْنِ سِتَّۃَ اٰلَافِ دِیْنَارٍ فَلَمَّا حَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ اَوْصٰی اِلَی ابْنِہٖ عَبْدِ الْمَلِکِ اَنْ لَّا یَسْتَرْجِعَ مِنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ شَیْئًا فَبَعَثَ اِلَیْہِ عَبْدُالْمَلِکِ بِذٰلِکَ فَامْتَنَعَ مِنْ قُبُوْلِھَا فَاَلَحَّ عَلَیْہِ فَقَبِلَھَا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۲۵۸ ترجمہ مروان بن الحکم مطبوعہ بیروت طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:-

(بحذف اسناد) امام جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ مروان بن الحکم نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو قرض دیا۔ یہ واقعہ ان کے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کا ہے۔ امام زین العابدین واپس مدینہ لوٹ آئے۔ یہ قرضہ چھ ۶ ہزار دینار تھا۔ پھر جب مروان مرنے لگا۔ تو اپنے بیٹے عبدالملک کو وصیت کی۔ کہ امام موصوف سے ایک درہم بھی واپس نہ لینا۔ عبدالملک نے وصیت کے مطابق ایک آدمی کے ذریعہ امام موصوف تک قرضے کی معافی کا پیغام پہنچایا۔ تو امام موصوف نے اس رعایت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر اصرار کرنے پر آپ راضی ہو گئے۔

طبقات ابن سعد:-

قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ بَعَثَ الْمُخْتَارُ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بِمِائَةِ اَلْفٍ فَكَرِهَ اَنْ يَّقْبَلَهَا وَخَافَ اَنْ يَّرُدَّهَا فَاَخَذَهَا فَاحْتَبَسَهَا عِنْدَهُ فَلَمَّا قُتِلَ الْمُخْتَارُ كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ اِلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ اَنَّ الْمُخْتَارَ بَعَثَ اِلَيَّ بِمِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَكَرِهْتُ اَنْ اَرُدَّهَا وَكَرِهْتُ اَنْ اٰخُذَهَا فَهِيَ عِنْدِيْ فَابْعَثْ مَنْ يَّقْبِضُهَا فَكَتَبَ اِلَيْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ يَا ابْنَ عَمِّ خُذْهَا

Marfat.com

فَقَدْ طَيَّبْتُهَا لَكَ فَقَبِلَهَا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد نمبر ۵
ص ۲۱۳ - مطبوعہ بیروت - طبع جدید)
تذکرہ علی بن الحسین)

ترجمہ:-

(بحذف الاسناد) مقبری کہتا ہے۔ کہ مختار نے امام زین العابدین کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے۔ امام نے انہیں قبول کرنا۔ اچھا نہ سمجھا۔ اور ان کی واپسی سے بھی خوف کھایا۔ (کہاں سے ادا کروں گا) بہر حال وہ درہم لے لیے! ور انہیں جُوں کا توں رکھ چھوڑا۔ مختار کے قتل ہو جانے کے بعد امام موصوف نے عبد الملک بن مروان کو رقعہ لکھا۔ کہ مختار نے مجھے ایک لاکھ درہم دیئے تھے۔ جواب تک میرے پاس بحفاظت پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے نہ انہیں واپس کرنا مناسب سمجھا۔ اور نہ ہی لے کر استعمال کرنے پر خوش تھا۔ وہ میرے پاس (بطور امانت) پڑے ہوئے ہیں۔ کسی کو بھیج دو۔ تاکہ اپنے قبضہ میں لے لے۔ اس کے جواب میں عبد الملک نے لکھا۔ اے چچیرے بھائی! آپ وہ درہم لے لیں۔ میں نے ان کا استعمال آپ کے لیے پاکیزہ کر دیا۔ (یعنی ہبہ کر دیئے ہیں) تو امام موصوف نے وہ درہم قبول کر لیے۔

لمحۂ فکریہ:-

عبارات درج بالا سے وضاحت ہو گئی۔ کہ مروان بن الحکم کا حضرت عثمان غنی کے قتل میں کوئی ہاتھ نہ تھا۔ اور اہل تشیع کو اس پر یہ الزام دینا غلط ہے۔ کہ وہ بدکردار اور منافق آدمی تھا۔ کیونکہ اگر مروان کو ایسا مانا جائے۔ تو پھر اس کی قرض دی ہوئی رقم کو امام زین العابدین کا

Marfat.com

قبول کرنا امام موصوف پر بہت بڑا اعتراض بن جائے گا۔ پھر اسی قرض سے امام نے لونڈی خریدی۔ جس سے ان کی نسل چلی۔ گویا۔ تمام اہل بیت اسی قرض سے لی گئی لونڈی کی اولاد ہیں :۔

لہٰذا مروان کے متعلق اہلِ تشیع کو اپنے نظریات بدل لینے چاہییں۔ ورنہ ان سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ ایک نہیں پوری اہل بیت کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ جن میں حضرات آئمہ بھی شامل ہیں۔ بہتان تراشو! کچھ تو آخرت کی فکر کرو۔ خدا کا خوف نہیں آتا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق تمہارا اعتراض کیا کیا رنگ دکھلا رہا ہے۔ خدا کرے ان نا عاقبت اندیشوں کو ہوش آجائے۔ اور غلط نظریات کو چھوڑ کر صراط مستقیم پر آجائیں۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

Marfat.com

طعن دوازدہم

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کی تین دن نعش بے گور و کفن پڑی رہنے کے بعد کوڑا کرکٹ میں کیوں دفن کی گئی؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل تشیع کی ایک معتبر تاریخی کتاب "ناسخ التواریخ" میں ایک طعن مذکور ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کے دورِ خلافت میں بہت سے صحابہ کرام موجود تھے۔ اور وہ تقریباً سبھی ان کی خلافت کو ناپسند کرتے تھے۔ ناپسندیدگی کی دلیل یہ ہے۔ کہ اگر یہ سب حضرات ان کی خلافت سے متفق اور اس کے برحق ہونے کے قائل اور معتقد ہوتے۔ تو انہیں قتل نہ ہونے دیتے۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔ کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے۔ اور پھر حضرات صحابہ کرام نے اپنی مزید ناراضگی کا اظہار ان کے قتل ہونے کے بعد یوں کیا۔ کہ ان کی نعش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔ تین دن گزرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھے بغیر ان کی نعش کو کوڑا کرکٹ میں دفن کر دیا گیا۔ لہٰذا ان واقعات

Marfat.com

سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت کے موجود صحابہ کرام کو ان سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ اور نہ ہی ان کی خلافت کو وہ درست تسلیم کرتے تھے؟

جواب:

اوپر ذکر کیے گئے طعن میں چند باتوں کا معترض نے التزام کیا ہے۔ ہم پہلے ان کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور پھر ایک ایک الزام کا ترتیب وار جواب دیں گے۔

امر اوّل:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل ہو جانے پر صحابہ کرام راضی تھے۔ لہٰذا انہوں نے ہی شہید کر دیا

امر دوم:

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔

امر سوم:

تین دن بعد آپ کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا۔

امر چہارم:

بجائے قبرستان کے ان کی تدفین کوڑا کرکٹ کے ڈھیر میں کی گئی۔

امر پنجم:

عثمان غنی اگر خلافت کے اہل ہوتے۔ تو صحابہ کرام ان کی حفاظت کرتے

Marfat.com

اور قتل ہونے سے حتی الامکان بچاتے ۔ مذکورہ طعن کے دراصل یہ پانچ ستون ہیں ۔ جن پر طعن کی عمارت کھڑی کی گئی ہے ۔ ان امور سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات قطعًا ملوّث نہیں ہوتی ۔ کیونکہ ان میں سے کچھ امور تو سرے سے غلط اور جھوٹ پر مبنی ہیں ۔ اور کچھ ایسے ہیں ۔ کہ جن سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور مرتبہ شہادت ثابت ہوتا ہے ۔

امر اوّل کا جواب :

نہ صحابہ کرام عثمان غنی کے قتل ہونے پر خوش تھے نہ قتل میں شریک تھے

حضرات صحابہ کرام کا قتلِ عثمان پر راضی ہونا اور ان کے ایماء سے ان کی شہادت وقوع پذیر ہونا انتہائی دروغ ہے ۔ اور صحابہ کرام پر بہتان عظیم سے کم نہیں ۔ ابن کثیر سے اس کی حقیقت سنیئے ۔

البدایہ والنہایہ :

وَاَمَّا مَا يَذْكُرُهٗ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ اَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَةِ اَسْلَمَهٗ وَ رَضِيَ بِقَتْلِهٖ فَهٰذَا لَا يَصِحُّ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ اَنَّهٗ رَضِيَ بِقَتْلِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَلْ كُلُّهُمْ كَرِهَهٗ وَ مَقَتَهٗ

Marfat.com

وَسَبَّ مَنْ فَعَلَہٗ ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۹۸ صفۃ قتلہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ کچھ صحابہ کرام نے حضرت عثمان کو خود دشمنوں کے حوالے کیا تھا۔ اور وہ ان کے قتل پر راضی تھے۔ تو یہ بات کسی ایک صحابی سے ہرگز ثابت نہیں۔ کہ وہ حضرت عثمان کے قتل پر راضی تھے بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس وقت موجود تمام صحابہ کرام نے آپ کے قتل ہونے کو بہت برا جانا۔ اور جن لوگوں نے یہ مکروہ فعل کیا۔ انہیں بہت برا کہا۔

معلوم ہوا۔ کہ صحابہ کرام کے متعلق یہ کہنا کہ ان میں سے بعض قتل عثمان پر خوش تھے قطعاً حق پر مبنی نہیں۔ اور نہ ہی یہ بات ثابت ہے۔ کہ کسی صحابی نے ان کے قتل میں ہاتھ بٹایا۔ اور خوشی کا اظہار کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا اصل ذمہ بانیٔ مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ جس کی تفصیل اور تحقیق ہم با دلائل ذکر کر چکے ہیں۔

Marfat.com

امرِ دوم کا جواب:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نعش بھی تو بے گوروکفن پڑی رہی تھی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش کا تین دن تک پڑے رہنا اس کی تحقیق تو ہم چند سطور بعد ذکر کریں گے۔ سر دست اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے۔ کہ آپ کی نعش کو تین دن تک کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ تو اس سے حضرت عثمان غنی پر کون سا اعتراض آ گیا۔ بس یہی کہ اگر آپ عوام میں اس قدر مقبول ہوتے۔ تو اتنے دن بے گوروکفن نہ پڑے رہتے۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ آپ کی شہادت جن حالات میں ہوئی۔ اور اس وقت جو کیفیت تھی۔ وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ بلووں کا زمانہ تھا۔ بلوائیوں نے ہر طرف ایک آگ سی لگا رکھی تھی۔ لوگ سہمے ہوئے تھے۔ ظلم کا دور دورہ تھا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مظلوم تھے۔ مظلوم پر قبل از وفات یا بعد از وفات کسی طرح بھی ظلم ڈھایا جائے۔ تو وہ اس کے درجات کی بلندی کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومیت میں اضافہ کے سبب ان کے درجات میں اضافہ ہوا نہ یہ کہ ان کی شخصیت پر اعتراضات کی بوچھاڑ آ گئی۔ اسی طرح کا معاملہ میدانِ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ہوا۔ ان کی نعش بھی تین دن تک بے گوروکفن اور بے یار و مددگار پڑی رہی۔ تین دن کے بعد وہ اہل غاضریہ نے دفنایا۔ کیا اس وجہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر بھی اعتراض کرو گے۔ ان کی ذات پہ الزام دھرو گے۔ ایسے

Marfat.com

ان کی تنقیص کے لیے نشانہ بناؤ گے۔ ممکن ہے۔ کہ معترض وہی بے تکی اور لایعنی باتیں یہاں بھی لکھ ڈالے۔ لیکن حقیقت یہی ہے۔ کہ اس سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات پر کسی قسم کا کوئی الزام و اعتراض نہیں آتا۔ بلکہ اس سے ان کی عظمت اور شہادت کو اور جلا ملتی ہے اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس کا بعد از شہادت تین دن تک بے گور و کفن پڑے رہنا ان کی فضیلت اور علو مرتبت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش کا تین دن پڑے رہنا بالکل غلط ہے

معترض نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش کے متعلق لکھا۔ کہ وہ تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔ بفرض تسلیم ہم نے اس کا جواب ذکر کر دیا۔ لیکن حقیقتِ حال اس کی تائید نہیں کرتی۔ تاریخی شواہد اور دلائل اس کا ساتھ نہیں دیتے آپ کی شہادت اور تدفین کے درمیان صرف چند گھنٹوں کا وقفہ ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

الاصابة:

وقتل يوم الجمعة عثمان عشرة خلت من ذى الحجة بعد العصر و دفن ليلة السبت بين المغرب العشاء۔

Marfat.com

ترجمہ:۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالحجہ کی آٹھویں بروز جمعہ بعد از نماز عصر شہید کیا گیا۔ اور ہفتہ کی رات کو مغرب وعشاء کے درمیان آپ کی تدفین کی گئی۔

معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش کا تین دن تک پڑے رہنا غلط اور بے اصل ہے۔ بلکہ آپ کی شہادت کے بعد دو چار گھنٹے کے اندر اندر آپ کو دفن کر دیا گیا۔

امر سوم کا جواب:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بغیر جنازہ پڑھائے دفن کیا جانا بہتان عظیم ہے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بقول معترض تین دن پڑے رہنے کے بعد نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا۔ اس کی صحت بھی ہمیں تسلیم نہیں۔ بلکہ خود معترض کے حامی اور ہم مذہب بھی اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ یہ بات ہم ذرا چند سطور کے بعد ثابت کریں گے۔ فی الحال اگر بفرض تسلیم ایسا ہی ہوا۔ تو اس کی وجہ صاف معلوم ہے۔ کہ جن بلوائیوں نے آپ کی جان لے لی۔ جن ظالموں نے آپ کو جام شہادت نوش کرا دیا۔ ان کے ظلم کے ہوتے ہوئے ایسا ہونا ممکن ہے۔ لیکن اس میں بھی اعتراض کا کونسا پہلو نکلتا ہے۔ جس پر معترض باچھیں کھلا رہا ہے۔

جیسا کہ چند سطور اوپر ہم نے ذکر کیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بغیر

Marfat.com

نماز جنازہ پڑھے دفنا یا گیا درست نہیں۔ اس کا اب ثبوت دونوں طرف کی کتب سے ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:

کوکب نام یکے از اصحاب است وحش نام بستان است وایں، بستان در پہلوئے گورستان جہوداں بود۔ عثمان را در آنجا نجاک، سپردند۔ وگروہی از انصار آمدند تا نگذارند کس براو نماز گزارد و بروایتی علی علیہ السلام نیز کس فرستاد و رفع مانع فرمود حکیم بن حزام براو نماز گزاشت۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲ ص ۲۶۷ دفن شدن عثمان الخ، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

کوکب ایک صحابی کا نام ہے۔ اور حش ان کے باغ کا نام تھا۔ یہ باغ یہودیوں کے قبرستان کے قریب تھا۔ حضرت عثمان غنی کو لوگوں نے اس باغ میں سپرد خاک کیا۔ انصار کی ایک جماعت آئی۔ اور لوگوں کو حضرت عثمان رض کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکا۔ ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو بھیجا تاکہ معاملہ رفع دفع کیا جائے۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

Marfat.com

مروج الذہب:

ودفن علی ما وصفنا فی الموضع المعروف بحش کوکب۔ وھذا الموضع فیہ مقابر بنی امیّۃ ویعرف ایضا بحلۃ وصلیٰ علیہ جبیر بن مطعم وحکیم ابن حزام وابوجہم بن حذیفۃ

(مروج الذہب جلد۲ ص ۳۴۶ ذکر ذی النورین عثمان بن عفان الخ مطبوعہ بیروت، طبع جدید)

ترجمہ:

اور جیساکہ ہم نے بیان کیا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حش کوکب نامی مشہور جگہ سپردِ خاک کیا گیا۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں بنی امیّہ کی قبریں ہیں۔ اور اس کو "حلہ" بھی کہتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رض کی نماز جنازہ حضرت جبیر بن معطم، حکیم بن حزام اور ابوجہم بن حذیفہ نے ادا کی۔

تاریخ روضۃ الصفاء:

وچوں از نماز فارغ گشتند سہ کس از رؤسائے انصار ببقیع رسیدہ

Marfat.com

نگذاشتند کہ او در گورستان مسلمانان مدفون سازند بنا بر ضرورت اورا در حائطے کہ میان گورستان جہودان و مسلمانان بود بخاک سپردند۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۴۷۶
ذکر خلافت عثمان غنی الخ
مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)

ترجمہ:

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ پڑھ کر لوگ فارغ ہوئے۔ تو انصار کے تین آدمی جنت البقیع پہنچے۔ اور اس بات کی اجازت نہ دی کہ حضرت عثمان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ اس مجبوری کی وجہ سے انہیں اُس باغ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ جو مسلمانوں اور یہودیوں کے قبرستان کے درمیان تھا۔

البدایہ والنہایہ:

وَصَلّٰی عَلَیْہِ جُبَیْرُ بْنُ مُطْعِمٍ وَقِیْلَ الزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَقِیْلَ حَکِیْمُ بْنُ الْحِزَامِ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۹۱ تحت
۳۵ھ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت جبیر بن معطم نے پڑھائی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ آپ کی نماز جنازہ پڑھانے والے حضرت زبیر بن العوام تھے۔

Marfat.com

ان دونوں طرف کے حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کی نماز جنازہ پڑھے بغیر ان کو دفنا یا گیا تھا۔ بالکل غلط اور بے اصل ہے۔ ان حوالہ جات میں تو اُن حضرات کے اسماء گرامی تک بھی ذکر ہوئے۔ جنہوں نے ان کی میت پر نماز جنازہ پڑھی اور حضرات صحابہ کرام نے آپ کی نعش کو اپنے ہاتھوں سے سپرد خاک کیا۔

امر چہارم کا جواب:

کوڑے کرکٹ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تدفین سفید جھوٹ ہے

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوڑا کرکٹ والی جگہ میں دفنانے کی بات کا ضمناً جواب تو ہو چکا ہے۔ جس کی وضاحت یہ ہے۔ کہ معترض نادان نے اپنی جہالت اور مطالعۂ تاریخ سے ناواقفیت کی بنا پر وحش کوکب،، کا معنی کوڑا کرکٹ کی جگہ،، سمجھا۔ حالانکہ اس کا معنی یہ نہیں ہے۔ بلکہ "وحش،، ایک باغ کا نام اور وکوکب،،، اس کے باغ کے مالک صحابی کا اسم تھا۔ ان دونوں کو ملا کر یہ لفظ مذکور ہوا۔ جس کا معنی یہ بنا۔ کہ وکوکب نامی صحابی کا باغ،،، اس معنی کو ناسخ التواریخ نے بیان کیا۔ حوالہ پھر سے ملاحظہ کرلیں۔

ناسخ التواریخ:

کوکب نام یکے از اصحاب است وحش نام بستان است۔ واین

Marfat.com

بستان در پہلوئے گورستان جہوداں بود۔ عثمان را در آنجا نجاک بسپردند

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۳
ص ۲۶۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ التنبیہ والاشراف ص ۲۵۲،
مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

ترجمہ:

کوکب ایک صحابی کا نام اور حش ان کے باغ کا نام تھا۔ اور یہ باغ یہودیوں کے قبرستان کے قریب واقع ہے۔ اور اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔

تنبیہ:

"حش کوکب" نامی باغ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دفنانے کے، واقعہ کو بعض اہل تشیع غلط رنگ دیکر یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ باغ چونکہ جنت البقیع میں نہ تھا۔ اس لیے اس میں دفنانے کا مطلب یہ ہوا۔ کہ لوگوں نے حضرت عثمان کو جنت البقیع میں دفن ہونے سے روک دیا۔ اور اس کے برخلاف انہیں یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود کتب شیعہ اس امر کی تصدیق و تائید کرتی ہیں کہ حضرت عثمان کو مسلمانوں اور یہودیوں کے قبرستان کے درمیان ایک حش کوکب نامی باغ میں دفن کیا گیا۔ اوپر حوالہ میں الفاظ یہ ہیں۔ "ایں بستان در پہلوئے گورستان جہوداں بود۔" یہ باغ یہودیوں کے قبرستان کے قریب واقع تھا۔ قرب وجوار میں واقع ہونا اس کا یہ مطلب کیسے لیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ جگہ یہودیوں کے قبرستان

Marfat.com

میں شامل تھی۔ تاکہ اس سے یہ نتیجہ برآمد کیا جائے۔ کہ حضرت عثمان کو یہودیوں کے قبرستان میں دفنایا گیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ آپ کو یہودیوں کے قبرستان کے نزدیک ایک باغ میں سپرد خاک کیا گیا۔

روضۃ الصفاء کی عبارت یہ تھی۔ حائطے کہ میان گورستان جہوداں و مسلمانان بود بخاک سپردند۔

یعنی ایک باغ میں حضرت عثمان کو سپرد خاک کیا گیا۔ یہ باغ یہودیوں کے قبرستان اور مسلمانوں کے قبرستان کے درمیان تھا۔ یہاں بھی وہی بات مذکور ہے۔ کہ یہ باغ کوئی قبرستان نہ تھا۔ کہ اس کو یہودیوں کا قبرستان قرار دے کر دھوکہ دیا جائے۔ بلکہ ایک علیحدہ جگہ تھی۔

یہ باغ وہ تھا۔ کہ جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں خریدا تھا۔ اور اس غرض سے خریدا تھا۔ کہ جنت البقیع کو وسیع کیا جائے۔ اس باغ اور جنت البقیع کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ جس کو بعد میں حضرت امیر معاویہ رض نے گرا دیا تھا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

الاصابۃ:

وَ قُتِلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِثَمَانَ
عَشَرَةَ خَلَتْ مِنْ ذِى الْحَجَّةِ
بَعْدَ الْعَصْرِ وَ دُفِنَ لَيْلَةَ
السَّبْتِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَآءِ
فِىْ حَشِّ كَوْكَبٍ كَانَ عُثْمَانُ

Marfat.com

اِشْتَرَاہُ فَوُسِّعَ بِهِ الْبَقِيْعُ۔

(۱۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ جلد ۲ ص ۴۶۳
حرف العین ۔ القسم الاول مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

(۲۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن
اثیر جلد ۳ صفحہ ۳۸۳ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اٹھارہ ذوالحج بروز جمعہ بعد نماز عصر شہید کیا گیا۔ اور ہفتہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان انہیں دفن کیا گیا۔ اور ان کی تدفین "حش کوکب" میں عمل میں آئی۔ یہ وہ باغ تھا۔ جسے خود حضرت عثمان نے جنت البقیع کی توسیع کے لیے خریدا تھا۔

معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انہیں کوڑا کرکٹ کے ڈھیر میں دفن کیا گیا۔ ایک ایسی کذب بیانی ہے۔ کہ جس کی تردید اور تکذیب کتب تاریخ صراحۃً کر رہی ہیں۔ تاریخی شواہد کے مطابق آپ کو خود اپنے خریدے ہوئے باغ میں دفن کیا گیا۔ جو آپ نے جنت البقیع کی توسیع کے لیے خریدا تھا۔ آپ کو اس باغ میں دفنا کر اسے قبرستان بنانے اور جنت البقیع میں شامل کرنے کی عملی صورت پیش کی گئی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

☆

امر پنجم کا جواب :

بلوا کے دنوں میں صحابہ کرام نے عثمان غنی پر ہر طرح سے ایثار کیا

اعتراض کی شکل یہ تھی۔ کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق نہ سمجھتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے ان کی کوئی مدافعت نہ کی۔ ورنہ وہ شہید نہ ہوتے۔ اعتراض کی یہ شکل اہل تشیع کی لاعلمی اور کتب تاریخ سے عدم واقفیت پر مبنی ہے۔ سُنی شیعہ دونوں کی کتب تاریخ اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں۔ کہ صحابہ کرام نے کئی مرتبہ حضرت عثمان سے اس امر کی اجازت طلب کی۔ کہ انہیں باغیوں کی سرکوبی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ لیکن حضرت عثمان نے ہر مرتبہ اس امر کی اجازت دینے سے انکار کیا۔ جلیل القدر صحابہ کرام نے اپنے فرزندان ارجمند کو حضرت عثمان کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ اور تاریخ شاہد ہے۔ کہ باغیوں کے حملہ کے وقت یہ حضرات بھی زخمی ہوئے۔ جو آپ کے مکان کا پہرہ دے رہے تھے۔ ان کی، مزاحمت کی وجہ سے باغیوں کو مکان کے دروازے سے اندر آنے کی ہمت نہ ہوئی بالآخر وہ مکان کی چھت پر چڑھ کر حملہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہادتِ عثمان کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے اپنے فرزند حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر طمانچہ تک رسید کر دیا۔ اسی طرح حضرت زبیر و طلحہ نے بھی اپنے اپنے صاحبزادوں کو بُرا بھلا کہا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

جلیل القدر صحابہ نے اپنے فرزندان کرام کو حضرت عثمان کی حفاظت پر مامور فرمایا

مروج الذہب:

فَلَمَّا بَلَغَ عَلِيًّا اَنَّهُمْ يُرِيْدُوْنَ قَتْلَهُ بَعَثَ بِابْنَيْهِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ مَعَ مَوَالِيْهِ بِالسِّلَاحِ اِلٰى بَابِهٖ لِنُصْرَتِهٖ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّمْنَعُوْهُ مِنْهُمْ وَبَعَثَ الزُّبَيْرُ اِبْنَهُ عَبْدَاللّٰهِ وَبَعَثَ طَلْحَةُ اِبْنَهُ مُحَمَّدًا وَاَكْثَرُ اِبْنَاءِ الصَّحَابَةِ اَرْسَلَهُمْ اٰبَاءُهُمْ اِقْتِدَاءً بِمَنْ ذَكَرْنَا فَصَدُّوْهُمْ عَنِ الدَّارِ فَرَمٰى مَنْ وَصَفْنَا بِالسِّهَامِ وَاشْتَبَكَ الْقَوْمُ وَجُرِحَ الْحَسَنُ وَشُجَّ قَنْبَرُ وَجُرِحَ مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ فَخَشِيَ الْقَوْمُ اَنْ يَّتَعَصَّبَ بَنُوْ هَاشِمٍ وَبَنُوْ اُمَيَّةَ فَتَرَكُوا الْقَوْمَ فِي الْقِتَالِ عَلَى الْبَابِ..

.... فَاسْتَرْجَعَ الْقَوْمُ وَدَخَلَ عَلِيٌّ الدَّارَ وَهُوَ كَالْوَالِهِ الْحَزِيْنِ وَقَالَ لِابْنَيْهِ كَيْفَ قُتِلَ اَمِيْرُ

Marfat.com

الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْتُمَا عَلَى الْبَابِ
وَلَطَمَ الْحَسَنَ وَ ضَرَبَ صَدْرَ الْحُسَيْنِ
وَ شُتِمَ مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ وَلُعِنَ عَبْدُ اللهِ
ابْنُ الزُّبَيْرِ۔

(۱۔ مروج الذہب جلد دوم ص ۳۴۵
ذکر ذی النورین مطبوعہ بیروت،
طبع جدید)

(۲۔ ابن جدید شرح نہج البلاغہ جلد ۱
ص ۱۶۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا علم ہوا۔ کہ باغی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے ہیں۔ تو آپ نے اپنے دونوں بیٹوں اور کچھ غلاموں کو اسلحہ دے کر حضرت عثمان رض کے دروازے پر پہرہ دینے کے لیے بھیجا۔ تاکہ ان کی مدد کی جائے۔ اور باغیوں کو روکا جائے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے جناب عبداللہ اور حضرت طلحہ نے اپنے بیٹے محمد کو اور ان کے علاوہ بہت سے دوسرے صحابہ کرام نے اپنے اپنے فرزندان کو اسی مقصد کی خاطر حضرت عثمان کا پہرہ دینے کے لیے متعین فرمایا۔ باغی سبائیوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ اس سے لوگ اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ حضرت امام حسن زخمی ہوئے۔ قنبر کا سر پھٹ گیا۔ محمد بن طلحہ اور کچھ اور لوگ بھی زخمی ہو گئے۔ اس سے لوگوں نے اندازہ لگایا۔ کہ کہیں بنی امیہ اور بنی ہاشم میں تعصب پیدا نہ ہو جائے۔

Marfat.com

اس لیے انہوں نے مذکورہ اشخاص کو دروازے پر متعین رکھا ..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے۔ تو لوگوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اُدھر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے۔ آپ بہت غمزدہ اور پریشان تھے۔ اپنے دونوں بیٹوں کو پوچھا تم دونوں جب دروازے پر مامور تھے۔ تو پھر تمہاری موجودگی میں حضرت عثمان شہید کیونکر ہو گئے۔ امام حسن کے منہ پر طمانچہ مارا۔ حسین کے سینہ میں زور سے ہاتھ مارا۔ ادھر محمد بن طلحہ کو برا بھلا کہا گیا۔ اور عبداللہ بن زبیر کو بھی ملامت کی گئی۔

ابن حدید:

فَاُغْلِقَتِ الْبَابُ وَمَا نَعَهُمُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ وَعَبْدُاللّٰہِ ابْنُ الزُّبَیْرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَۃَ وَمَرْوَانُ وَسَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ وَجَمَاعَۃٌ مَعَهُمْ مِنْ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغۃ۔ جلد نمبر ۱
ص ۱۶۷ فی منع عثمان الماء وکیفیۃ
قتلہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

باغی سبائیوں کے حملہ کے پیش نظر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور ان حملہ آوروں کو روکنے کے لیے حضرت امام حسن بن علی، عبداللہ بن الزبیر، محمد بن طلحۃ، مروان سعید بن العاص کے

علاوہ انصار کے دوسرے بہت سے افراد موجود تھے۔ (رضی اللہ عنہم)

ابن میثم:

فَاِنَّ الْقَتْلَ اِمَّا بِفِعْلٍ اَوْ بِقَوْلٍ وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ اَمْرِ عُثْمَانَ اِلَّا اَنَّهٗ لَزِمَ بَيْتَهٗ وَالْعَزْلَ عَنْهُ بَعْدَ اَنْ دَافَعَ عَنْهُ طَوِيْلًا بِيَدِهٖ وَلِسَانِهٖ فَلَمْ يُكْنِ الدَّفْعُ۔

(ابن میثم شرح نہج البلاغۃ جلد نمبر ۴ ص ۳۵۴ شرح کتاب لہ الی معاویۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ

قتل یا تو بالفعل ہوتا ہے۔ یا کسی کو قول کے ذریعہ ابھار کر قتل کرایا جاتا ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں کوئی بات منقول نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہوا۔ کہ زبان اور عملی طور پر ایک عرصہ تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کی مدافعت کی۔ لیکن آخر میں جب یہ ممکن نہ رہا۔ تو آپ ایک طرف ہو گئے۔

☆☆
☆

Marfat.com

اکابر صحابہ کرام نے باغیوں سے لڑنے کی اجازت مانگی اور حضرت عثمان رض نے اس سے انکار کر دیا۔

ناسخ التواریخ:

واگر بخواہد از اعانت او دست باز نگیرم وشر ایں قوم را از و بگردانم پس امام حسن علیہ السلام را گفت اے فرزند بنزدیک عثمان شو و بگوئے پدر من بسوئے تو نگران است و چناں مکشوف می افتد کہ ایں قوم قصد قتل تو دارند اگر خواہی ترا مدد دہیم وایں قوم را از سرائے تو دور داریم حسن علیہ السلام بنزدیک عثمان آمد و کلمات علی را ابلاغ کرد۔

چناں مکشوف می افتد کہ عثمان ہنوز باور نداشت کہ مردماں بسرائے او در روند و او را بکشند از یں روئے نخواست کہ زینہاری علی علیہ السلام باشد پس با امام حسن عرض کرد کہ نمی خواہم کہ رنجہ شوی دبایں قوم رزم دہی وظفر جوئی چناں خواہم ایں روزہ کہ دارم در خدمت مصطفےٰ بکشائم لاجرم حسن علیہ السلام، مراجعت کرد۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۳ ص ۲۵۹، آمدن علی علیہ السلام بمسجد الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

جب سبائی باغیوں نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کرنے کی ٹھانی

Marfat.com

توحضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے ان حالات میں فرمایا۔ اگر حضرت عثمان چاہیں۔ تو میں ان کی مدد کرنے پر تُل جاؤں۔ اور اس سبائی قوم کو ان کے قریب تک نہ آنے دوں۔ یہ کہہ کر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ بیٹا! حضرت عثمان کے پاس جاؤ۔ اور جا کر کہو۔ کہ میرے والد آپ کی حفاظت کا ارادہ فرماتے ہیں۔ کیونکہ انہیں یہ معلوم ہو چکا ہے۔ کہ لوگ آپ کے قتل کے درپے ہیں۔ اگر تم اجازت دو۔ تو ہم تمہاری مدد کو پہنچیں۔ اور ان سبائی باغیوں کو آپ کے گھر سے دُور بھگا دیں۔ یہ پیغام لے کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی گفتگو ان تک پہنچائی۔

معلوم یہ ہوتا تھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ابھی تک یہ یقین نہ تھا۔ کہ لوگ ان کے گھر میں داخل ہو کر انہیں قتل کر دیں گے۔ اس وجہ سے انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تکلیف دینا گوارا نہ کیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے۔ اور انہیں حضرت عثمان نے کہلا بھیجا۔ کہ میں نہیں چاہتا۔ کہ تم اس قوم کے ساتھ جنگ کرو۔ اور ان پر فتح حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ میرا یہ ارادہ ہے۔ کہ میں نے جو روزہ رکھا ہے۔ اس کی افطاری حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر کروں۔ یہ سُن کر امام حسن رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے آئے۔

طبقات ابن سعد:

قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ اِدْرِيْس قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ عَنْ مُحَمَّدٍ

Marfat.com

ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ جَآءَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ اِلَى عُثْمَانَ فَقَالَ هٰذِهِ الْاَنْصَارُ بِالْبَابِ يَقُوْلُوْنَ اِنْ شِئْتَ كُنَّا اَنْصَارًا بِاللّٰهِ مَرَّتَيْنِ قَالَ فَقَالَ عُثْمَانُ اَمَّا الْقِتَالُ فَلَا۔

(۱۔ طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۷۰
ذکر ما قیل بعثمان فی الخلع الخ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۲۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط جزء اول
تحت السنہ ۳۵ھ الفتنہ زمن عثمان)

ترجمہ

محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت عثمان کے پاس آئے۔ اور کہا۔ اے عثمان! باہر دروازہ پر انصار کھڑے ہیں۔ اور وہ کہہ رہے ہیں۔ کہ اگر آپ چاہیں۔ تو ہم پہلے کی طرح اب بھی آپ کی مدد کے لیے تیار ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بہرحال لڑائی پر میں خوش نہیں۔

تاریخ خلیفہ:

اِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَوْمَئِذٍ مُتَقَلِّدًا سَيْفَهٗ حَتّٰى عَزَمَ عَلَيْهِ عُثْمَانُ اَنْ يَخْرُجَ مَخَافَةً اَنْ يُقْتَلَ۔

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط جلد اول ص ۱۵۱
تحت السنہ ۳۵ھ الفتنہ زمن عثمان)

Marfat.com

ترجمہ

محاصرہ کے وقت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار مقابلہ کے لیے گلے میں لٹکا رکھی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں قسم دے کر فرمایا۔ کہ تم چلے جاؤ۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ تم بھی اس فتنہ کی لپیٹ میں آ جاؤ۔

البدایہ والنہایہ:

كَانَ الْحِصَارُ مُسْتَمِرًّا مِنْ اَوَاخِرِ ذِي الْقَعْدَةِ اِلٰى يَوْمِ الْجُمُعَةِ الثَّامِنَ عَشَرَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ (۳۵ھ) فَلَمَّا كَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَالَ عُثْمَانُ لِلَّذِيْنَ عِنْدَهٗ فِي الدَّارِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَكَانُوْا قَرِيْبًا مِنْ سَبْعِ مِائَةٍ فِيْهِمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَمَرْوَانُ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ وَخَلْقٌ مِنْ مَوَالِيْهِ وَلَوْ تَرَكَهُمْ لَمَنَعُوْهُ فَقَالَ لَهُمْ اُقْسِمُ عَلٰى مَنْ لِيْ عَلَيْهِ حَقٌّ اَنْ يَكُفَّ يَدَهٗ وَاَنْ يَنْطَلِقَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ وَعِنْدَهٗ مِنْ اَعْيَانِ الصَّحَابَةِ وَاَبْنَآءِهِمْ جَمٌّ غَفِيْرٌ وَقَالَ لِرَقِيْقِهٖ مَنْ اَغْمَدَ سَيْفَهٗ فَهُوَ حُرٌّ وَكَانَ سَبَبُ ذٰلِكَ اَنَّ عُثْمَانَ رَاٰى فِي الْمَنَامِ رُؤْيَا دَلَّتْ

Marfat.com

عَلٰی اِقْتِرَابِ اَجَلِہٖ فَاسْتَسْلَمَ لِاَمْرِ اللّٰہِ رِجَاءَ مَوْعُوْدَۃً وَشَوْقًا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ...... دَخَلَ عَلَیْہِ کَثِیْرُ بْنُ الصَّلْتِ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اُخْرُجْ فَاجْلِسْ بِالْفِنَاءِ فَیَرَی النَّاسُ وَجْہَکَ فَاِنَّکَ اِنْ فَعَلْتَ ارْتَدَعُوْا فَضَحِکَ وَقَالَ یَا کَثِیْرُ رَاَیْتُ الْبَارِحَۃَ وَ کَاَنِّیْ دَخَلْتُ عَلٰی نَبِیِّ اللّٰہِ وَعِنْدَہٗ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ ارْجِعْ فَاِنَّکَ مُفْطِرٌ عِنْدِیْ غَدًا ثُمَّ قَالَ عُثْمَانُ وَلَنْ تَغِیْبَ الشَّمْسُ وَاللّٰہِ غَدًا اَوْ کَذَا وَکَذَا اِلَّا وَاَنَا مِنْ اَھْلِ الْاٰخِرَۃِ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۸۱، ۱۸۲
ذکر حضرت امیر المؤمنین
عثمان مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں تقریباً سات سو انصار و مہاجرین ۳۵ھ میں ذوالقعدۃ کی آخری تاریخوں سے لے کر آٹھ ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک تک محصور رہے۔ ان حضرات میں حضرت عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن الزبیر، حسن، حسین، مروان، ابوہریرۃ اور ان کے بہت سے غلام بھی تھے (رضی اللہ عنہم) اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کو اپنے دفاع کی اجازت

Marfat.com

دیتے۔ تو یہ سبائی بلوائیوں کا اچھی طرح دفاع کر سکتے تھے۔ لیکن حضرت عثمان نے انہیں اپنے حق کی قسم دے کر فرمایا۔ کہ تم نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھانا۔ اور یہ کہ ہر شخص اپنے اپنے گھر چلا جائے۔ اس وقت آپ کے ہاں اکابر صحابہ کرام اور ان کے فرزندانِ ارجمند کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا۔ آپ نے اپنے غلاموں سے بھی فرما دیا۔ تم میں سے جو اپنی تلوار کو نیام میں ڈال دے گا۔ اور باغیوں سے لڑنے سے رک جائے گا۔ وہ آزاد ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی وجہ اور اصل سبب یہ تھا۔ کہ انہوں نے ایک ایسا خواب دیکھا تھا۔ کہ جس سے انہیں اپنی موت کے قریب ہونے کی نشاندہی ملی تھی۔ اس بنا پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سپرد ہو جانے کو اولیت دی۔ تاکہ جو کچھ وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ مل جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے بہرور ہو جائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت کثیر بن الصلت آئے۔ اور کہا۔ اے امیر المؤمنین! باہر کھلے میدان میں تشریف لائیے۔ لوگ آپ کے چہرۂ نورانی کی زیارت کریں۔ اگر آپ نے میری درخواست قبول فرمالی۔ اور سرِ عام دیدار کرا دیا۔ تو باہر کھڑے باغی سبھی لوٹ جائیں گے۔ یہ سُن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے۔ اور فرمایا۔ اے ابن الصلت! میں نے گزشتہ رات حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ کے پاس ابوبکر صدیق اور عمر فاروق بھی بیٹھے تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا۔ عثمان! واپس چلے جاؤ۔ کل تمہاری افطاری ہمارے پاس ہو گی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن الصلت سے فرمایا۔

خدا کی قسم ! کل غروب ہونے سے قبل ہی میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ (شہید ہو جاؤں گا۔)

شہادت عثمان کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رض کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی

البدایہ والنہایہ:

رَوَى الرَّبِيْعُ بْنُ بَدْرٍ عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ اَنَّ عَلِيًّا دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ فَوَقَعَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى ظَنُّوْا اَنَّهٗ سَيَلْحَقُ بِهٖ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ يَوْمَ قُتِلَ عُثْمَانَ وَاللّٰهِ مَا قَتَلْتُ وَلَا اَمَرْتُ وَلٰكِنِّيْ غُلِبْتُ وَرَوَاهُ غَيْرُ لَيْثٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِهٖ وَقَالَ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهٗ عَنْ لَيْثٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سَيَلْحَقُ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهٗ وَقَالَ حَبِيْبُ بْنُ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ اِنْ شَآءَ النَّاسُ حَلَفْتُ لَهُمْ عِنْدَ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ بِاللّٰهِ مَا قَتَلْتُ عُثْمَانَ

وَلَا اَمَرْتُ بِقَتْلِهٖ وَلَقَدْ نَهَيْتُهُمْ فَعَصَوْنِيْ ۔

(البدایۃ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۹۳ ذکر صفتہ رضی اللہ عنہ۔ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ

ابو العالیہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ شہادتِ عثمان کے بعد ان کی نعش پر آئے۔ حتیٰ کہ آپ ان پر گر پڑے۔ اور اس قدر روئے کہ لوگوں نے سمجھا شاید قریب المرگ ہو گئے۔ حضرت سفیان ثوری وغیرہ نے حضرت لیث اور انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن فرمایا اللہ کی قسم میں نے انہیں قتل نہیں کیا اور نہ ہی اس کا حکم دیا اور بلکہ میں مغلوب ہوا اور روایت کیا ہے اس کو لیث کے علاوہ طاؤس نے انہوں نے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ذکر کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اگر لوگ چاہیں تو میں مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر اللہ کی قسم اٹھا کر یہ کہنے کو تیار ہوں۔ کہ نہ تو میں نے حضرت عثمان کو قتل کیا۔ نہ ان کے قتل کا کسی کو کہا۔ بلکہ میں تو لوگوں کو ان کے قتل سے منع کرتا رہا۔ لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی۔ (اور قتل کر دیا۔)

Marfat.com

قتلِ عثمان سے حضرت علی المرتضیٰ کی برأت اور قاتلوں کے لیے ہلاکت کی بددعا۔

امالی طوسی:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنْ شَآءَ النَّاسُ قُمْتُ لَھُمْ خَلْفَ مَقَامِ اِبْرَاھِیْمَ فَحَلَفْتُ لَھُمْ بِاللّٰہِ مَا قَتَلْتُ عُثْمَانَ وَلَا اَمَرْتُ بِقَتْلِہٖ وَلَقَدْ نَھَیْتُھُمْ فَعَصَوْنِیْ۔

(امالی شیخ طوسی جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۷۵ الجزء العاشر۔ مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

ترجمہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضرت علی نے فرمایا۔ اگر لوگ خواہش کریں۔ تو میں مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہو کر اللہ کی قسم کھا کر کہنے کو تیار ہوں۔ کہ نہ تو میں نے حضرت عثمان کو قتل کیا۔ اور نہ ہی ان کے قتل کا کسی کو حکم دیا۔ میں تو انہیں منع کرتا رہا لیکن وہ باز نہ آئے۔

۞

Marfat.com

مروج الذہب:

ثُمَّ نَادٰی عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ طَلْحَۃَ حِیْنَ رَجَعَ الزُّبَیْرُ یَا اَبَا مُحَمَّدٍ مَا الَّذِیْ اَخْرَجَکَ قَالَ الطَّلَبُ بِدَمِ عُثْمَانَ قَالَ عَلِیٌّ قَاتَلَ اللّٰہُ اَوْلَانَا بِدَمِ عُثْمَانَ۔

(مروج الذہب جلد ص ۳۶۴ ذکر خطبۃ لعلی قبل الالتحام مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جنگ سے روگردانی کی۔ تو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحۃ کو آواز دی۔ اے ابو محمد! تمہیں کس چیز نے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلنے پر مجبور کیا۔ حضرت طلحۃ نے جواب دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ناحق خون کا مطالبہ لے کر میں جنگ کرنے نکلا ہوں۔ یہ سُن کر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو شخص بھی ہم میں سے خونِ عثمان سے قریب ہو (ملوث ہو) اللہ اسے تباہ کرے۔

الحاصل:

طعن مذکور میں امر پنجم کا جواب ہم نے کافی تفصیل سے ذکر کیا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ کتب اہل سنت اور کتب اہل تشیع دونوں کی متفقہ رائے ہے۔ کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوری پوری مدد کی۔ اور باغیوں کی سرکوبی کی اجازت مانگی۔ لیکن آپ نے انہیں اجازت نہ دی۔

حضرات صحابہ کرام نے ان کی حفاظت کے لیے اپنے اپنے بیٹوں کو بطور پہرہ دار مقرر فرمایا۔ اور شہادت کی خبر سننے پر اُن کو ان کے والد صاحبان نے سخت ملامت کی۔ اور تھپڑ تک رسید کیے۔

یہ سب حضرات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اشارے کے منتظر تھے کہ آپ اشارہ فرمائیں۔ ہم ان سبائی باغیوں کا مقابلہ کریں۔ لیکن آپ نے صرف اپنا خواب مدنظر رکھا۔ اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق روزہ کی افطاری آپ کے ہاں کرنا تھی۔ اس لیے آپ اگر اجازت دی بھی دیتے۔ تو بھی آپ کی شہادت رُک نہ سکتی تھی۔ اس لیے آپ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ اور مسلمانوں کو بہت بڑے خون خرابے میں پڑنے سے بچاتے تشریف لے گئے۔ خود حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی۔ لیکن امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعہ پیغام بھجوادیا۔ کہ میں اس میں خوش نہیں ہوں۔

نوٹ:

شیعہ مورخ مرزا تقی نے ایک بات اپنی شیعی فطرت سے مغلوب ہو کر لکھ دی۔ وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ میں نے قتل تو ہو ہی جانا ہے اس لیے حضرت علی المرتضےٰ کا احسان کیوں اٹھاؤں۔ تو یہ اس مؤرخ کے دل کا ناسور ہے۔ جو پھٹ کر کاغذ پر بکھر گیا۔ اگر یہی حقیقت ہوتی۔ تو اس خواب کا کیا بنے گا۔ کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو کل اپنے ہاں روزہ افطار کرنے کی خوشخبری دی تھی۔ اور حضرت عثمان نے خود اس امر کی وضاحت بھی فرما دی تھی۔

Marfat.com

انہی حوالہ جات سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اہل تشیع کا یہ کہنا کہ حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ناراض تھے۔ اور اس ناراضگی کی بنا پر آپ چاہتے تھے۔ کہ عثمان کا جلد خاتمہ ہو جائے۔ اور میری خلافت قائم ہو جائے یہ بھی سراسر غلط اور بے بنیاد بات ہے۔ حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ تو بیت اللہ میں کھڑے ہو کر مقام ابراہیم پر اس بات کی قسم اٹھانے کو تیار ہیں۔ کہ نہ انہوں نے خود حضرت عثمان کو قتل کیا۔ اور نہ ہی ان کے قتل میں ان کا مشورہ اور حکم تھا۔ بلکہ شہادت حضرت عثمان کے بعد حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کو اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ ان کی نعش پر گر پڑے۔ اور رو رو کر ہلکان ہو گئے۔ یہ سب باتیں اس امر کی واضح دلیل ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کو شہادت عثمان کا انتہائی صدمہ تھا۔ اور وہ اس کو کسی طور پر بھی اپنے لیے باعث مسرت نہ سمجھتے تھے۔

کیا شہادت پانا "ناحق" ہونے کی دلیل ہے؟

اس سلسلہ کی آخری بات یہ کہنا ہے۔ کہ شیعہ لوگ یہ بھی کہنے سے شرماتے نہیں کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہوتے۔ تو صحابہ کرام انہیں شہید نہ ہونے دیتے۔ یہ بات نہایت بے وزن اور نامعقول ہے۔

اس بات کی نامعقولی کی وجہ یہ ہے۔ کہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے۔ کہ خلیفہ "برحق"، وہ ہوتا ہے۔ یا حق پر وہ آدمی ہوتا ہے۔ کہ جس کو اس کے ساتھی شہید ہونے سے بچا لیں۔ اگر کسی کے ساتھی اس کی شہادت کو روک نہ سکیں۔ تو وہ آدمی حق پر نہیں ہوتا۔ تو ہم اس قانون اور اصل کو لے کر تمام شیعہ لوگوں سے یہ دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ اس کی زد میں تو تمہارے عقائد کے مطابق تمام ائمہ اہل بیت

آجاتے ہیں۔کیونکہ تمہارے بڑے یہ بیان کرتے ہیں۔کہ امام کوئی بھی ایسا نہیں گزرا۔ جو طبعی موت مرا ہو۔بلکہ سبھی نے جام شہادت نوش کیا ہے۔چلو یہ ادّعا نہ سہی لیکن یہ تو حقیقت ہے۔کہ تمام اماموں کے جدامجد اور امام اوّل حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔کوفہ کی جامع مسجد میں آپ کی شہادت ہوئی اسی واقعہ کی نسبت سے کوفہ کے متعلق اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔کہ دنیا کی کوئی جگہ اس جیسی عظمت واحترام کی حامل نہیں ہے۔یہی وہ شہر ہے۔جہاں حضرت علی المرتضٰے رض کے نام لیوا اور اپنے آپ کو ان کا شیعہ کہلانے والے دو چار نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے۔تو ان "شیعان علی" کی موجودگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جام شہادت نوش فرمالینا اسی قانون واصل کے تحت ان کے "امام ناحق" ہونے کی دلیل ہو گی۔ اس سلسلہ میں جو جواب تمہارا وہی جواب حضرت عثمان کی شہادت کے متعلق ہمارا ہے۔ اگر اسی اعتراض سے حضرت عثمان کو مطعون بنانے کی سعی کی گئی ہے۔تو یہی طعن حضرت علی المرتضٰے پر بھی ہے۔اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت اور توفیق وہمت عطا فرماوے۔آمین

ہمارا عقیدہ اس سلسلہ میں کس قدر واضح ہے۔یعنی یہ کہ شہادت کی وجہ سے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے درجات بلند ہوئے۔اسی وصف نے حضرت عثمان کی عظمت ورفعت کو اجاگر فرمایا۔آپ کی شہادت بیک وقت کئی خوبیوں اور اوصاف کی آئینہ دار ہے۔

۱۔ جمعہ کا دن نصیب ہوا۔

۲۔ تلاوتِ قرآن پاک کے دوران شہادت واقع ہوئی۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق ہوئی۔

۴۔ دورانِ شہادت کسی کا بھی خون ماسوائے آپ کے قرآن پر نہ گرا

Marfat.com

۵ ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ پاک میں واقع ہوئی۔

۶ ۔ روزہ کے دوران یہ واقع پیش آیا۔

۷ ۔ سورۃ البقرہ کی آیات کی پوری پوری مصداق بنی۔ آیت یہ ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ۔ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔

ترجمہ: ہم تمہیں کچھ خوف، بھوک، مال کے نقصان، جانی نقصان، پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے۔ اور آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ وہ کہ جب کبھی انہیں کوئی مصیبت آ چھوتی ہے۔ تو ان کی زبان پر یہی بات ہوتی ہے۔ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ جن پر ان کے رب کی لگاتار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

نوٹ: ایک ضروری مناسبت کی وجہ سے درج ذیل مضمون کو یہاں سے اٹھا کر دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ جو میری تصنیف ہے اس کی دوسری جلد میں منتقل کر دیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا انجام

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سراسر ظلماً شہید کیا گیا۔ آپ کی شہادت مظلومیت کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی۔ قرآن کریم نے ظالموں کے انجام کی جو نشاندہی کی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ و قطع دابر القوم الذین ظلموا۔ یعنی ظلم کرنے والوں

روحانی ارشاد اور ایمانی بیان

پیر طریقت راہبر شریعت شیخ المشائخ حضرت قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب۔ مدظلہ اللہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ حضرت حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

گزشتہ اوراق میں اہل تشیع کی طرف سے کیے گئے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات عالیہ پر مطاعن، گستاخیاں اور بے بنیاد الزامات اور ان کے کافی و شافی جوابات مذکور ہوئے۔ انہی میں سے ایک الزام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھا۔ کہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو راستہ میں اس غرض سے کھڑا دیکھا۔ کہ کفار مکہ اور دشمنان مصطفےٰ کو لمحہ بہ لمحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رپورٹ پہنچائے اور جاسوسی کے فرائض سرانجام دے۔ تو آپ نے کفار کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لیے یہ حربہ استعمال کیا۔ کہ ابوبکر کو پکڑا اور سفر ہجرت میں زبردستی ان کو ساتھ لے لیا لہٰذا ایسا شخص "یار غار" اور "رفیق سفر" وغیرہ ایسے الفاظ کا مستحق کب ہوسکتا ہے الخ؟

میں اس لغو اور باطل الزام کے سلسلہ میں عرض کرتا ہوں۔ کہ ہم سادات اور ہمارے جد اعلیٰ رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں عقیدہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس سفر ہجرت کی وجہ سے اللہ رب العزت نے وہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا وہ سعادت اور خوش نصیبی عطا فرمائی۔ کہ جس کی تمنا کرتے ہوئے سیدنا فاروق اعظم رضی

Marfat.com

نے فرمایا۔ میری ساری زندگی کی نیکیاں لے کر اگر ابوبکر صدیق اُن کے بدلے میں صرف ہجرت کی رات کی نیکی دے دیں۔ تو بھی یہ سودا کرنے کے لیے بے تاب ہوں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ تمنا کیوں نہ کرتے۔ آخر انہیں یہ معلوم ہی تھا۔ کہ ہجرت کے سفر کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا تھا۔ استصحب ابا بکر۔ ابوبکر کو اپنے سفر میں ساتھ لے لو۔

سیدنا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیر میں ایک حدیث اس موضوع پر یوں موجود ہے۔

تفسیر امام حسن عسکری: لَاجَرَمَ اَنْ اَطْلَعَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِكَ وَوَجَدَ مَا فِیْهِ مُوَافِقًا بِمَا جَرٰی عَلٰی لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ۔

(تفسیر امام حسن عسکری ص۱۳۰ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تیرے قلبی خیالات اور دلی تصورات کو بخوبی جانا۔ اور جو کچھ تمہاری زبان پر ہے۔ وہ تمہارے دل کے خیالات کا ترجمان ہے۔ دونوں میں گہری موافقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے میرے لیے اس قدر اہم اور تعلق دار بنا دیا جس طرح جسم انسانی کے ساتھ آنکھ، سر اور کان کا معاملہ ہے۔

قارئین کرام! امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی شخصیت وہ مسلم شخصیت ہے۔ جسے اہل تشیع بھی اپنا امام اور راہنما مانتے ہیں۔ آپ کا ارشاد گرامی کتنا عظیم اور فصاحت و بلاغت سے لبریز ہے۔ اور اس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کو کس انوکھے انداز میں بیان کیا گیا۔ سچ ہے۔ کَلَامُ الْاِمَامِ اِمَامُ الْکَلَامِ (امامت کی گفتگو اور ان کے اقوال دوسرے لوگوں کے اقوال کے امام ہوتے

ہیں۔ اہل تشیع یہ کہیں اور الزام دھریں۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جاسوسی کی خاطر راستہ میں کھڑے تھے۔ لیکن امام موصوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے اپنا عقیدہ بیان فرمائیں۔ کہ صدیق اکبر کا ظاہر و باطن اللہ کے ہاں ایک تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی محبت اور جانثاری بے مثل تھی۔ ہمارے جد اعلیٰ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جسم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بمنزلہ آنکھ، کان اور سر قرار دیں۔ اور ان کے "نام لیوا" اور اپنے "متعلق و محب اہلبیت" کا دعویٰ کرنے والے انہیں جاسوس کہیں۔ یہ جھوٹ اور بے دینی نہیں تو اور کیا ہے؟

حقیقت یہی ہے۔ جو ہمارے جد اعلیٰ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ بھی بالکل عیاں ہے۔ کہ ان "نباوٹی شیعانِ علی" کو نہ تو اپنے آئمہ کے اقوال کا اعتبار ہے۔ اور آنکھوں پر عداوت اور بغض کی پٹی بندھی ہونے کی وجہ سے نہ ہی انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ رب العزت کے ارشادات نظر آتے ہیں۔

ہمارا یہ روحانی سلسلۂ بیعت (یعنی دربار عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کا سلسلہ) نقشبندیہ ہے۔ جو تمام سلاسل روحانیہ میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ اور بواسطہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہے۔ چنانچہ میں اور میرے خانوادے کے تمام افراد دوہری نسبت رکھنے والے ہیں۔ نسبی طور پر ہمیں فخر ہے۔ کہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔ اور روحانی طور پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمارے مربی اور مرشد کامل ہیں۔ اسی لیے اس آستانہ عالیہ سے صحیح تعلق اسی شخص کا ہو سکتا ہے۔ جو ایک طرف حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی تعظیم و توقیر کرتا ہو۔ اور دوسری طرف شہنشاہِ صداقت، رفیق نبوت، یارِ غار اور مدفون پہلوئے پیغمبر جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت سے اپنے قلب کو زندگی بخشتا ہو۔ اگر احترام صدیق اور محبت

Marfat.com

یقین۔ سے دل خالی ہے۔ تو ایسے بے معز چھلکے کا ہمارے آستانہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

میں دعا گو ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دورِ فانی سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی محبت سے لبریز دل عطا فرمائے۔ اور بروز حشر ان کی رفاقت عطا فرمائے۔ اور ان کی شفاعت سے ہماری نجات ہو جائے۔ اور یوں دنیا و آخرت میں باعزت ہو جائیں۔

اللھم تقبل منا واعط ما سألناك بجاہ حبیبك وحبیب حبیبك واولیائك وصلی اللہ علیہ رسولہ والہ واصحابہ اجمعین

سید محمد باقر علی شاہ۔

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف۔ ضلع گوجرانوالہ۔

Marfat.com

ایک ضروری وضاحت

جب فرقہ شیعہ کی تردید میں میں نے قلم اٹھایا تو کتاب کا نام تحفہ جعفریہ رکھا اور خیال تھا کہ چار جلدوں کے اندر اندر سب کام سمیٹ لیا جائے گا لیکن جیسے جیسے آگے چلے۔ اس شیعہ فرقہ کی شاخیں اور عقائد باطلہ اتنی کثرت کے ساتھ سامنے آئے کہ جس کا پورا کرنا پندرہ سولہ جلدوں سے کم جلدوں میں نہیں سما سکتا تھا۔ پھر پیری و مرشدی قبلہ پیر سید باقر علی شاہ صاحب کے حکم کے مطابق سولہ جلدوں میں مکمل کرنی پڑی کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ وہبی خزانہ ارواح قدسیہ نقشبندیہ کی طرف سے آ رہا ہے اس کو بند ہرگز نہیں کرنا بلکہ جہاں تک ان کے عقائد باطلہ سامنے آتے جائیں۔ ان کا قلع قمع کرتے چلے جائیں آپ کا حافظ و ناصر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ارواح روحانیہ نقشبندیہ ہوں گے۔ لہٰذا درج ذیل سولہ جلدوں کا اجمالی خاکہ ملاحظہ فرمائیں۔

تحفہ جعفریہ جلد اول میں قرآن و حدیث اور کتب شیعہ سے خلفاء راشدین کی خلافت حقہ اور ان کے فضائل ثابت کیے گئے ہیں۔ تحفہ جعفریہ جلد دوم میں خلفاء راشدین اور سیدنا امیر معاویہ رض کے اہل بیت کے ساتھ نسبی تعلقات بیان کیے گئے ہیں۔ تحفہ جعفریہ جلد سوم۔ چہارم، پنجم میں خلفاء راشدین اور امیر معاویہ رض کی ذات پر اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیے گئے ہیں

عقائد جعفریہ جلد اول میں اللہ تعالیٰ، انبیاء علیہم السلام اور ائمہ اہل بیت کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں اور اللہ تعالیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کی طرف سے شیعوں پر پھٹکار۔ عقائد جعفریہ جلد دوم مسئلہ امامت کے متعلق شیعوں کا عقیدہ اور ان کے تمام عقائد کی دندان شکن تردید اور امامت یزید کے متعلق اعتراضات کے جوابات۔ عقائد جعفریہ جلد سوم

Marfat.com

کلمہ اسلام اور کلمہ اہل تشیع میں فرق۔ تحریفِ قرآن کا ثبوت معتبر کتب شیعہ سے اور تحریفِ قرآن کے متعلق مکمل بحث۔ کہ جس میں جملہ اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں۔
عقائد جعفریہ جلد چہارم۔ دلائل قاہرہ سے تقیہ کی تردید۔ جنازہ رسول علیہ السلام کی تحقیقی بحث بارہ آئمہ اہل بیت کے مناقب از کتب اہل سنت۔

فقہ جعفریہ جلد اول۔ کتاب الطہارت سے لے کر کتاب النکاح تک کے جملہ مسائل فقہ جعفریہ کے من گھڑت ہونے کا تاریخی و شرعی ثبوت۔ فقہ جعفریہ جلد دوم۔ فقہ جعفریہ میں مسائل نکاح جو کہ عقلاً، نقلاً مردود ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ متعہ کی تردید اور اثیر جاڑوی کے رسالہ جواز متعہ کی مکمل تردید شیعہ لوگوں کے نزدیک متعہ کے فضائل۔ فقہ جعفریہ جلد سوم۔ ماتم پر شیعہ لوگوں کے تمام دلائل کے دندان شکن جوابات اور ماتم کی تردید پر معتبر کتب شیعہ سے دلائل اور غلام حسین نجفی شیعی کی کتاب "ماتم اور صحابہ" کا لفظاً بلفظاً مکمل رد۔ فقہ جعفریہ جلد چہارم۔ فقہ حنفی پر اصولی اور فروعی اعتراضات کے دندان شکن جوابات۔ اس کے علاوہ حقیقت فقہ حنفیہ مصنفہ غلام حسین نجفی کے جملہ اعتراضات کے بالترتیب مفصل اور مدلل جوابات۔ اور امام اعظم پر جملہ اعتراضات کے جوابات۔ اور پھر کتب شیعہ سے امام ابو حنیفہ کے مناقب و فضائل۔ **نور العینین فی ایمان آبائی سید الکونین**
اس کتاب میں غلام حسین نجفی کے اعتراض "دو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین امام ابو حنیفہ کے نزدیک کافر ہیں"، کا مفصل جواب اور آپ کے آباؤ اجداد تا آدم تمام کے مومن و موحد ہونے پر دلائل قاہرہ سے اثبات اور ان پر جملہ اعتراضات کے جوابات:۔ **دشمنانِ امیر معاویہ رض کا علمی محاسبہ**: اس کتاب میں مودودی محمود ہزاروی المعروف محدث ہزاروی حویلیاں اور مولوی عبد الرحیم اور عبد القیوم دیوبندی، وحید الزمان اہل حدیث کے جملہ اعتراضات کے دندان شکن جوابات اور اس کے علاوہ قاتلانِ عثمان رض کا حشر بھی تفصیل و تحقیق سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور طاہر القادری کی امیر معاویہ رض کی شان میں گستاخی کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ صائم چشتی کے جملہ عقائد باطلہ کی مفصل تردید کی گئی ہے۔ **تمت بالخیر** (مصنف)

تمام مسلمانوں کے لئے عظیم خوشخبری

تفسیر بینات القرآن

علامہ قاری محمد طیب نقشبندی

ناظم جامعہ رسولیہ اسلامک سنٹر ۰ مانچسٹر ۰ انگلینڈ

پہلی جلد شائع ہوگئی۔ دوسری اور تیسری عنقریب زیور طباعت سے مزین ہوگی۔ ہر جلد تین پاروں پر مشتمل

خصوصیات:

☆ ہر آیت کے تحت رواں ترجمہ، مختصر تفسیر، تحقیقی ابحاث اور تفسیری فوائد بعنوان بینات القرآن

☆ اسلام پر اہل مغرب کی موجودہ فکری یلغار کا بھرپور جواب

☆ مغربی تہذیب کے مقابلہ میں اسلامی وقرآنی آداب واخلاق کی حسین تفصیل

☆ قرآن کی روشنی میں عقائد اہل سنت اور فقہ حنفی کی محققانہ تائید

☆ کلام اللہ کی روشنی میں سیکولرزام، مرزائیت، شیعیت، جملہ مذاہب باطلہ اور دیگر اعتقادی فتنوں کی تردید پر بیش بہا علمی خانہ

☆ محبت رسول ﷺ میں ڈوب کر لکھی جانے والی تفسیر قرآن

☆ علماء، خطباء، اہل قانون عصری اور عوام المسلمین کے لئے یکساں مفید تفسیر قرآن

☆ زبان انتہائی سادہ کہ ہر اردو پڑھنے والا سمجھ سکے۔

☆ ہر گھر اور ہر فرد کی ضرورت، ہر لائبریری کی زینت

☆ خوبصورت کمپوزنگ، قیمتی کاغذ، اعلی جلد بندی، دیدہ زیب ٹائٹل اور مناسب قیمت، طلباء اور تاجروں کے لئے خصوصی رعایت

ہر قریبی بک سٹال پر دستیاب

Marfat.com